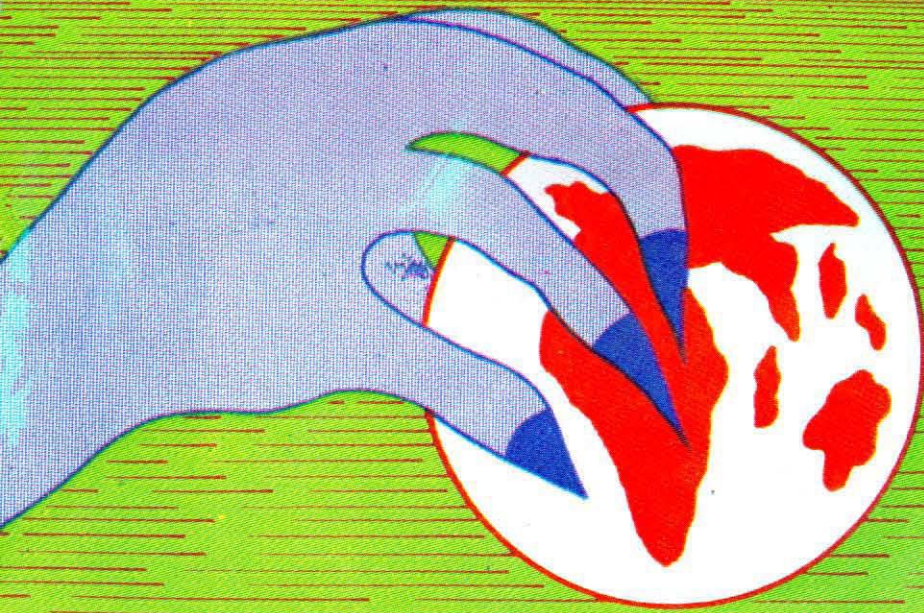


اگر اب بھی نہ جا کے تو.....

نتیجہ فکری: شمس نوید عثمانی
ترجمانی: ایس عبد اللہ طارق



جسٹیم بکڈپو، اردو بازار، جامع مسجد دہلی

اس کتاب کے نکل یا جز کی اشاعت یا اس کے کسی زبان میں ترجمے کی عام اجازت ہے۔ ہم اس پر کوئی رائے طلب نہیں کریں گے لیکن ہماری درخواست ہے کہ اس کے کسی جز کی کسی زبان میں اشاعت سے پہلے مولانا شمس نوید عثمانی یا راقم الحروف سے رابطہ ضرور قائم کریں تاکہ کسی تحقیقی اضافے یا تبدیلی سے آگاہ کیا جاسکے۔
(الیس۔ عبداللہ طارق۔ بازار نصر اللہ خاں۔ رام پور۔ ۱۔ ۲۳۳۹)

بار اول فروری ۱۹۸۹ء	تعداد	۲۲۰۰	بار پنجم۔
بار دوم۔ جون۔ ۱۹۸۹ء	"	۲۲۰۰	بار ششم۔
بار سوم۔ جولائی۔ ۱۹۸۹ء	"	۲۲۰۰	کتابت۔ محمد عارف خاں خوش نویس رامپور
بار چہارم۔ اگست۔ ۱۹۸۹ء	"	۲۲۰۰	مطبوعہ۔ جے۔ آر۔ آفسیٹ پریس دہلی،

JASEEM B. Depot

Rs. 45/-

زرِ تعاون۔

ملنے کے پتے

- ۱۔ ادارہ علم و حکمت دیوبند (دیوبند) پی 247554
- ۲۔ عظیم بینک ڈپو دیوبند۔ (دیوبند) پی، 247554
- ۳۔ فلاح پبلشنگ ہاؤس سوپور۔ (کشمیر) 193201
- ۴۔ دارالاشاعت اسلامیہ ۷۸ مولانا شوکت علی روڈ،
کولونڈر اسٹریٹ۔ کلکتہ ۷۰۰۰۷۳،

انتساب —!

● اس مرحوم خاتون کے نام _____

جس نے مرتے دم تک منافع کی تجارت کی۔
ایسی تجارت جس کا نفع ابد الابد تک فرشتے اس کے حضور پیش کرتے رہیں گے۔

● اس معذور بہن کے نام _____

جو پچھلے سات سال سے بستر پر ہے۔
جس کی آنکھ سے نکلنے والا ہر آنسو پینے سے پہلے قبول کر لیا جاتا ہے۔
کیونکہ یہ موتی وہ اپنی ذات پر نہیں بلکہ سسکتی ہوئی انسانیت پر نچاؤ کر رہی ہے۔

● اُن نوجوان دیوانوں کے نام _____

جو نفرت کے لالستان ہی اندھیروں میں محبت کے چراغ ہاتھ میں لے کر نکل کھڑے ہوئے ہیں
وہشت گردی کی آغوشوں میں پرہیزی ہیں؛
لیکن وہ چراغ سے چراغ جلاتے چلے جا رہے ہیں۔

— ان بھوں پر سلام —

ترتیبِ سخن

دشتِ جنوں کا ایک مسافر [۸] حق ادا کرو! [۱۱] آغازِ سخن [۱۶]

۱۔ انقلاب کی پیشین گوئی ۲۹ تا ۳۱

کعبہ کی بے حرمتی [۱۷] غلابِ پیہم [۱۹] یہ اصل غلاب ابھی باقی ہے؟ [۲۰]
تبدیلی قوم کی وعید [۲۲] کیا ہم اللہ کے نزدیک مومن ہیں؟ [۲۳]
وہ کون سی قوم ہو سکتی ہے؟ [۲۵]

۲۔ ہندو قوم کا نبی ۳۰ تا ۳۷

کرشنا مین کی حیرت [۳۰] حضرت نوح کی امت کا نبی بھی کھویا ہوا ہے! [۳۱]
ہندو قوم، قوم نوح ہے [۳۲] قرآن کی گواہی [۳۶]

۳۔ قرآن میں ہندو قوم کا ذکر ۳۸ تا ۴۴

قرآن پر الزام [۳۸] قرآن میں سب قوموں کے ناموں کی تحقیق ہی نہیں ہونی [۳۹]
حضرت نوح کی قوم ہی مابین ہیں۔ [۴۱]

۴۔ یکسانیت اور ازلی رشتے ۴۵ تا ۶۸

رجحانات اور تعلقات کا جائزہ ضروری ہے [۴۵] حیرت انگیز مماثلت [۴۵]

ہندو اور مسلمانوں کی مشترک اقدار [۴۷] رشتے ازل سے ہوتے ہیں [۴۹]
 حضرت آدمؑ ہندوستان میں [۵۱] حضرت نوحؑ ہندوستان میں [۵۲] حضرت ابراہیمؑ
 و دیگر انبیاء ہندوستان میں [۵۶] حضرت عیسیٰؑ ہندوستان میں [۵۸] حضرت محمدؐ
 مصطفیٰؐ اور ہندوستان [۶۱] عرب و ہند کبھی ایک تھے [۶۳] دھرم کی تہوں پر نئی
 پالش نہیں چڑھے گی [۶۷]

۵۔ اولین آسمانی صحائف - وید ۶۹ تا ۹۵

وید کا تعارف [۶۹] مقدس کیسے نامیں؟ [۷۲] ایک کلام دوسرے کلام کی
 روشنی میں [۷۵] ابھی اور پر کیسے [۸۵] آخری گواہی باقی ہے [۸۷]
 آدرگرتہ (اولین صحائف) کے نام سے ڈھونڈیے [۸۹] اولین صحائف موجود ہیں [۹۰]
 وید ہی اولین صحائف ہیں [۹۱] وید اور دیگر ہندو مذہب کی کتب [۹۳]

۶۔ ابتدائے کائنات - حضرت احمد مجتبیٰ ۹۶ تا ۱۱۰

حقیقت احمدیؑ [۹۶] حقیقت احمدی ہر مقدس کتاب میں ہے۔ [۱۰۰]
 عقلی ثبوت [۱۰۲] سائنس رہنمائی کی محتاج ہے [۱۰۳] سرور کائنات
 ہی کائنات کی ابتداء ہیں [۱۰۵] قرآن سے بھی ثابت ہے۔ [۱۰۷]

۷۔ اگنی - ویدوں میں ایک معمرہ ۱۱۱ تا ۱۱۳

۸۔ اسلام اور ہندو دھرم - ناموں کی یکسانیت ۱۱۲ تا ۱۱۸
 دیگر محققین کیا کہتے ہیں؟ [۱۱۲] ہندو مت کا اسلامی نام [۱۱۵]
 اللہ نام سب مذاہب میں ہے [۱۱۵] رحمن اور رحیم کبھی [۱۱۷]

۹۔ ویدک دھرم میں توحید ۱۱۹ تا ۱۲۳

ہندو مذہب کا عقیدہ توحید [۱۱۹] تحریری شکل میں غیر موجودگی [۱۲۲]

نقطہ تجربہ یا ترجمانی [۱۳۳] ہندو عوام کی ویدوں سے دوری [۱۳۳]

۱۰۔ ویدک دھرم اور رسالت ۱۳۳ تا ۱۳۴

انبیاء کے تذکرے [۱۳۳] بھاگوت میں حضرت محمدؐ کا ذکر [۱۲۹]

ویدوں میں حضرت زورج کا ذکر [۱۳۱] ویدوں میں حضرت محمدؐ کا تذکرہ [۱۳۱]

۱۱۔ ویدک دھرم اور آخرت ۱۳۵ تا ۱۳۸

عتیدہٴ آخرت اور پترہیم [۱۳۵] ہندو محققین کا اقرار [۱۳۶]

ویدوں میں آخرت کا تصور [۱۳۴] ویدوں میں جنت کی تفصیلات [۱۳۸]

دوزخ کی تفصیلات [۱۳۹] آداگون کی اصل حقیقت [۱۳۲] آداگون کے

پیچھے ایک اور حقیقت [۱۴۰]

۱۲۔ ویدوں کے کچھ دیگر احکامات ۱۴۱ تا ۱۵۰

جوئے کی ممانعت [۱۴۹] شراب کی ممانعت [۱۴۹] سرود کی ممانعت [۱۴۹]

شادی کی رسومات میں آسانی کا حکم [۱۴۹] مرد کو توڑنے کے کپڑے پہننے کی ممانعت [۱۵۰]

عورت کی عمر بیزندگی کا حکم [۱۵۰] عورت کی حیا کے احکامات [۱۵۰]

۱۳۔ احادیث اور پران پیشین گوئیوں کی یکسانیت ۱۵۱ تا ۱۵۲

۱۴۔ ویدک دھرم میں کعبہ کی حقیقت ۱۵۳ تا ۱۵۸

۱۵۔ شری رام و کرشن کون تھے؟ وید بتاتے ہیں ۱۵۹ تا ۱۶۰

اصل حقیقت کی تلاش ضروری ہے [۱۵۹] ہندو ذہن کی کشمکش [۱۶۰]

شری رام اور شری کرشن کے زمانے [۱۶۱] شری رام کی کہانیاں تمام دنیا میں [۱۶۲]

دو جہد کی بکری پیدا کرنا سے پہلے بھی راز کھتا تھا [۱۶۲] وید راز کھولتے ہیں [۱۶۳]
 خود رام کے نام سے پوچھے [۱۶۶] برائے ان کا راز [۱۶۹] روایت باقی ہے مطلب
 بھول گئے [۱۷۰] شری کرشن کی حقیقت [۱۷۱] دیکھ کر خدا شروع ہو گئے ہیں [۱۷۳]

۱۶- ویدوں میں آنحضرت کا مقام محمود ۱۷۶ تا ۱۷۷

۱۷- ویدک دھرم میں دجال کا بیان ۱۷۸ تا ۱۸۰

۱۸- وید راز - راز کیوں رہے ؟ ۱۸۱ تا ۱۸۵

ہندو میں پلے آ رہے چھہرہ راز [۱۸۱] ہندی غفلت [۱۸۳]

۱۹- سابقہ صحائف پر ایمان ۱۸۶ تا ۱۹۳

ایک غلط فہمی کا راز [۱۸۶] دین صرف اسلام ہے یقین [۱۸۷] کوئی مقدس
 صحیفہ اصلاً شروع نہیں ہوا [۱۸۷] پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب [۱۸۹] یہ تضاد
 کیوں محسوس ہوا ہے ؟ [۱۹۰] کیا احادیث میں بھی تضاد ہے ؟ [۱۹۱] صحیح پس منظر میں

دیکھئے [۱۹۳]

۲۰- دعوت کا طریق کار ۱۹۳ تا ۲۱۴

کیا بعد اہل کتاب ہیں ؟ [۱۹۳] اہل کتاب نہیں آئیں ہیں [۱۹۶] دعوت کا طریق کار احادیث
 کی روشنی میں [۱۹۸] قرآن کی روشنی میں [۲۰۰] ہندو مذہب کو اس کی کوئی برائی
 حقیقت دیجئے [۲۰۲] دوز بردست حادثے [۲۰۳] کاش ہم یہ سمجھ لیں کہ [۲۰۵]
 کم از کم تائید کیجئے [۲۰۷] ہر کیوں کی مثال [۲۰۷] سازش یا حکمت عملی [۲۱۱]
 خلاصہ [۲۱۱] ہندو عالم جاتے ہیں [۲۱۲] گنہ گنہ والا ہے [۲۱۳]
 دلیل خداوندی [۲۱۳] اے کاش ! [۲۱۳]

۲۱- انہیں خود بھی تلاش سے ۲۱۵ تا ۲۱۶

۲۲- معیار صرف قرآن ۲۱۷ تا ۲۱۸



دشتِ جنوں کا ایک مسافر

ہندوستان کے ایک شہر رام پور کے انگریزی باغ محلے میں پچھلے پندرہ سال سے ایک شخص اپنے دو کمروں پر مشتمل ایک چھوٹے سے کرائے کے مکان میں رہ رہا ہے۔ اس کے وقت کا اکثر حصہ عبادات، شب بیداری، انسانوں پر رونے اور کتابوں میں غرق رہنے میں گزرتا تھا باقی بچے وقت میں وہ سوچتا تھا۔

سید المرسلین خاتم النبیینؐ تو ابتداء نے تخلیق کائنات بھی تھے بھیران کو دوسرے مذاہب کے پیروا پناہی کیوں نہیں تسلیم کرتے؟

پیسے جو لوگ مسلمان کے کردار سے بھی متاثر نہیں ہوتے تھے کلام الہی کے الفاظ سن کر ان کے دل کی دنیا بدل جاتی تھی۔ وہ قرآن کے اہل زبان تھے اور محسوس کر لیتے تھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ ترجمے ہونے کے بعد صرف پیغام باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن الفاظ باری تعالیٰ کے بجائے انسانوں کے ہو جاتے ہیں۔ ترجموں سے اس طرح کا اثر مرتب نہیں ہوتا۔ اور یہ ستم یہ کہ مسلمان نے خود قرآن کو چھوڑ دیا۔

اذاً آج بھی حق کو قبول کر رہے ہیں۔ سامنے سے ان کی تعداد چاہے سینکڑوں ہزاروں ہی کی کیوں نہ ہو لیکن دنیا کی پانچ ارب آبادی میں ان کا تناسب ایک لاکھ میں ایک کا بھی تو نہیں۔ آج عالم گیر انقلاب صرف قوموں کی تبدیلی سے آسکتا ہے۔ تو میں کیوں نہیں آتی؟

پہلی تحریف زدہ کتابوں پر مسلمان ایمان کیسے لائیں؟ بدلے ہوئے عقائد کے لوگ قرآن پر ایمان کیسے لائیں؟

وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر دینِ فطرت سے لوگ ہٹے گئے اور دوسرے عقائد اختیار کرتے گئے اور آج کے مختلف عقائد اور رسومات کی اصل جڑ اور بنیادیں کیا ہیں؟ جب تک اسباب معلوم نہ ہوں گے صحیح تشخیص کیسے ہوگی؟ علاج کیسے ہوگا؟ کیا انسانیت پر انسان کے ہاتھوں یونہی ظلم جاری رہے گا؟

کیا اللہ کے بندے مذہب کے نام پر اسی طرح خون بہاتے رہیں گے؟
قرآن و حدیث نے جس کی پیشین گوئی کی تھی وہ عالم گیر انقلاب کیسے آئے گا؟
کیا آج کے دور کی نشاندہی اور اس کا حل قرآن میں ہے؟
تلاش نے اس کو حل دیا۔ قرآن نے جواب دیا۔

• بیشک پہلی امتوں کی کتابوں میں قرآن کا مضمون ہے۔ (الشعور: ۱۹۷)

امادیش نے اسے بتایا۔ • آخری دور میں تبدیل ہو کر آنے والی قوم اپنی کتابوں کے نسخے سے ایمان لائے گی۔ (احمد دہلوی، ندین، ۱۹۷۱)

اور پھر وہ نہیں بدکا۔ تحقیق اس کا نصب العین بن گیا۔ اللہ کا نازل کردہ کلام جو

صدیوں کے فاصلوں میں کھو گیا تھا جس پر وقت کی دھول کی موٹی موٹی تہیں جم گئی تھیں، اس کا اللہ کے آخری اور صحیح کلام قرآن کی روشنی میں پڑھا تو ناصطے سمٹتے چلے گئے۔ دھول مٹا ہوئی گئی۔ حق اور باطل واضح ہوتا چلا گیا۔ اس نے اپنے سوال کا جواب پایا تھا۔ پھر چودھویں صدی ہجری کے آخر میں ۱۹۷۹ء میں ایک اور شدید ذہنی جھٹکا اسے لگا۔ اس مرتبہ فساد کعبہ میں ہوا تھا۔ مہدیت کے ایک دعوے دار نے چودہ دن تک کعبہ کو پامال کیا اور چودہ سو سال میں پہلی مرتبہ کعبہ اذالوں، نمازوں اور طوافوں سے محروم ہوا۔ کعبہ جسے اس شخص کے مطالعہ کی رو سے قرآن ہی نہیں بلکہ تمام صحائف زمین کا پہلا گھر اور زمین کی جڑ بنتے ہیں اس کعبہ کے نئے نئے بعد اس کی نظر میں گویا قیامتِ صغریٰ کا آغاز ہو گیا۔

جب زمین کی جڑ ہل تو پوری دنیا میں زلزلہ ضرور آئے گا۔ اس وقت تک وہ شخص ایک اسکول میں پڑھاتا تھا لیکن اس حادثے سے اس کے پرے وجود میں ایک زلزلہ آیا۔ اس نے پھر سوچا۔ فساد اللہ کے گھر میں گھس آیا اور تمہیں اپنی معاش کی فکر ہے !

نوکری سے اس نے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لیا اور اپنا کل وقت اپنے مالک کی نذر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ پھیلے چھ سالوں کی جدوجہد میں اللہ نے جو علم اسے دیا تھا اسے دوسروں تک بھی پہنچائے۔ آمدنی بمشکل کڈ لکے لائق، تحریری صلاحیت محدود۔ دل کا درد الفاظ کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا۔ وہ سڑکوں پر نکل کھڑا ہوا۔ ہر واقف کو روکتا تھا۔ رو کر انسانیت کے درد کی فریاد کرتا تھا اور گھر جا کر مطالعہ اور تحقیق سے جو وقت بچتا تھا اس میں اللہ کے حضور گڑ گڑاتا تھا۔

چشم فلک نے اس مرتبہ ایک عجیب نظارہ دیکھا۔

جولوگ اسے انتہائی ذہین آدمی سمجھتے تھے وہ دیوانہ بنانے لگے۔ جو اس کی پارسیائی کی تمہیں کہاتے تھے وہ موقع پرست اور حکومت کا پٹھو کہنے لگے اور جن کو کل تک اس کے متفق ہونے کا پورا یقین تھا وہ گمراہ کہہ کر پکارتے لگے۔ بہت سے افراد متفق بھی ہوئے اس کی باتیں سننے کے لیے اس کے پاس آنا شروع کیا لیکن — اس کے مشن کا ساتھ دینا بے یار و مددگار تو خطرات اور اجلہ اور آزمائش سے بڑھ کر نظر آتا تھا۔ ستائش اور بے خواہی تک تو ٹھیک لیکن داعی بننا سرفروشی کا جذبہ بھی چاہتا تھا۔ اس کے لیے وہ ابھی تیار نہ تھے۔ آج صورت چند سرچھ ہے اس کے ساتھ ہیں جنہوں نے اس کی رہنمائی میں دین کے لیے اپنے گھپ کو وقف کر دیا ہے۔

اس شخص کو اہل رام پور شمس نوید عثمانی کے نام سے جانتے ہیں۔

ایس۔ عبداللہ طارق



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حق ادا کرو!

مولانا شمس زید عثمانی کی ایک تقریر کے چند اقتباسات بطور پیش لفظ

حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا میں اپنے افاضائیں مطلب یہ سمجھا ہوں۔
حساب کے دن ایک شخص کو احکم الحاکمین کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ عمر بھر کب سے کیے
تھے۔ ہاتھ پر بڑا سا کڑہا پر لگیا تھا۔ جسیمات پڑھتے اور گزرتی تھی۔ مگر مالک کے مزاج کو نہیں پہچانا۔
آدمی سے محبت نہیں کی۔ اس کی سب سے محبوب مخلوق۔

تو جانے ہو کیا ہوگا؟

اللہ پوچھے گا۔ "تم کون؟" "تم میرے کیسے دوست ہو؟" "میں بھوکا تھا میں نے
روٹی مانگی تھی۔ تم نے روٹی نہ دی؟"

کہا۔ "پروردگار! یہ کیا سن رہا ہوں؟ میں نے تو یہ پڑھا تھا کہ تو کھلانے والا
ہے۔ کھانا نہیں؟"

لیجئے رقص کسل گئی علم کی۔

جواب ملے گا۔ "ہاں۔ لیکن وہ میرا بندہ جو بھوکا تھا۔ تم نے اسے روٹی کیوں نہ
بھیجی؟ اگر اسے دیتے تو آج اسے میرے پاس پاتے؟"
میں اس حدیث کا مطلب یہ بھی سمجھتا ہوں کہ —

اللہ تعالیٰ ہم لوگوں سے پوچھے گا۔ "میں جسک رہا تھا۔ تم نے مجھے راستہ نہیں بتایا؟"

لگ کہیں گے۔ پر دروگاہ! آپ کب بھٹکتے ہیں؟

فرمائے گا: "میرے بندے بھٹک رہے تھے اور قرآن شریف کا روحانی رزق تھا انہیں پاس تھا۔ محمد کے کردار کی زندہ تصویر تھا اسے پاس تھی۔ کتنے انسان تھے۔ بست پرش کو ڈھونڈ رہے تھے۔ علی حقیقت تلاش کر رہے تھے۔ وہ جو بھٹک رہی تھی ایک قوم اور مسلم کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ اگر تم اسے دیتے تو آج میرے ہاتھ میں پاتے۔"

علم بغیر اساتذ کے بیکار ہے۔ تمہارے پاس قرآن کا علم ہے۔ اسے اللہ کے رسول سے لیکو۔ ان کی سنت سے سمجھو۔

ہمارے ساتھ رہنے والی قوم۔ ہمارے پڑوسی مذہب کو ماننے والی قوم کے پاس بھی گیان کی ایک کتاب ہے۔ لیکن بغیر روکے گیان کچھ نہیں کر سکتا۔ اس قوم کے مذہب میں لکھا ہے۔ گردو
साक्षात् लक्षणा
مذہب میں یہ خرابی پیدا ہوگی کہ ان کا پیغمبر کھو گیا۔ بندوں کو یہ نہیں معلوم کہ پیلا پیغمبر کون تھا ان کا۔ نہایت دھارمک قوم ہے۔ نہایت اعلیٰ درجے کی قربانی دینے والی قوم تو وضو کرتے ہوئے
کو۔ وہ بھی کبھی کبھی۔ وہ رات کو اٹھان کرتے ہیں۔ جو بندو میں وہ بت کے لیے رات کو اٹھتے
ہیں تین بجے۔ اور تم خدا کے لیے صبح کو نہیں اٹھتے؟ ہمارے پاس اور تو کچھ ہے نہیں۔
ایک کلام ہے خدا کا۔ اور تو سب ہم کھو چکے۔ کم از کم یہ ان انسانوں تک پہنچا دو جو اسے ڈھونڈ
رہے ہیں۔ اس کی مدد سے ان کا رسول ڈھونڈ کر دے دو انہیں۔ تین بجے اٹھنے والی
قوم کو اگر اس کے پیغمبر کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ اپنے کلمے کی حقیقت معلوم ہو جائے
اور یہ پتہ چل جائے کہ ان کا اصل خدا کون ہے تو جو نقلی خدا کے اصل بندے بن سکتے ہیں
وہ اصل خدا کے کیسے اعلیٰ درجے کے بندے ہوں گے۔

جس کی دعوت کرنا ہو اسی کے کھانے کو تیار رکھنا پڑے گا۔ کبریٰ کو کھلانا ہو تو
کیا گوشت دو گے؟ ہر ایک کی خدا انگ ہے۔ ہر قوم کا دھارمک بھوجن 'स्वभाव' اور
مزاج انگ ہے۔

اس قوم کا ایک مزارع ہے۔ اگر ان کو یقین ہو جائے کہ کوئی ان کے گمان کو جانتا ہے اور اتنا جانتا ہے کہ اس کو اصل گمان ہے تو گمان کے آگے سر ٹیک دیتے ہیں۔ قدر دان کا معاملہ ہے۔ ناقدری نہیں کریں گے۔ مگر یہ فرزندِ بدیخیں گے کہ پریم سے کر رہا ہے یا کاروبار کر رہا ہے اخلاص کے بغیر نہ خدا قبول کرتا ہے نہ بندہ۔ نہ شکام یوگ (بے لوث قربانی) چاہیے، نہ سکاؤنگ (بدے کی تستا کے ساتھ قربانی) پر لعنت۔ بندے کی طرف سے بھی اور خدا کی طرف سے بھی خلوص کا یقین دلانا ہوگا۔ لیکن جب ہوگا جیسی تو دلاؤ گے!

قرآن سادے مذہبوں کو دھونے والا ہے۔ ہر دھونے والے کا احسان مانا جاتا ہے اس دھونے والے کا نہیں مانتے؛ کیوں کہ ہم نے ثابت ہی کیا ہے کہ دوسروں کو دھویا اس نے۔ کسی کے گمان کو دھو کر تو دکھاؤ۔ جیسی تو کہے گا تم نے دھویا۔ اپنے ہی کپڑے دھورہے ہو۔ دھو کر دکھاؤ کہ۔
 "ایکم ایم اور دوسریم" (ایک ہے اور دوسرے کی شرکت کے بغیر ہے) کیا ہے؟ یہ برہم سوتر کہلاتا ہے۔ کلمہ کہلاتا ہے۔ ہم مسلمان کلمے کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتے۔ آپ ہندو کیسے ہو گئے؟ اگر میں لا الہ الا اللہ کا انکار کروں کافر ہو جاؤں گا۔ تم اپنے کلمے کو ماننے بغیر ہندو کیسے ہو؟

میں نے ایک ہندو بھائی سے کہا: "ایکم برہم دوسرے ناستے۔ زیہہ نا۔ ناستے کچن" (ایک ہی خدا ہے دوسرا نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ ذرا سا بھی نہیں ہے) پہلے اس پر ایمان لاؤ۔ جیسا کہ ہندو ہوتے۔ یہ تو دید کا کلمہ ہے۔ اور ہم اسے پڑھ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا میں اسے پڑھتا ہوں۔ "ایکم برہم....." اب میں اسے دوسری بھاشا میں پڑھتا ہوں۔
 There is no god but God. One without second. میں نے کہا۔

پھر اسے ایک اور بھاشا میں پڑھتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ۔ وحدہ لا شریک لا؟ میں نے تین زبانوں میں خدا کی گواہی دی۔ تین بار انعام ملے گا۔ مسیحی ایسا صاحب بیٹھے تھے انھوں نے بھی پڑھا۔ جولا نا اسماعیل بیٹھے تھے انھوں نے بھی پڑھا۔ اب میں نے اس ہندو بھائی سے کہا۔ کیا اس میں کوئی فرق ہے؟ کہا، کچھ نہیں؟ میں نے کہا، کیا آپ بھی عربی میں پڑھ سکتے ہیں؟ جیسے ہم

نے ڈٹ کر سنسکرت میں پڑھا۔ اس نے کہا، کیوں نہیں؟ اس نے کلمہ پڑھا۔
 آج کا نوجوان کلمے ذہن کا ہے۔ لیکن علم کی روشنی میں حیران کی بات کرو۔ قرآن سے
 دھوکر ثابت کرو۔

میں ایک ہندو گیسٹ کی پاس گیا۔ میں نے کہا، آپ کے پاس لوگ مورتیاں دیکھتے آتے
 ہیں یا تراپر۔ بتائیے ہمارے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا؟ ہم کس لیے آئے ہیں؟ ہم بھی ایک مورتی
 کی وجہ سے آئے ہیں؟

کہنے لگے۔ آپ کے یہاں تو مورتی نہیں مانی جاتی؟

میں نے کہا۔ آپ خود مٹی سے بنے ہیں۔ یہ خدائے آپ کی مورتی بنائی ہے۔ میں اپنے خدا کی بنائی
 ہوئی مورتی کے درشن کرنے آیا ہوں۔ آپ کے دھرم میں یہ حکم ہے کہ ناک کے اگلے حصے پر نگاہ جماؤ اور
 کسی طرف نہ دیکھو۔ ہر اس جگہ دیکھا جا رہا ہے جہاں منہ کیا گیا تھا اور اس جگہ دیکھنے کو تیار نہیں جانا
 کہا گیا تھا؟

میں نے کہا۔ ہم سب سے میں اس ناک کی طرف نگاہ جلاتے ہیں۔ اپنی مورتی کو دیکھ کر وہ
 مورتی کا یاد آتا ہے۔ یہ پورا برہمانہ (سنسار) خدا کا ایک مندر ہے۔ مسجد ہے۔ جو چاہی کہہ لیں
 اس میں خدا کی بنائی ہوئی مورتیاں ہیں۔ ان کو دیکھ کر خدایا داتا ہے۔ ہم جو بنائیں گے اسے دیکھ کر
 ہم یاد آئیں گے۔ ہر چیز اپنے بنانے والے کی یاد دلاتی ہے۔ اس خدا کی بنائی ہوئی اپنے جسم کی مورتی
 کی ناک کے اگلے سرے پر نگاہ جما کر ہم یہ سوچتے ہیں کہ۔ اے اس زلفہ مورتی کو بنانے والے مورتی کا
 ہمارا پوجیہ (عبود) تو تو ہے اور اس کو پون (پوا) سے پالنے والے۔ ہمارا پورا دھار تو تو ہے اور
 اس ہوا کو روک کر مارنے والے تو ہی ہماری جان کا مالک ہے۔ تو ہی ہمارا برہما ہے۔ ہمارا پیدا
 کرنے والا ہے۔ ہمارا دشمن بھی تو ہی ہے۔ ہمیں پاتا ہے اور تو ہی ہمارا شیو ہے۔ ہمیں موت
 دیتا ہے تو ہی ہلا کرتا۔ تو ہی ہمارا بھرتا۔ تو ہی ہمارا بنہرتا رانے والا۔ تیرے ہی ہاتھ میں پیدائش
 تیرے ہی ہاتھ میں زندگی۔ تیرے ہی ہاتھ میں موت۔

یہ جو کہا تو ان پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔

جس پڑوسی کا حق ادا نہیں کیا، حضور نے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ مسلمان نہیں۔ پانے کے مختلف ہم نہیں ہیں لیکن جو ہم کر سکتے تھے وہ کریں۔ ایک روٹی ہے تو آدمی واجب ہو گئی۔ اگر صرف ایک لکڑی کی بات بتانے کی طاقت ہے تو اتنا ہی کر دیں۔ اگر اتنا کر سکتے ہیں کہ دو چار ویدانت کی گتھیاں کھول دیں تو یہ کریں۔ لیکن اگر آپ اپنے لیے صلح کر رہے ہیں اور پڑوسی کو نہیں دے رہے تو آپ کی آدمی روٹی حرام ہو گئی۔ پڑوسی میں مذہب کی قید نہیں۔
 تو میں تو مومن کی پڑوسی ہوتی ہے میں۔ مذہب مذہب کا پڑوسی ہوتا ہے۔ پوری دنیا تمہاری طرف دیکھ رہی ہے کہ حق ادا کرو۔



ڈوبتے ہوئے سورق نے کہا۔ میرے بعد اس دنیا میں رہنا ان کون کسے گا؟ کوئی بے خوفلتوں کے خلاف جدوجہد کرنے کی ہمت رکھتا ہو؟
 اور پھر ایک نسل بنا جو اپنے آگے بڑھے کر بولا۔ میں یہاں ہجر کو شہنشاہ کروں گا!

آغاز سخن

الحمد لله مولانا شمس زید عثمانی کے پندرہ سالہ فکر اور مطالعہ کے ایک جزو کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ ان مضامین کا سلسلہ اخبار نوٹمی دہلی میں قسط وار شروع ہوا تھا۔ ان کی مقبولیت اور افادیت کو دیکھتے ہوئے ہندوئی ترمیمات اور بہت سے اضافوں کے بعد ہماری یہ کوشش حاضر ہے۔

میں نثر ادیب ہوں نہ مصنف۔ اپنی محدود صلاحیتوں کے ساتھ یہ خیال بھی آتا ہے کہ مخاطبین کی اکثریت مختلف مسلکوں سے وابستہ لیکن افراد پر مشتمل ہے جن سے ایک مذہب میں رہتے ہوئے باہمی تعاون کی توقع تو درکنار ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے مسلک کو ہی مذہب کا درجہ دے رکھا ہے۔ اگر خدائے بزرگ و بزرگابے پایاں کرم شامل حال نہ ہوتا اور اپنے بہت سے ساتھیوں کا ہمہ وقت تعاون حاصل نہ ہوتا تو میں ہرگز اس قابل نہ تھا کہ مولانا کی خدمات کو تحریری شکل میں مرتب کر سکتا۔ جن کو میں نے پچھلے ایک سال کے دوران مولانا کی مختلف گفتگوؤں کے ٹیپس **TAPES** ان کے کھاتے ہوئے نوٹس **NOTES** حوالوں اور زبانی تشریحات کے مجموعہ میں سے ترتیب دیا ہے۔

موجودہ پیش کش میں اگر کچھ حقے ناقابل فہم رہ گئے ہوں تو یہ نقص مولانا کے مطالعو اور تحقیق کا نہیں بلکہ راقم الحروف کی محدود صلاحیتوں پر اس کی تمام تر ذمہ داری ہے۔

یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ان مضامین کا مقصد نہ تو عام مسلمانوں کو دیر پڑھنے کی ترغیب دینا ہے اور نہ دلچسپ معلومات فراہم کرنا بلکہ دعوت دین کے اس رخ کی طرف متوجہ کرنا اصل مقصد ہے جس کی طرف اب تک توجہ نہیں دی جاسکی ہے۔ اگر چند قلوب میں ہم اصل کام کرنے کی ہلکی سی رتق بھی پیدا کر سکے تو یہ ہماری بہت بڑی خوش نصیبی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہماری محنت قبول فرمائے۔ اور ہمارے لیکن تمام معاونین اور دعا گو حضرات کو

اجر عطا فرمائے۔ جن کی بیش قیمت مدد کے گواہ اس کتاب کا ہر ہر لفظ ہیں۔ آمین !!!

دعاؤں کا طالب؛ امیس۔ عبد اللہ طارق

انقلاب کی پیشین گوئی

کعبہ کی بے حرمتی | بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضے کے حادثے پر متذکر عالم دین مولانا سید علی میاں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

یہ شرمناک شکست اور ساری دنیا کے سامنے رسوائی آخر کیوں ہوئی؟ جبکہ کل تک نصرت الہی ان کے جلو میں تھی۔ معجزے رونما ہوتے تھے۔ آسمانی لشکر ان کے لیے اترتے تھے۔ اس دن سے آج تک دنیا کے تمام مسلمان ہاتھ اٹھا کر فریاد کر رہے ہیں کہ اسے پروہنگا قبلہ اولیٰ ہیں واپس دلادے۔ لیکن دعائیں خالی واپس آ رہی ہیں۔ شاید نصرت آنا پرخمج بند ہو گئی۔ حالات مزید بگڑتے گئے۔ یہاں تک کہ بیت الحرام کی بے حرمتی بھی شروع ہو گئی۔ یکم محرم سنہ ۱۹۹۹ء کا نخوس دن محمد بن عبداللہ قحطانی کے دعویٰ مہدیت سے شروع ہوا اور آنے والے پندرہ دن ۱۴۰۰ سالہ اسلامی تاریخ کا تاریک ترین دور بن گئے۔ جن میں بیت الحرام انسانی خون سے نہلایا جاتا رہا۔ کعبہ کی دیواریں گولیوں سے چھلنی ہوئی رہیں اور نگار پندرہ دن کعبہ نماز اذان اور طواف سے محروم رہا۔ ان پندرہ دنوں میں مسلمانانِ عالم کی نگاہیں غیبی لشکروں کے انتظار میں آسمان کو تلتی رہیں۔ پہلے بھی تو بارگاہِ رب العزت کی طرف سے اپنے گمراہی کی حفاظت کے لیے ابراہیم کے لشکر کو تباہ کرنے

کے لیے مدد آئی تھی۔ اس مرتبہ ابابیل کی فوج نہ آئی۔ اللہ کا غمیرہ ۱۴۰۰ سال پہلے ہی بتا چکا تھا کہ اس گھر کے پاسبان ہی جب بے حرمتی پر اتر آئیں گے تو رستی میں ڈھیل دی جائے گی اور انھیں اپنے نامہ اعمال پر مزید کالک پلٹنے کا موقع دیا جائے گا۔ البتہ امت عالم کے منصب کے اہل وہ نہ رہ جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ شخص رکن رجب (سود) اور مقام (مقام ابراہیم) کے درمیان بیعت لے گا اور اس گھر (کعبہ) کی بے حرمتی اس کے گھر والوں کے سوا کوئی نہیں کر سکے گا۔ پھر جب اس کی بے حرمتی ہو جائے تو یہ مت پوچھنا کہ اب عرب کب ہلاک ہوں گے۔

یہ روایت ازہقی نے ہی تاریخ مکہ میں درج کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔

حادثہ کعبہ کی پندرہ روزہ تاریخ گواہ ہے کہ نقلی مہدی نے حجرِ اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اپنی بیعت لی تھی۔ ایک اور حدیث ذہن میں تازہ کریں۔
 حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سچوں کے مسلم سچے تھے سنا کہ آپ نے فرمایا — میری امت قریش کے سر بھرے نوجوانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگی۔

واقعات گواہ ہیں کہ کعبہ کے حادثے کے ذمہ دار افراد کی ٹولی میں شامل ہام لوجوان تھے جو بیس اور بائیس سال کی عمر کے درمیان تھے۔ اتنا ہی نہیں اس قیامت ارٹھی کی شروعات کا باعث کون شخص ہوگا۔ یہ پیشین گوئی بھی کی جا چکی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک قحطان سے ایک شخص نمودار نہ ہو لے گا جو لوگوں کو اپنے عصا سے اٹکے گا۔

مولانا احمد علی سہارنپوری نے بخاری شریف کی اس حدیث کے حاشیہ میں تحریر کیا

ہے:

انسانوں کو جانوروں کے گٹے کی طرح ہنکانے کا مفہوم انھیں سحر کرنا ہے جس کا اشارہ حکومت و اقتدار کی طرف ہو سکتا ہے۔

مولانا علی میاں کا یہ تجزیہ نہ صرف نبی کا آنا بند ہو گیا، کیا مسلمانانِ عالم کے لیے تازیانہ نہیں ہے؟ اور رسول اکرمؐ کی اپنوں کے ہاتھوں میں

کی بے حرمتی کے بعد عربوں کی ہلاکت کی پیشین گوئی پر اگر ہم ایمان رکھیں تو کیا غیر عالمی سطح پر بہت بڑی تبدیلیوں کی حامل نہیں ہے؟ مسلمانانِ عالم کی زبوں حالی کی داستان پر نظر ڈالیے۔

مسلمان نہ صرف آج ان ممالک میں جہاں وہ اقلیت میں ہیں بلکہ مسلم اکثریت والے ممالک میں بھی عبادت گاہوں کے عدم تحفظ، جان و مال، عزت اور سیاسی اور معاشی ہر طرح کے مسائل سے دوچار ہیں۔ سبھوپال کی گیس ٹریجڈی، جبل پور و جمشید پور سے شروع ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کا لاتینا ہی سلسلہ، بابر می مسجد کا المیہ، نیشیا چین، روس، منگولیا، برما اور یوگوسلاویہ کے مسلمانوں پر مظالم، پاکستان کے نسلی فسادات اسرائیل کے ہاتھوں دس گنی زیادہ تعداد والے عربوں کی پامالی، عربوں کے فلسطینیوں پر مظالم اور پھر فلسطینیوں کا آپس میں ہی ایک دوسرے کو ہلاک کرنا، ترکی، مصر، شام، لیبیا، انڈونیشیا اور ملائیشیا میں بہت بڑے پیمانے پر اسلامی تنظیموں کے افراد پر مظالم، افغانستان کے مسلمانوں کی آہ و بکا، ایران و عراق کی دس سالہ جنگ میں کام آنے والے بے گنتی افراد، ایتھوپیا کا بھیانک قحط، یورپ، افریقہ و ایشیا کے بہت سے دیگر ممالک کے مسائل میں گرفتار مسلمان..... ذلت کی یہ تصویر کیا پیش کر رہی ہے؟

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ اور امتیں تمہارے اوپر پے در پے آئیں گی جیسے کھانے والے کٹورے پر آتے ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ ہم لوگ شاید اس زمانے میں کم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ تم اس زمانے میں بہت بڑی تعداد میں ہو گے لیکن تم ایسے ہو گے جیسے دریا کے پانی پر جھاگ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہیبت کو دشمنوں کے دلوں سے نکال ڈالے گا اور تمہارے دلوں میں سستی ڈالے گا۔ ایک شخص بولا: یا رسول اللہ! سستی کیوں ہوگی؟ فرمایا: دنیا کی الفت اور موت کے خوف سے۔

کیا اصل عذاب ابھی باقی ہے؟ | لیکن یہ حالات اگر عذاب کا صحت پیش خیمہ ہوئے تو ہا اگر اللہ کا عذاب اس سے بھی سخت ہوا تو پچھلی نافرمان قوموں پر جب اللہ کا عذاب آیا تو وہ صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں..... کیا امت محمدی کو اس انجام سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ قرآن حکیم سے معلوم کیجئے۔

ترجمہ: "آسمان سے زمین کی طرف وہ ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر یہ امر اس کے پاس ایک دن میں لوٹے گا جس کی مقدار تمہارے شمار میں ایک ہزار سال کی ہوگی، یہ عذاب بہت سے مفسرین اس آیت سے مراد قیامت کے دن کو لیتے ہیں۔ حالانکہ سورہ معارج میں قیامت کے دن کی مقدار ۱۰۰ سال کا مقدار ۵۰ سال کا مقدار ۱۰۰ سال کا مقدار ۱۰۰ سال کا بیان ہوئی ہے یعنی وہ ایک دن تمہارے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اللہ کا امر نافذ ہونے والا ایک دن قرآن مجید نے ایک ہزار سال کے برابر بتایا ہے۔

اس ایک دن کی تشریح سورہ حج کی آیات ۴۶، ۴۷، ۴۸ میں دیکھیے۔
ترجمہ: سو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کر ان کے دل ایسے بوجاتے جن سے

یہ سمجھنے لگتے یا کان ایسے ہو جاتے جن سے یہ سننے لگتے۔ اصل یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ دل جیسیوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں اور آپ سے یہ لوگ عذاب کی جلدی محاسبہ میں (یعنی عذاب کی خبر پر یقین نہیں کر رہے ہیں) دراصل حالانکہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور آپ کے پروردگار کے پاس ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے مطابق۔ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں میں نے مہلت دی تھی اور وہ نافرمان تھیں پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری طرف رتب کی، واپسی ہے۔

سورہ سبأ کی آیات ۲۹-۳۰ بھی ملاحظہ ہوں۔

ترجمہ: ”اور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا۔ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک دن کا وعدہ ہے۔ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے بٹ سکتے ہو نہ (ایک ساعت) آگے بڑھ سکتے ہو۔“

قیوں مقامات کی آیات کو سامنے رکھ کر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا ان سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اللہ زمین پر جو نظام سسٹم نافذ کرتا ہے وہ اس کو اپنے ایک دن یا ہمارے ایک ہزار سال کے بعد اٹھا لیتا ہے اور پھر نئی تدبیر بھیجتا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ عذاب صرف پھیل امتوں کے لیے ہے اور اب حشر تک کے لیے مہلت ہے وہ یہ جان لیں کہ ایک ہزار سال کی مدت کا اللہ کا وعدہ ہے۔

ابھی جلدی نہ کیجئے۔ ابھی یہ نہ پوچھیے کہ ایک ہزار سال تو گذر چکے، مہلت اس کے بعد کیوں ملی ہوئی ہے، ابو داؤد کی مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ کیجئے:

”حضرت سعد بن وقاص نبی کریم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”یقیناً میں امید رکھتا ہوں کہ میری امت اپنے پروردگار کی نظر میں اتنی عاجز اور بے حقیقت بنیں جو جائے گی کہ اس کا پروردگار اس کو آدمی کے دن کی بھی مہلت عطا نہ کرے؟“ حضرت سعد بن وقاص سے پوچھا گیا کہ ”آدھا دن کتنا ہوتا ہے؟“ انہوں نے جواب دیا کہ ”پانچ سو سال۔“

شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق کے مطابق دنیا میں یہ امت آنحضرتؐ کے وصال کے بعد پندرہ سو سال تک رہے گی۔ ۱۔

مقررہ مدت کے بعد مزید مہلت کا ذکر سورہ الشعراء آیات ۲۶۳ تا ۲۰۹ میں ملتا ہے۔
تبدیلی قوم کی وعید | اب یہاں ایک بہت بڑا الجھن فکری ہے کہ ہر رسول کے آنے کے بعد اس کی امت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے

ہوئے تازہ ترین علم کی رہنمائی میں پھیلی تمام قوموں کے سردار کے لیے کھڑی ہو۔ یہی امامت عالم کا منصب کہلاتا ہے۔ آنحضرتؐ کی بعثت کے ساتھ ہی بنی اسرائیل کو معزول کر کے امت محمدیؐ کو تاقیامت دنیا کی قوموں کی امامت عطا کی گئی تھی۔ اب رہتی دنیا تک کوئی نیا نبی نہیں آتا تھا اور امت محمدیؐ کو دنیا کے بگاڑ کو دور کرنے کا کام انجام دینا تھا۔
 کیا امت موجودہ حالت زار میں اس منصب کی اہل ہے ؟

لیکن امامت تو برقرار رہنا چاہیے کیونکہ رسول اکرمؐ خاتم النبیین میں ہیں۔
 تمام کڑیاں پھر یکجا کیجیے۔

امت محمدیؐ پر پندرہ سو سال بعد مناب کی نذیر۔ کعبہ کی بے حرمتی کے بعد عربوں کی دروہانی، ہلاکت کی خبر معزول کے تمام آثار۔ لیکن امامت عالم پھر بھی برقرار۔ !
 لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے۔ لیکن کیا یہ تمام خبریں ایک ہی جانب اشارہ نہیں کر رہی

ہیں۔ ؟
تبدیلی قوم۔ جس کی قرآن پاک نے متعدد مقامات پر پیشین گوئی کی ہے۔ یعنی امت محمدیؐ امامت عالم کے منصب کی دوبارہ اہل بنے گی۔ ایک دوسری قوم کے اسلام قبول کرنے کی شکل میں۔
 تبدیلی قوم سے متعلق چند آیات کے ترجمے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ یہ وضاحت علامہ نواب قطب الدین خان دہلوی نے حکوٰۃ شریف کے باب قرب الساعتہ میں درج اس حدیث کی آرد و شرح میں کی ہے۔

ترجمہ: "اگر وہ چاہے تو اے لوگو تم (سب) کو لے جائے اور دوسروں کو لے آئے" اور اللہ اس بات پر قادر ہے۔ ۹۰

ترجمہ: "یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو جس کا انعام کسی قوم پر کر چکا ہو انہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہی لوگ اس کو نہ بدل دیں۔ جو کچھ ان کے پاس ہے۔ بیشک اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔" ۹۱

ترجمہ: "سو تم میں سے بعض وہ ہیں جو نخل کرتے ہیں (یعنی مال کی محبت میں گرفتار ہو گئے ہیں) حالانکہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے اور جو کوئی نخل کرتا ہے خود اپنے نفس سے نخل کرتا ہے۔ اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ تم سب اس کے محتاج ہو۔ اور اگر تم رُوگردانی کر دو گے تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔" ۹۲

ترجمہ: "اور ان (آیتوں) میں سے آخرین رکے لیے بھی آپ کو مبعوث کیا، جو اجماعاً ان رسپہلوں میں شامل نہیں ہوئے ہیں اور وہ (اللہ) بڑا زبردست حکمت والا ہے۔" ۹۳

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے سو اللہ عنقریب ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جو اللہ سے محبت کرتے ہوں گے اور اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا۔ ۱۰۰ ایمان والوں پر مہربان ہوں گے اور انکار کرنے والوں کے مقابلے پر سخت ہوں گے" اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرے اور

اللہ بڑی وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔" ۹۴

ترجمہ: "اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں ایک دردناک سزا دے گا اور تمہارے بدلے ایک

۱۳۳ سورہ نسا، آیت ۱۳۳ ۹۵ سورہ الفال آیت: ۵۳ ۹۶ سورہ محمد: ۳۸

۹۷ سورہ محمد: آیت: ۳ ۹۸ سورہ المؤمنہ: آیت: ۵۳

دوسری قوم نے آئے گا اور تم اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے؛
 کیا نعوذ باللہ یہ بابا بار دوسری قوم لانے کا ڈراوا بھیرا آگیا، والی پکار ہے۔ ہ
 بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ ہم اور آپ کنہا ہی چاہیں مشیت ایزدی میں تبدیلی نہیں
 لاسکتے۔ ہاں اس کی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے کہ مذاب میں پکڑے جانے والے لوگوں میں ہم شامل نہ
 ہوں اور جس قوم کو انعامتِ محمدی کے دوسرے حصے کی شکل میں توہوں کی سربراہی کا اعزاز عطا
 فرمائے گا اس قوم کے ایمان لانے میں ہماری کوششیں بھی شامل ہوں۔ بشرطیکہ ہم یہ جان سکیں
 کہ اس خوش نصیبی کی سختی کون سی قوم ہو سکتی ہے۔ سنتِ رسول سے تو ہمیں یہی رہنمائی ملتی ہے۔
 دیکھیے..... جب حضرت ابوذر غفاریؓ مکہ میں آئے حضرت کے ہاتھ پر شرفِ اسلام
 ہوئے تو آپ نے فرمایا، مجھے ایک ایسی سرزمین کی طرف نشانہ ہی کی گئی ہے۔ جہاں نخلستان
 ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ جگر بیڑب (مدینہ) کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ کیا تم میرا پیغام اپنی قوم
 میں پہنچاؤ گے؟ شاید کہ وہاں کو فائدہ بخشنے اور تمہیں بھی اس کا اجر ملے؟ ۱۷
 معلوم ہوا کہ اگر پہلے سے یہ علم ہو جائے کہ فلاں قوم تبدیل ہو کر دائرہ اسلام میں داخل
 ہونے والی ہے تو ان میں کام کرنے میں سبقت کرنے والوں کا خصوصی ماجر ہے۔

کیا ہم اللہ کے نزدیک مومن ہیں؟ | آگے بڑھنے سے پہلے اپنے ذہن سے
 اس غلط فہمی کو نکال دیں کہ لآئِلَہِ
 اِلٰہِ اِلَّا اللہ، صوف زبان سے کہہ دینے کے بعد جنت ہم پر واجب ہو گئی۔ یہی تو یہودی کہا
 کرتے تھے کہ ہم اگر دوزخ میں گئے بھی تو تمہاری مدت کے لیے ادا اپنی غلطیوں کی سزا
 کے بعد دائمی جنت میں آجائیں گے۔
 ایک متفق علیہ حدیث ہے کہ:

۱۷ سورہ توبہ، آیت: ۳۰ ۱۸ مسند احمد، مسلم، جرانی، بحوالہ، سیرت سرور عالم

جلد دوم، سید ابوالحسن علی ہمدانی، مطبوعہ اشاعت اسلام ٹرسٹ، دہلی، ص ۵۰۹، ۱۹۹۹ء

رسول اللہ نے فرمایا: تم لوگ ہو سہو پھلی امتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: پھلی امتوں سے مراد کیا ہو دی اور نصرانی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟ کوئی نہیں جانتا کہ اللہ کے نزدیک ہم میں سے کتنے مومن ہیں اور کتنے منافق اور کتنے علی کفر کرنے والے۔ منافق کی تعریف کھنے کے لیے حضرت عمرؓ کی مثال تازہ کریں۔ اپنے در خلافت میں آپ ایک دن صاحب سبز رسول حضرت حذیفہؓ کا دروازہ کھٹکتا ہے۔ چہرہ دھواں دھواں ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم کھا کر کہو جو میں پھول کا پتہ بناؤں گا؟ حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا: پوچھیں امیر المؤمنین؟ کہا: نہیں اللہ کی قسم کھاؤ کہ پتہ کبھی جواب دوں گا؟ پھر انتہائی مضطرب انداز میں سوال کیا کہ تمہیں رسول اللہ نے مدینہ کے تمام منافقین کے نام بتائے تھے۔ پتہ کہنا ان میں میرا نام تو نہیں ہے؟ اللہ اللہ! سیدنا عمرؓ بن خطاب جن کو دنیا میں جنت کی خوشخبری دی جا چکی ہے ان کو اپنے منافق ہونے کا خوف ہے۔ فرماتے تھے:

ایمان خوف اور امید کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ دنیا کے تمام لوگ جنت میں داخل ہونے والے ہیں سوائے ایک شخص کے تو مجھے خوف ہے، گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں اور اگر ایک شخص کے سوا تمام لوگ دوزخ میں ڈالے جا رہے ہوں تو میں اللہ کی رحمت سے یہ امید رکھوں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

ذرا سمجھیے تو سہی۔ ایمان اور نفاق کا معیار اگر اس کا دسواں حصہ بھی قرار دیا جائے تو امت مسلمہ میں کتنے مومن نکلیں گے اور منافقین کو قرآن نے جہنم کے سب سے نچلے درجے کی وعید سنائی ہے۔

اب آئیے اس قوم کی تلاش کی طرف جیسے پروردگار نے وہ کون سی قوم ہو سکتی ہے؟ عالم قزموں کی امامت کے منصب پر فائز کرنا چاہتا

ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول نے تبدیلی کی خبر اور وقت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے تو یقیناً

اس قوم کی نشاندہی بھی کی ہوگی۔ تبدیلی قوم کی جن آیات کے تراجم اور نقل کیے جا چکے ہیں ان کی مختلف تفاسیر پر نظر ڈالیں۔

سورہ محمد آیت ۳۸ کے ذیل میں عبدالرزاق، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی..... "اور اگر تم پیٹھ پھیر دگے۔" تو صحابہؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آخر یہ کون لوگ ہیں جو اس وقت ہماری جگہ بدل کر آئیں گے جبکہ ہم نے پیٹھ پھیر دی ہو اور مزید یہ کہ وہ ہم جیسے نہ ہوں گے۔" تب حضورؐ نے حضرت سلمانؓ کے کندھے پر ہتھکی دی اور فرمایا: "یہ ہے وہ اور اس کی قوم ہے وہ۔ اور قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو فارس کے یہ لوگ وہاں تک اسے ڈھونڈتے ہوئے پہنچ جائیں گے" ۱۷

سورہ جمعہ آیت ۳ کے ضمن میں بھی اسی مضمون کی روایت بخاری میں آئی ہے۔ سورہ مائدہ کی آیت ۵۴ کے ذیل میں تفسیر فتح القدر میں ہمیں جو روایات ملی ہیں ان کو ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

ابن جریر نے شرح ابن عبید سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی تو حضرت عمرؓ نے سوال کیا: "یا رسول اللہ! کیا میں اور میری قوم مراد ہے؟" فرمایا: "نہیں۔ بلکہ یہ شخص اور اس کی قوم" یعنی ابو موسیٰ اشعریؓ۔ عیاض الاشعری سے روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "یہ شخص اور اس کی قوم" ۱۸

۱۷ تفسیر فتح القدر۔ ج ۵ ص ۴۱

۱۸ اس حدیث کو ابن سعد، ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں، عبد بن حمید، ترمذی اور بیہقی نے دلائل میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔

■ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور کے سامنے یہ آیت تلاوت کی تو حضور نے فرمایا: اے ابو موسیٰ اشعری یہ تیری قوم ہے، میں کی قوم! ۱۷

■ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت پر فرمایا: وہ اہل میں کی قوم میں سے ہیں ۱۸
سورۃ توبہ آیت ۳۹ کے ذیل میں تفسیر فتح القدیر جلد دوم ص ۳۴۵ پر علامہ شوکانی لکھتے ہیں:
۱۰ اور اس پر اختلاف رائے ہے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ چنانچہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ میں والے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ فارس والے ہیں اور دلیل کے بغیر اس جگہ کے تعین کی کوئی شکل نہیں ہے۔ ۹

اب آپ غور فرمائیں کہ کیا (نعوذ باللہ) اللہ کے سچے رسول مختلف موقعوں پر مختلف صحابہ سے الگ الگ قسم کی متضاد باتیں کہہ سکتے تھے کہ حضرت سلمان فارسیؓ سے ان کے منہ پر اہل فارس (ایرانی) کو بتادیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جو میں کے رہنے والے تھے ان کے سامنے اہل میں کہہ دیا؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے (علامہ آپ کی زبان پر ہمیشہ حق بولتا تھا) تو پھر ہمیں ان دو بظاہر متضاد قسم کی روایات میں تطبیق ڈھونڈنا پڑے گی۔ دنیا میں صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں یہ دونوں قومیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ اہل فارس (ایرانی) آریں نسل کے لوگ تھے اور شمالی ہندوستان میں آریں نسل کے لوگ آکر آباد ہوئے۔ جنوبی ہندوستان کے دراوڑ نسل کے باشندوں کی بہت بڑی تعداد میں آباد تھی۔ بدھ مت کو ماننے والی مذہبی قومیں مید، سباجو، سیاجو اور احامرہ نامی قومیں بھی میں میں آباد تھیں۔ ۱۱ اور وہاں آج بھی ہندوستانی تہذیب کی زبردست چھاپ ہے۔ ہند، ہندہ، شیشام یا شام، زریام نامی عظیم الشان قبیلے وہاں موجود ہیں۔ ۱۲

۱۷ اس حدیث کو ابوالفتح بن مردیہ۔ شعبہ۔ یہ بھی ابن عساکر اور حکم نے اپنی جمع میں نقل کیا ہے۔

۱۸ اس روایت کو ابن ابی حاتم، ابوالفتح اور بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے (بجواریح القدیر جلد ۲ ص ۳۴۵)

۹ سے ۱۱ اسلامیات۔ اعلم لکچر نمبر ۲۷ جلد ۸۹ ص

۱۲ سیرت ابنی از مولانا شبلی۔ حصہ اول ص ۲۶۰ ۲۶۱

ان دونوں نسلوں کا ایک ہی ملک ہند میں اکٹھا ہونا بھی ناظر کائنات کے نظر انتظام کا ایک نمونہ ہے تاکہ اس کے رسول کی اُس وقت بظاہر متضاد ہمیش گوئیاں یہاں سچا ثابت ہو سکیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اہل ایران اور ان کے ہمدرد صرف حضرت سلمان فارسیؓ سے متعلق روایات کو لے کر موجودہ ایرانی انقلاب کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم ان کے بارے میں خوش گمانی رکھتے ہوئے صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری سے متعلق روایات پر ان کی نظر نہیں پڑ سکی ہوگی جو جاڑوں کے اولین قبول اسلام میں بھی عبدالعزیزؓ تاریخی رول ادا کر چکے ہیں !! مولانا مہید اللہ سندھیؒ جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے کے سب سے بڑے علمبردار تھے اپنی کتابتے میں سورہ جمعہ کی آیت ۲۵ کے ضمن میں لکھتے ہیں :

..... ہمارے نزدیک : اٰخِرِيْنَ مِيْنَهُمْ کے مصداق اہل ایران ہندوستان والے اور اس ضمن میں جو اور ان کے ساتھ شامل ہوں.....

یہاں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ایک پیشین گوئی بھی سننے چلیں۔
اور جس بات کا مجھے یقین ہے وہ یہ کہ اگر مثلاً ہندوؤں کا ہندوستان کے ملک پر تسلط محکم اور ہر پہلو کے اعتبار سے جو جب بھی اللہ کی حکمت کی رو سے یہ واجب اور مفروضی ہے کہ ہندوؤں کے سرداروں اور لیڈروں کے دل میں یہ ابہام کرے کہ وہ دین اسلام کو اپنا مذہب بنا لیں۔

شاہ صاحب کی متعلو کے دور میں گئی یہ پیشین گوئی کا پہلا جز پورا ہو چکا ہے یعنی ہندستان پر عملاً ہندوؤں کا تسلط محکم ہو چکا ہے۔ انشا اللہ اس پیشین گوئی کا اگلا حصہ یعنی اس قوم کا قبول اسلام بھی ضرور پورا ہوگا۔

ہم مجھے یہی کہہئے وہ کم سے کم دلائل سامنے رکھ دیئے ہیں جو اس بات کو ثابت کرنے

۱۔ جہاں کہ سہا کی تاریخ۔ از مہرمان علی بریلوی۔ ص ۸۹

۲۔ شاہ ولی اللہؒ اور ان کا فلسفہ مطبوعہ ہندوستان لاہور ص ۱۳۱

۳۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ و غیرہ مطبوعہ مدینہ ص ۱۵۸

کے لیے کافی ہیں کہ امتِ محمدی کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے یعنی موجودہ امتِ محمدی کی عمر پندرہ سو سال ہے۔ ہندوستان کی ہندو قوم اس امت کا دوسرا حصہ یعنی آخرین ہیں۔ یہ قوم ہمیشہ جمعوی اسلام قبول کرے گی اور اس وقت امتِ عالم کے منصب پر سرفراز ہوگی۔

دل و دماغ کو چھوڑ دینے والی اس خبر کو سن کر ایک روئے عمل تو یہ ممکن ہے کہ آپ اسے فرضی تاؤں یا فوں سے بنا ایک خیالی افسانہ قرار دے کر ٹگن رہیں۔ بصورتِ دیگر اہم جنسی (سنگامی) حالات میں اپنے کو گھرا ہوا پراپر خود ہی فیصلہ کریں۔ اپنی اصلاح کریں۔ اپنے نصب العین پر غور کریں اور اس قوم کو دعوت دینے کا طریق کار سوچیں جو دنیا کی امام بننے جا رہا ہے۔ اگر اس کے ایمان لانے میں کچھ حصہ ہمارا کچھ شامل ہو جائے تو ہماری کتنی بڑی کامرانی ہوگی ورنہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور وہ ہمارا مدد کا بالکل محتاج نہیں ہے۔

جس سورہ توبہ کی آیت ۳۹ میں قوم تبدیل کیے جانے کی خبر دی گئی تھی اس کی اگلی آیت ۴۰ میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ —

اگر تم نے اس رسول کی مدد کی تو (دیکھو اور سابقہ تاریخ سے پوچھ لو کہ تمہارا اللہ اس کی اس وقت مدد کر کے دکھا چکا ہے جب اسے انکار اور کفرانِ نعمت والوں نے (بے گھر اسلام کے پہلے دورِ اجنبیت میں) نکال دیا تھا اور غارِ ثور میں وہ ڈوبی رہ گئے تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اس پر سکون دل کا فزائا لٹ دیا اور ان دیکھے لشکروں سے اس کی ایسی مدد کی کہ کفر کی بات کر کر ہی ہو گئی اور اللہ کا بول بالا ہو کر رہا اور اللہ؛ وہ تو بے بی سراپا قوت و اقتدار سراپا حکمت و وقار۔

یکن بہت سے وہ لوگ جو پہلے تمہے پیچھے رہ جائیں گے اور بعد میں آنے والے آگے نکل جائیں گے۔ (انجیل متی: ۱۰-۱۳)

باب ۲

ہندو قوم کا نبی

کرتنا مینن کی حیرت | کہا جاتا ہے کہ مشرقی کرتنا مینن اپنے قیام لندن کے زمانے میں ایک دن اپنے حلقہ راجا باب میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ایک دوست نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”یہ سائنس بیٹھا ہوا تمہارا دوست یہودی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کے پاس خدا کی ایک کتاب ہے جس کا نام توریت ہے اور یہ علم آسمانی کی کتاب خدا نے حضرت موسیٰ کے ذریعے دی تھی۔ میں یہ بات جانتا ہوں؟ کرتنا مینن نے جواب دیا۔

اب اس کا دوست نے ایک دوسرے عیسائی دوست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”یہ شخص عیسائی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اس کے پاس بھی خدا کی ایک کتاب ہے جس کا نام انجیل ہے اور یہ علم خداوندی کا تحفہ خدا نے حضرت عیسیٰ مسیح کے ذریعے عطا کیا تھا۔“

”میں یہ بھی جانتا ہوں۔“ کرتنا مینن نے ہلکے سے قسم کے ساتھ کہا۔ جیسے ان شہرہ آفاق باتوں کے دہرانے پر انھیں تعجب ہو رہا ہو۔ لیکن بولنے والا مکمل سجدگی سے بول رہا تھا۔ اس نے قیسرا عنوان چھڑتے ہوئے اور ایک مسلمان دوست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”یہ ہمارا مسلمان دوست ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اس کے پاس بھی خدا کی ایک کتاب ہے۔ قرآن۔ اور خدا نے یہ علم جس انسان کے ذریعے دیا اس کا نام حضرت محمد ہے۔“

”اے بھائی میں یہ بھی جانتا ہوں۔“ کرتنا مینن نے حیرت کے آخری عالم میں جواب دیا۔
”بے شک؟ وہی دوست بولا۔ ہم اور تم یہ سب باتیں خوب جانتے ہیں مگر دوست

ہم میں سے کوئی یہ نہیں جانتا کہ وید جس کو تم ٹھیک اسی طرح خدا کا سب سے پہلا۔ سب سے قدیم سب سے عظیم علم اور کلام مانتے ہو اسے آدگرنتو (Adgrnto) یعنی اولین مصف کہتے ہو اس کو خدا سے لینے اور مخلوق کو دینے کا سب سے پہلا انسانی ذریعہ کون تھا آخر؟

کہا جاتا ہے کہ پوری مفضل کی سمت سے اس بار سوالیہ تبسم اور تعجب کے سامنے پہلی بار خود کرشنا مینن سر سے پاؤں تک سوالیہ نشان بن گئے۔ ایک ایسے فکری ستارے میں گم ہو گئے جیسے پہلی بار انھیں یہ ایک ٹھوس سوال محسوس ہوا ہو۔ جیسے پہلی بار انھیں اپنے ویدک علماء کے موجودہ علمی موقف میں ایک حقیقی خلا کا احساس ہوا ہو۔ توریت، انجیل اور قرآن مجید کے خدا سے انسان تک پہنچنے کے ذرائع تو معلوم ہیں لیکن اگر وید خدا کا کلام ہے تو اسے لانے والا کون تھا؟ یہ واقعہ چاہے سچا ہو چاہت افسانہ، اس میں شک نہیں رہتا کہ یہ نظری سوال ہر ایک ویدک دھرم کے ماننے والے کے سینے میں ہزاروں سال سے اندر ہی اندر مسلسل کھٹک رہا ہوگا۔

حضرت نوح کی امت کا نبی بھی کھویا ہوا ہے! ہندو قوم رامائن اور مہابھارت کو انسانوں

کی لکھی ہوئی کتابیں تسلیم کرتی ہے لیکن ویدوں کے بارے میں ان کے سواد اعظم کا عقیدہ ہے کہ یہ کلام الہی ہیں۔ اس کے باوجود وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ کس رسول کے ذریعہ دنیا میں آئے۔ اپنے نبی کو انھوں نے دیوالاؤں میں گم کر دیا۔ دنیا کی ہر مذہب ہی قوم کسی کسی شخصیت کو اپنی مذہبی کتب سے منسوب نبی مانتی ہے لیکن ہندو قوم وہ واحد مذہب ہی قوم ہے جس کا اصل نبی کھویا ہوا ہے۔ اس حقیقت پر نظر رکھیں اور سنہاری شریف کی مندرجہ ذیل حدیث پر غور کریں۔

حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ قیامت کے دن حضرت نوح کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا انھوں نے اپنی امت کو احکام خداوندی پہنچائے تھے؟ وہ عرض کریں گے۔ بے شک لے میرے پروردگار۔ پھر حضرت نوح کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا (نوح نے) تم تک ہمارے احکام پہنچائے تھے؟ وہ لوگ انکار کریں گے اور کہیں گے

ہمارے پاس تو کوئی بھی ڈرانے والا نہیں آیا تھا! اور پھر (حضرت نوح سے) پوچھا جائے گا۔
 "تھارے گواہ کون ہیں؟" اور وہ کہیں گے "میرے گواہ حضرت محمد اور ان کی امت کے لوگ ہیں!"
 اور اس کے بعد رسول اللہ نے فرمایا "تب تمہیں پیش کیا جائے گا اور تم یہ گواہی دو گے کہ (حضرت
 نوح نے احکام) پہنچائے تھے۔ پھر رسول اللہ نے یہ آیت پڑھی: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ
 دَسْطِقَةٍ لِّكُذِّبَاتٍ لِّعَلَّ النَّاسُ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا..... " اے
 اب ذرا غور فرمائیں۔ ایک طرف تو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح کی امت
 ایسے رسول کو پہچاننے سے انکار کر دے گی اور دوسری طرف ہم یہ جانتے ہیں کہ تمام مذہبی
 قوموں میں صرف ہندو قوم کا نبی کھویا ہوا ہے۔

پھر سوچیں۔ ایک طرف تو ہم یہ جانتے ہیں کہ ہندو قوم تبدیل ہو کر امت محمدی بنے گی
 اور موجودہ امت محمدی کے افراد اس تبدیلی کا ذریعہ بنیں گے اور دوسری طرف حدیث سے
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح کے اپنے نبی کو پہچاننے سے انکار کے بعد امت محمدی گواہی دے
 گی کہ حضرت نوح نے اپنی قوم کو احکام خداوندی پہنچائے تھے۔ یعنی گواہی دینے والی امت
 محمدی کے افراد حضرت نوح کی امت کو اور ان سے حضرت نوح کے رشتے کو پہچانتے ہوں گے۔
 کیا یہ واضح دلیل اس بات کی نہیں محسوس ہوتی کہ موجودہ ہندو قوم حضرت نوح کی
 امت ہے۔

ہندو قوم نوح ہے | ویسے بھی دیکھ دھرم دنیا کے تمام مذاہب میں متفقہ
 طور پر سب سے پرانا مذہب ہے اور حضرت نوح
 دنیا کے سب سے پہلے صاحب شریعت رسول تھے۔

لیکن ابھی یقین کرنے سے پہلے خود دیکھ دھرم سے معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔
 ابھی ہم چاہے ہندو قوم کے اس دعوے کو تسلیم نہ کریں کہ دیکھنا ہی ہیں، لیکن یہ تو دیکھیں کہ

یہ کتابیں جن کو ہندو قوم کلام الہی قرار دیتی ہے اپنا بیانیہ کون سا بتاتی ہیں؟ فرانسیسی مصنف ڈیوبوئیس (A.J.A. DUBOIS) جس نے چالیس سال تک ہندو مذہب اور ہندوستانی تہذیب کا مطالعہ کیا اور ہندو مذہب ہی رسم و رواج پر آج تک کسی سب سے مستند اور ضخیم کتاب لکھی اس نے اپنی کتاب میں جو حقیقتیں بیان کی ہیں وہ شاید قارئین کی دل چسپی کا سبب بنے بغیر نہیں ہو سکتی۔

..... مختصر یہ کہ ایک مشہور شخصیت جس سے ہندوؤں کو بہت عقیدت ہے اور جسے وہ مہانوو (MAHANUVU) کے نام سے جانتے ہیں۔ (سیلاب کی) تباہی سے ایک کشتی کے ذریعہ بچ گئی جس میں سات مشہور رشی بھی سوار تھے۔..... مہانوو دو الفاظ کا مرکب ہے۔ مہا کے معنی عظیم اور نوو بلاشک و شبہ (حضرت) نوح ہی ہیں..... ۳۰

..... عملاً یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان اس سیلاب عظیم کے فوراً بعد آباد ہوا تھا۔ جس نے پوری دنیا کو ویران کر دیا تھا..... ۳۱

..... مارکنڈیہ پران اور بھاگوت میں اس کا بہت واضح بیان ہے کہ اس حادثہ میں تمام نسل انسانی ختم ہو گئی تھی سوائے سات مشہور عبادت گزار رشیوں کے جن کا میں نے بہت سے مقامات پر ذکر کیا ہے یہ سات رشی ایک کشتی پر بیٹھ کر عالم گیر تباہی سے بچ سکے تھے۔ اس کشتی کو دشمنو (خدا) خود چلا رہا تھا۔ ایک اور عظیم شخصیت جو بچ جانے والوں میں تھی۔ وہ منو کی تھی جس کو میں نے دوسرے مقامات پر ثابت کیا ہے کہ (حضرت) نوح کے سوا کوئی نہیں تھی..... جہاں تک مجھے علم ہے ان تمام مشرک اقوام میں کسی نے سیلاب کو اتنی تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے اور اس واقعہ کی تفصیلات حضرت موسیٰ کی تورات میں (بیان کردہ تفصیلات سے کسی قوم کی تحریروں میں اتنی مماثلت نہیں رکھتیں جتنی کہ ان

HINDU MANNERS, CUSTOMS & CEREMONIES (ہندو شعائر)

HINDU MANNERS, CUSTOMS & CEREMONIES ۳۱

HINDU MANNERS, CUSTOMS & CEREMONIES - P. 100

ہندو کتابوں میں ہے جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ یہ قابل ذکر بات ہے کہ یہ شہادت ہیں اس قوم میں
 ملی ہے جس کے قدیم ہونے پر سب متفق ہیں..... ۱۷

حضرت نوح اور سیلاب نوح کے واقعات بہت تفصیل کے ساتھ بھوشیہ پران اور
 مہنویہ پران میں بھی بیان ہوئے ہیں جن کے حوالے ہم آئندہ ابواب میں پیش کریں گے۔
 منو کا لفظ بہت سی ہندو مذہبی شخصیات کے لیے استعمال ہوا ہے بلکہ لیکن پرانوں
 ویدوں اور دیگر ہندو مذہبی کتب میں سب سے زیادہ تفصیل سے جس منو کا تذکرہ ہے وہ حضرت
 نوح ہی ہیں۔

ویدوں میں حضرت نوح کا ذکر منو کے نام سے ۵، مقامات پر آیا ہے۔
 ویدوں کا انگریز مفسر وید کے ایک منتر میں آنے والے لفظ منو کی تشریح کرتے
 ہوئے لکھتا ہے: "منو نوح (لا جواب شخصیت اور انسانوں کے نامندے تھے تمام نسل انسان
 کے باپ اور سیلاب کے بعد آدم ثانی کی حیثیت سے) اور پہلی شریعت کے شروع کرنے والے
 تھے"۔ ۱۸

پرانوں اور ویدوں میں حضرت نوح کی تفصیلات کے علاوہ ایک اور بہت اہم

Hindu Manners, Customs & Ceremonies ۱۹

Abbe. J. A. Dubois ص ۲۱۶ - ۲۱۷

۲۰ جیسے حضرت آدم کے لیے۔ بتایا گیا ہے کہ منو کے باپس حصے سے شت روپا (शतरोप) یعنی
 حضرت تواریدا ہوئیں۔ رام چرت نامس، مفسر ہنومان پرشاد پوت وار مطبوعہ: گیتا پریس، گوڑکھپور
 ایڈیشن ۱۵ صفحہ ۱۵۵ اور ہندو مذہب کی معلومات، از خواجہ حسن نظامی دہلوی، مطبوعہ:

حلقہ مشائخ دہلی ایڈیشن ۲۰ دسمبر ۱۹۲۷ء (صفحہ ۷۰)

۲۱ سے گرفتہ کا یہ تشریحی نوٹ رگ وید ۱-۱۳-۴ کے ذیل میں ہے

نوٹ

ترجموں میں بین المقوسین (برکیٹ کے درمیان) الفاظ ہمارے ہیں۔

ثبوت اس قوم کے حضرت نوح سے متعلق ہونے کا ہم پیش کر رہے ہیں۔

اکثر اقوام اپنے انبیاء سے تعلق کا ایک مظہر یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ان کے زمانے سے اپنا سال یاسن شمار کرتے ہیں جیسے مسلمان اپنا سن ہجری حضرت محمد کی ہجرت سے شمار کرتے ہیں۔ اور میسائی اپنے سال حضرت مسیح کی وفات سے گنتے ہیں۔ اسی طرح ہندو قوم اپنے اہم واقعات کے وقت کو حضرت نوح سے گنتی ہے۔ اس کے لیے وہ حضرت نوح کے سیلاب سے ہر ساٹھ سال کے وقفہ کو ایک اکائی یا ایک سال مانتے ہیں اور ان سالوں سے اپنے اہم واقعات کو شمار کرتے ہیں۔ ڈیوبائس اپنی مذکورہ بالا کتاب میں لکھتا ہے۔

ہندوؤں کا موجودہ یک کلیگ تقریباً اسی زمانے سے شروع ہوتا ہے جو سیلاب نوح کا زمانہ ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کو وہ یادگار سمجھتے ہیں اور ان کے معنیں اسے جل پریاوت یا پانی کے سیلاب کا نام دیتے ہوئے اس کا وضاحت سے ذکر کرتے ہیں۔ اس موجودہ یک کی تاریخ یقیناً جل پریاوت کے آغاز سے شروع ہوتی ہے.....

..... اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہندو اپنی زندگی کے تمام اہم اور مشہور واقعات و معمولات اور اپنی تمام عوامی یادگاروں کی تاریخ یاسن کو ایک سیلاب کے خاتمے سے شمار کرتے ہیں..... سیلاب کے بعد ہر ساٹھ سال کا ایک سال مان کر ان سالوں سے اپنے تمام عوامی اور ذاتی واقعات کی مدت شمار کرتے ہیں لہ

اس قوم کا حضرت نوحؑ ان کی زبان میں منو سے خصوصی تعلق ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کی مذہبی کتب میں منو اسمرتی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

ہندو قوم کی مذہبی تاریخ اور مذہبی کتب کے حضرت نوح سے خصوصی تعلق کی چند مثالیں یہاں پیش کی گئیں۔ قوم نوح سے متعلق بخاری شریف کی جو حدیث اس باب کے شروع میں گذری اس میں ہم نے دیکھا کہ حضرت نوح کی امت ان کو اپنے نبی کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہوگی اور

ہم جان چکے ہیں کہ حضرت نوحؑ سے زبردست رشتہ موجود ہونے کے باوجود موجودہ ہندو قوم بیشتت
مجموعی ان کو نہیں جانتی ہے۔ اسی حدیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ قیامت کے دن امت
محمدی حضرت نوحؑ کے اپنی قوم میں پیغام پہنچانے کی گواہ بنے گی۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ دیگر اجاڑ
نے اس قوم کے امت محمدی بننے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ظاہر ہے ان تمام حقیقتوں کے
آشکارا ہونے کے بعد اور امت محمدی میں شامل ہونے کے بعد وہی اس بات کی گواہی دیں
گئے۔

لیکن ان تمام ثبوتوں کے بعد بھی ابھی آخری اور مستند ترین گواہی باقی ہے۔ قرآنِ عظیم
آئیے دیکھیں۔

دنیا کی تمام قوموں کو دو طرح کی نسلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سامی نسلیں
(Semetic races) اور غیر سامی قومیں (Non-Semetic races)

غیر سامی قوموں میں آریں نسل آتی ہے اور سیمٹک قوموں میں یہودی، عیسائی اور جزیرہ نمائے
عرب کے بنی اسماعیل۔

دنیا کی دو نسلوں میں تقسیم ہونے اور ان میں سے ایک نسل کا تعلق حضرت نوحؑ سے ہونے
کی قرآن بھی تصدیق کرتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ منجملہ دیگر، انبیاء کے نسل آدم سے تھے
اور بعض ان کی نسل سے تھے جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا، اور بعض

ابراہیم و یعقوب علیہما السلام کی نسل میں سے ہیں۔ اور یہ سب ان لوگوں میں سے تھے جن کو
ہم نے ہدایت دی اور ہم نے ان کو مقبول بنایا۔ ۱۰۷

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ نسل آدم میں سے حضرت نوحؑ کے ساتھیوں کی
نسل الگ ہے اور حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام کی نسل یعنی بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل

الگ نسلیں ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بنی اسماعیل و بنی اسرائیل سامی نسلیں Semetic races ہیں

صاف ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ کے ساتھیوں کی نسل غیر سامی (Non-Semetic) یا آریں نسل
 ہونی چاہیے۔ آریں نسل دنیا کے بہت سے ملکوں کے علاوہ ہندوستان کے بیشتر حصے میں آباد ہے۔
 یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ ہم حضرت نوحؑ کے ساتھیوں کی نسل کو حضرت
 نوحؑ کی امت کیسے کہہ رہے ہیں۔ کسی رسول کی امت کہلانے کے لیے ان کی نسل سے ہنایا نہ ہونا
 ضروری نہیں ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی امت ہیں حالانکہ ہم میں سے اکثر ان کی
 نسل سے نہیں ہیں۔ ہم ان کی امت ہیں۔ کیونکہ ہم ان کو اپنا رسول تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی
 امت میں سے جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کے پیغمبر خدا ہونے کا اقرار کیا۔ وہ پھر حضرت موسیٰؑ کی امت
 کہلائے۔ حضرت نوحؑ کے ساتھ ان کے وہی ساتھی طوفان نوحؑ سے بچا لیے گئے تھے جو ان پر ایمان
 لائے تھے۔ وہ ان کے امتی تھے ان ساتھیوں کی نسل یا آریں نسل میں سے موجودہ ہندو مذہبی قوم
 چونکہ حضرت نوحؑ کے بعد آنے والے دوسرے انبیاء کو اپنا نبی تسلیم نہیں کرتے اس لیے اس کا نام
 ہم نے اپنی تحریروں میں ان کو حضرت نوحؑ کی امت یا حضرت نوحؑ کی قوم کہا ہے۔ یہ ایک الگ
 بات ہے کہ حضرت نوحؑ کو کسی ان کی اصل حیثیت کے ساتھ یہ قوم نہیں پہچانتی ہے جس کا اظہار
 ہم ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نبی کو دیوالاؤں میں گم کر دیا ہے۔



اگر آج کل کے مسلمانوں میں اس اولیٰ فرض کے سپاہی بننے کا دلولہ نہیں تو کیا
 عیب کہ اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو زندگی کے میدان میں لائے اور اس سے
 اسلام کا یہ فرض ادا کرائے؟ رسیدیلیمان مذہبی۔ معارف جنوری ۱۹۳۹ء

باب ۳

قرآن میں ہندو قوم کا ذکر

قرآن پر الزام بہت سے ہندو مخلصین جو اسلام سے متاثر نہیں اور قرآن کی عظمت کے مستحق سمجھا ہیں ان کو یہ شکایت کرتے ہوئے ہم نے سنا ہے کہ قرآن میں دیگر قوموں کا ذکر تو ہے لیکن ہمارا ذکر قرآن میں کہیں نہیں ہے۔ ان کی شکایت کا جواب جب ہم طرح طرح کی تادیلوں سے دینے کی کوشش کرتے ہیں تو ذرا غور کیجئے کہ کہیں ہم خود بھی غیر ارادی طور پر یا غیر محسوس طریقے سے قرآن پر یہ الزام عائد کرنے میں شریک تو نہیں بن رہے ہیں؟

شرعی گنگا پرشاد اپادھیائے نے عربی میں قرآن شریف کا مطالعہ کر کے اردو زبان میں مصابیح الاسلام کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس کا ایک حوالہ ہم نقل کر رہے ہیں:

”قرآن شریف میں کئی جگہوں پر تو یہ کہا ہے کہ خدا مختلف قوموں کی ہدایت کے لیے مختلف نبیوں کو بھیجتا ہے لیکن خصوصاً کسی کا تذکرہ نہیں ہے۔ تماشے کی بات یہ ہے کہ جو پرانی قومیں ہیں اور جن کی تہذیب کی تواریخ ہزاروں سال پرانی ہے جیسے ہندوستان، چین وغیرہ ان کا کچھ بھی اشارہ تک نہیں۔ گویا اس الہام سے جس کو قرآن یا کلام مجید کے نام سے پکارا جاتا ہے عام انسانی جماعت کا کوئی تعلق ہے ہی نہیں.....“

بیشک قرآن کے اولین مخاطب اہل عرب تھے لیکن اگر یہ صرف ۱۴۰۰ سال پرانی کتاب

نہیں ہے بلکہ رہتی دنیا تک کے حالات و واقعات کا اس میں ذکر ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قوم کا اس میں ذکر نہ ہو جو دنیا کی قدیم ترین مذہبی قوم ہے اور زولیا قرآن سے ہزاروں سال قبل سے آج تک بہت بڑی تعداد میں دنیا میں موجود ہے۔ یہ قرآن پر ایک الزام ہے۔ کیا ہم نے کبھی ہندو قوم کا نام یا تعارف قرآن میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے ٹھیک ہے۔ قرآن میں لفظ ہندو کہیں نہیں ملتا لیکن کیا لفظ عیسائی یا کر سچین ملتا ہے؟ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ عیسائیوں کا بھی قرآن حکیم میں ذکر نہیں ہے؟ قرآن نے عیسائیوں کے لیے لفظ نصاریٰ استعمال کیا ہے دنیا کا کوئی عیسائی اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتا لیکن ہم جانتے ہیں کہ نصاریٰ قرآن میں ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو آج اپنے آپ کو عیدانی کہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جو قوم آج اپنے آپ کو ہندو کہتی ہے اسے کسی اور نام سے قرآن حکیم نے موسوم کیا ہو۔

قرآن میں سب قوموں کے ناموں کی تحقیق ہی نہیں ہوئی

قرآن پاک میں بہت سی ایسی قوموں کا تذکرہ ملتا ہے جنہیں مفسرین آج تک متعین نہیں کر سکے جیسے اصحاب انیس اور قوم تبع۔ خصوصاً صابئین کا ذکر تو جگہ جگہ کلام پاک میں ہونین یہود اور نصاریٰ کے ساتھ اس حیثیت سے کیا گیا ہے جیسے یہ بہت بڑی قوم یا دنیا کے منفرد گروہوں میں سے ایک ہوں۔ مثلاً —

ترجمہ: بیشک جو لوگ مومن ہیں اور جو یہودی ہیں اور نصاریٰ ہیں اور صابئین ہیں ان میں سے جو اللہ پر ادریم آخر پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے نہ ان پر کوئی خوف آئے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرہ: ۶۲)

اس آیت میں صابئین کا ذکر ہونین یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔

نہیں بلکہ قرآن پاک میں جہاں جہاں صابئین کا ذکر ہے انہیں بڑی بڑی قوموں کے ساتھ ہے۔

اتنی اہمیت کی حامل قوم جس کا خصوصاً تذکرہ قرآن پاک نے کیا بڑی بڑی قوموں کے ساتھ ہی کیا ہے اس کو ہم آج تک تلاش نہیں کر سکے۔ حالانکہ انہیں مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں

کی طرح آج بھی احابذہ آنے والے زمانے میں بھی دنیا کی نمایاں مذہبی قوموں میں سے ہونا چاہیے۔ اگر ہم خود کریں تو تلاش کا دائرہ بہت محدود ہو گیا ہے۔ مسلمان، عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ دنیا میں کتنی بڑی بڑی مذہبی قومیں اور ممالک ہیں، انہیں میں سے صاحبین کو ہونا چاہیے۔ اب ذرا ایک اور زاویے سے تلاش کریں۔

قرآن مجید میں شریعت نافذ کرنے والے پیغمبران میں خصوصی اہمیت کے حامل جن پیغمبروں کا ذکر خصوصی اہمیت کے ساتھ بار بار آیا ہے۔ وہ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ مثلاً دیکھیے۔

ترجمہ: "اور جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔" (سورۃ احزاب: ۷)

ترجمہ: "اللہ نے تم لوگوں کے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس بھی کیا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو بھی حکم دیا تھا۔" (سورۃ شوریٰ: ۱۳)

ہم دیکھتے ہیں کہ کلام پاک میں جن بڑی بڑی قوموں کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے وہ مسلمان، عیسائی، یہودی اور صاحبین ہیں اور جن صاحب شریعت رسولوں کا تذکرہ جگہ جگہ ایک ساتھ آیا ہے وہ رسول اکرم حضرت محمدؐ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت نوحؑ ہیں۔ ان میں سے مسلمان حضرت محمدؐ کو اپنا آخری پیغمبر تسلیم کرتے ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰؑ سے اور یہودی حضرت موسیٰؑ سے منسوب قوم ہیں لیکن صاحبین ہم نہیں جانتے۔

پھر سوچیے! حضرت محمدؐ کے آستی مومنین ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے عیسائی، حضرت موسیٰؑ کی قوم یہودی اور حضرت نوحؑ کی قوم، کسی کو معلوم نہیں کہیں انہیں کی قوم کو تو صاحبین نہیں کہا گیا ہے؟

۱۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم میں یہودی، عیسائی اور مسلمان سب شامل ہیں کیونکہ سب ان پر ایمان لاتے ہیں اور دنیا میں کوئی ایسا قوم نہیں ہے جو حضرت ابراہیمؑ پر تو ایمان لائے اور ان کے بعد آنے والے کسی اور نبی پر ایمان نہ لاتی ہو۔

حضرت نوح کی قوم ہی صابئین ہیں | تفسیر ابن کثیر میں عبدالرحمن بن زید کا یہ قول درج ہے کہ صابئین اپنے آپ کو

حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر بتاتے تھے۔

صابئین کے بارے میں حضرت علامہ امام ابو حنیفہ، امام احمدی، ابو الزناد، قرطبی، طبرانی، ابن تیمیہ، امام غزالی، امام ماہب، معالم، ابن جریر، ابن کثیر، امام سیوطی، علامہ شوکانی، ابن کثیر، بیضاوی، عبدالمجید دیوبانڈی اور سید سلیمان ندوی کے مختلف اقوال اپنی تشریحات کے ساتھ ہم ذیل میں اکٹھا کر رہے ہیں۔

۱۔ عراق کے اس مقام کے رہنے والے لوگ تھے جہاں ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم کے مقام پیدائش اور ہندوستانی تہذیبوں، ہڑپا اور موہن جو دڑو کے کھنڈرات کی کھدائی سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ دونوں تہذیبوں کے درمیان بہت قریبی روابط تھے۔

۲۔ اہل کتاب تھے (یہ تو قرآن میں صابئین کے تذکرے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ذکر جگہ جگہ آسانی کتاب رکھنے والی قوموں کے ساتھ ہی آیا ہے۔ صابئین کے پاس حضرت نوح کون سے صحیفے لائے اس پر ہم آئندہ صفحات میں بحث کریں گے۔)

۳۔ لا الہ الا اللہ کہتے تھے لیکن مشرک تھے۔ (اس کا ذکر ہم آئندہ صفحات میں کریں گے کہ ہندو مذہب کا کلہر بھی لا الہ الا اللہ ہے۔)

۴۔ یمن کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے (یہ بات بھی تہذیبوں کے مطالعہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ ہندوستانی مذہب کے لوگ بہت بڑی تعداد میں یمن میں آباد تھے۔ وہاں آج بھی شام اور ہند نامی قلعے موجود ہیں۔)

۵۔ صابئین عجمی (غیر عرب) نام ہے عبرانی نہیں۔

۶۔ فرشتوں کی بھاری قوم تھی (ہندو مذہب میں بہت سے دیوتاؤں کا تصور فرشتوں کا تصور ہے اور وہ ان کی پوجا کرتے ہیں۔)

۷۔ جماعت سازگان اور نجوم کے معتقد تھے۔ (اقوام عالم میں شاید کسی قوم کو

نجوم میں آتی دلچسپی نہیں رہی ہے اور نہ بے جتنی ہندوستانی ہندو قوم کو ہے۔

۸۔ ستاروں کی پوجا کرنے والے (مختلف ستاروں اور سیاروں کی پوجا کا تصور موجودہ ہندو مذہب کا جزو ہے)۔

۹۔ آگ کی پوجا کرنے والے (آگ کی پوجا ہونے شادی، اکتھی وغیرہ میں ہندو قوم میں رائج ہے)۔

۱۰۔ زرتشت ایرانی النسل رہے لوگ بھی آگ کے پجاری تھے اور ہندو بھی ہیں۔ یہ بھی آریں تھے اور ادھر سے ہی آریں ہندوستان میں آئے۔

۱۱۔ مذہبیاؤں میں کئی مرتبہ غسل کرنے والے۔ زہدینا دنیا میں غسل کی اہمیت شاید سب سے زیادہ ہندومت ہی میں ہے۔ ان کی کوئی پوجا ایشان کے بغیر نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ مختلف موقعوں پر اجتماعی ایشان بھی ہوتے ہیں)۔

۱۲۔ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے والے رہی ہندو قوم دین اسلام قبول کرے گی۔ یہ ہم پچھلے باب میں ثابت کر چکے ہیں)۔

۱۳۔ ماٹل ہونے اور جھکنے والے رقبہ یعنی قوم کے لیے احادیث میں اسی قوم کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پچھلے باب میں آچکا ہے)۔

اتنے متضاد اور مختلف تصورات صابئین کے بارے میں ہمارے مفسرین و علماء کے ہیں اور بہت تعجب کی بات ہے کہ وہ سب کے سب ہندو قوم پر فٹ ہوتے ہیں۔ چاہے مختلف ادوار میں مختلف مفسرین الگ الگ قوموں کو صابئین سمجھتے رہے ہوں لیکن اس دور میں یہ سب خصوصیات اس قوم میں ایک ہی جگہ پائی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مندرجہ بالا خصوصیات یا عقائد رکھنے والی تمام جماعتیں ماضی میں نقل مکانی کر کے ہندوستان میں اکٹھی ہو چکی ہوں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اب بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش اس امر میں باقی ہے کہ صابئین کون ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ پچھلے ادوار میں مختلف گروہوں پر صابئین کی تعریف صادق آتی ہو۔ لیکن کم از کم موجودہ دور میں صابئین سے مراد کون سی قوم ہے۔ یہ روز روشن

کی طرح عیاں ہے۔

بات نامکمل رہ جائے گی اگر ہم یہاں یہ نہ ذکر کریں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی صاحبین کو آدین نسل ہی مانتے تھے۔ ثبوت کے طور پر ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالے۔

..... مسیح ہمزور ایسے بزرگ تھے جنہوں نے اس تعلیم کو غیر اسرائیلی لوگوں میں بالفاظ دیگر صاحبین یا آدین قوموں میں بھی پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

..... ایران اس زمانے میں آدین یعنی صابی قوموں کا مرکز بن چکا تھا۔ اس سے پہلے ہندوستان کو یہ مرکزیت حاصل تھی.....

اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کی گواہی بھی دیکھ لیجئے کہ وہ صاحبین کو قدیم ہندوستانی باشندے تسلیم کرتے تھے۔

..... مغضوب اور ضال جس طرح اہل کتاب میں ہیں، اپنی اپنی مزاجی کیفیت کی بنا پر وہی صورتیں متاثر شدہ اہل کتاب میں بھی جن کی دو جماعتوں سے ہم کو قرآن نے واقف کرایا ہے اور وہ مجوس اور صابئین ہیں جن میں ایران قدیم اور ہند قدیم کے باشندے بھی داخل ہیں.....

آخر میں یہ بھی کچھ لیں ایک بہت ہی قلیل تعداد کا فرقہ عراق اور شام میں پایا جاتا ہے جو اپنے آپ کو مسمیٰ کہتا ہے۔ یہ لوگ حضرت یحییٰؑ کے بعد کے کسی بنی کو تسلیم نہیں کرتے۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی نہیں مانتے۔ حضرت یحییٰؑ سے پہلے کے انبیاء کو مانتے ہیں۔ اس کا امکان ہے کہ قرآن نے صاحبین ان کو بھی کہا ہو۔ لیکن سید سلیمان ندویؒ جیسے محقق اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ

۱۔ رسالہ الفرقان۔ بریلی، شاہ ولی اللہ نبرہ، ص: ۳۰۳

۲۔ رسالہ فرقان۔ بریلی، شاہ ولی اللہ نبرہ، ص: ۳۰۰ مضمون از مولانا عبید اللہ سندھی۔

۳۔ ماخذ از خطبہ صدارت مولانا سید سلیمان ندویؒ، اسلام آباد اجلاس جمعیۃ علماء، بیہی، فروری ۱۹۳۲ء

بحوالہ حکومت اہلبند اور علماء مظفرین، ص: ۳۳۔ مرتبہ ابو محمد امام الدین رام نگر۔ مطبوعہ: مکتبہ نشاۃ ثانیہ۔

حیدرآباد۔ ۱۹۳۶ء

جیسے ہر ملک میں گھومنے والے اہل نظر نے صائبین ہندوستانی نسل کے لوگوں کو مانا ہے حالانکہ ان دونوں حضرات کے علم میں یہ فرق ضرور ہوگا۔ اس کے علاوہ اس سبھی فرقے میں سوائے اہل کتاب ہونے کے اور کوئی وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی جن کو مفسرین علمائے صائبین سے منسوب کیا ہے اور جن کو اسی باب میں ہم نقل کر چکے ہیں۔

ہماری رائے میں قرآن کی مختلف اصطلاحوں کا اطلاق چونکہ کبھی کبھی ایک وقت مختلف گروہوں کے لیے اور کبھی کبھی مختلف زمانوں میں مختلف گروہوں کے لیے بھی ہوتا ہے اس لیے یہ ممکن ہے کہ اس سبھی فرقہ پر کبھی قرآنی اصطلاح صائبین کا اطلاق ہو لیکن ہندوستانی مذہب کا قوم کا صائبین کے ذہل میں آنا شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

..... عالی مرتبت صائبین تمہارے پاس آئیں گے
اور وہ تمہارے ہو جائیں گے۔ وہ تمہارے بعد آئیں گے۔ پاب زنجیر اور
تمہارے سامنے جھک جائیں گے۔ وہ تم سے نہایت عاجزی سے کہیں
گے۔ بے شک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

(بائبل۔ یسعیاہ نبی کی کتاب ۴۵: ۱۴)

”وہ سب کے سب شرمسار اور پشیمان ہوں گے۔ وہ سب جو بت
بنانے والے ہیں، آپس میں شرمندہ ہوں گے۔“

(بائبل۔ یسعیاہ نبی کی کتاب ۴۵: ۱۶)

باب ۱

یکسانیت اور ازلی رشتے

رجحانات اور تعلقات کا جائزہ ضروری ہے | عربوں کی روحانی ہلاکت کے بعد آج

ہم کس دور سے گزر رہے ہیں اس کا تجزیہ ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ ایک قوم چودہ سو سال قبل ملک عرب میں تبدیل ہوئی تھی، ایک اب ہندوستان میں تبدیل ہوگی۔ دونوں کے مذہبی رجحانات اور بگاڑ کا تقابل انتہائی ضروری ہے، پھر ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ موجودہ ہندومت اور اسلام میں کون کون سی اقدار مشترک ہیں اور یہ سبھی کچھ کم اہم نہیں کہ ہم ماضی میں عرب اور ہندوستان کے معاشرتی، تمدنی، جغرافیائی اور روحانی تعلقات پر نظر ڈالیں۔ کیونکہ جس قوم کو ہمیں دعوت دینا ہے اسے پہلے ہر گز سے سمجھنا ضروری ہے۔ تو آئیے پہلے جائزہ لیں مشرکین کہ اور موجودہ ہندو قوم کے بگاڑ کا۔

حیرت انگیز مماثلت | حدیث رسول پاک ہے: "اسلام کا آغاز اجنبیت کی حالت میں ہوا اور پھر وہ اسی طرح اجنبیت کی طرف لوٹ جائے گا جیسا

کہ شروع میں تھا۔ پس خوشخبری ہے اجنبیوں کے لیے۔" لہذا
کیا ہم آج اسی غربت اسلام کے دور سے نہیں گزر رہے ہیں جس سے رسول خدا اور فدائیان رسول کی دور میں گزرے تھے۔

وہ سیکڑوں تہوں کی پوجا کرتے تھے یہ قوم ہزاروں تہوں کی پجاری ہے۔

۱۔ مسلم کتاب الامیان، باب جوار الاسلام غربا۔ جوار سعوت و منکر از سید جلال الدین عمری ص ۲۱۸

اس وقت سے آج تک کوئی دوسری قوم نہیں ملتی جو سیکڑوں ہزاروں بتوں کی پجاری ہو۔

وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔ یہ اپنی عورتوں کو زندہ جلا رہے ہیں اور راجستھان کے کچھ علاقوں میں آج بھی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جاتا ہے۔

وہ رسول خدا کے پاس باہمی رضامندی (COMPROMISES) کے فارمولے لاتے تھے کہ تم ہمارے بتوں کو برا نہ کہو، ہم تمہارے خدا کو تسلیم کیے بیٹے ہیں۔ اس قوم کے افراد وقتاً فوقتاً ایسے فارمولے (COMPROMISES) ہمارے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں کہ ہر دم کی اچھی باتیں لے کر انسانیت کے مذہب کو مانو۔ دنیا کے کسی دوسرے دینی اور لادینی مذہب کے پیرو، یہودی، عیسائی یا کیرسٹا ایسا نہیں کرتے۔ وہ صرف اپنے طریقے کو اچھا کہتے ہیں۔

ان کا بھی ایک گروہ کعبہ کا ننگا طوائف کرتا تھا۔ ان کے بھی بعض گروہ ننگے ہو کر اپنی پوجائیں کرتے ہیں۔

ان کے صحائف گم تھے ز صحت ابراہیم کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ان کا نبی کھویا ہوا ہے۔ (صیلا کویرا ایشور وانی یعنی کلام خدا کہتے ہیں لیکن یہ کس پر نازل ہوئے انھیں نہیں معلوم)۔
کسی حیرت انگیز حاکمیت ہے ان دونوں قوموں کے مذہبی رجحانات میں جن کے درمیان تاج میں اور جن کے درمیان رسول اکرم کو آس مئی دور میں مبعوث کیا گیا تھا۔

عقائد کے بگاڑ کے جس آخری درجہ پر رسول اللہ کی بعثت کے وقت مشرکین مکہ پہنچ گئے تھے ٹھیک اسی طرح موجودہ ہندو قوم عقائد کے بگاڑ کی آخری انتہا پر پہنچ چکی ہے تاریخ کے اپنے آپ کو دہرانے اور اس قوم کی تبدیلی کے لیے انتخاب کیے جانے پر حیرت نہیں ہونی چاہیے۔ اہل مکہ کے بحیثیت مجموعی اسلام میں داخل ہونے سے چند برس قبل تک کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ صرف قادر مطلق کی پیشین گوئیوں پر نذاریان رسول کو یقین تھا اور تاریخ نے دکھا کر وہ معجزہ رونما ہوا۔ آج بھی اگر پرستھی انداز پر دیکھنے والا کو کتنا ہی ناممکن کیوں نہ معلوم ہو۔ ہم اللہ اور اس کے رسول صادق کی پیشین گوئیوں پر مکمل ایمان رکھتے ہیں

ہندو دنیا کی سب سے پہلی شریعت والی قوم ہیں اور مسلم آخری شریعت والی قوم

ہندو اور مسلمانوں کی مشترک اقدار

اور ان دونوں کو حکمت الہی نے ایک ہی ملک ہندوستان میں اکٹھا کر دیا ہے۔

ہندوستان کے تمام مندر اور مسجد شرقاً و غرباً یعنی قبلہ رو تعمیر ہوئے ہیں۔ ڈیو بائس اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

”بڑے بڑے منادر کا طرز تعمیر اور ڈھانچہ خواہ وہ نئے ہوں یا پرانے ہر جگہ بالکل ایک اور یکساں ہے۔۔۔۔۔ داخلے کا صدر دروازہ پورب کی سمت میں لکھتا ہے اور یہ ایک ایسی نوعیت ہے جس کا پورا لگانا ان کے تمام منادر اور معابد میں کیا گیا ہے۔ چلبے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے۔۔۔۔۔ مسلمانوں کو تو مسجدوں کی سمت تعمیر کی وجہ معلوم ہے لیکن ہندو نہیں جانتے کہ انہوں نے کیوں اپنے مندر قبلہ رو تعمیر کیے ہیں۔ مختلف رنگ مختلف تو جیہات کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن صحیح علم کسی کو نہیں ہے۔ کہیں یہ ان کے کعبہ سے دیرینہ تعلق کی بنا پر تو نہیں ہے۔ جسے آج وہ بھول گئے ہیں اور اب خالی رواج باقی رہ گیا ہے اور حقیقت کھو گئی ہے؟“

ہندوؤں کی چٹنا کا رخ شمالاً جنوباً ہوتا ہے اور یہی مسلمانوں کی قبروں کا رخ ہے۔

مسلمان حج و عمرہ کے موقع پر کعبہ کے سات طواف کرتے ہیں۔ ہندو شادی بیاہ کے موقع پر اگنی کے سات پھیرے لے کر عہد کرتے ہیں۔

مسلمان حج کے موقع پر جو لباس (اترام) پہنتے ہیں وہ دو عدد بغیر سلی چادروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک تہ بند کے طور پر باندھی اور دوسری اوپر اوڑھ لی جاتی ہے۔ ہندو تیرتھ کے موقع پر ہزاروں سال پہلے ہی سے یہی لباس زیب تن کرتے چلے آ رہے ہیں بلکہ یہ لباس ان کے یہاں اتنا مقدس مانا گیا ہے کہ اس کی بدلی ہوئی شکل عام زندگیوں میں مردوں نے دھوئی اور عورتوں نے ساڑھی کی شکل میں اپنالی ہے۔

حج و عمرہ کے موقع پر مسلمانوں کے لیے بالکتر مانا لازم اور منڈانا افضل قرار دیا گیا ہے۔ ہندو ہزاروں سال قبل سے ہی تیرتھ کے موقع پر اپنے سر منڈواتے چلے آ رہے ہیں۔

مسلمان حج یا عمرہ کے موقع پر جب حالت احرام میں ہوتے ہیں تو ان کے فردوں کو جوتے یا ایسے چپل پہننے کی اجازت نہیں ہوتی جس سے پاؤں کا اوپر سی حصہ ڈھک جائے۔ موجودہ دور میں ہوائی چپل اس مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ چلنے میں دشواری بھی پیش نہ آئے اور پاؤں کے اوپر سی حصے پر صرف دو تپلی پٹیاں رہیں۔ ہندو ہمیشہ سے تیرتھ کے موقعوں پر لکڑی کی ایسی کھڑاؤں پہنتے آئے ہیں جن کے اوپر کوئی پٹی نہیں ہوتی بلکہ صرف لکڑی کا کھونٹا نانا لگوٹھا ہوتا ہے۔

مسلمان عقیدے کے موقع پر بچے کا نام رکھتے ہیں اور اس کا سر منڈتے ہیں۔ ہندو پہلے ہی سے نام کرن سنکار بچے کا نام رکھنے کی مذہبی رسم کے موقع پر اپنے بچوں کا سر منڈتے آ رہے ہیں۔ کیا آپ یہ تصور رکھی کر سکتے ہیں کہ رسول خدا نے یہ رسومات چودہ سو سال پہلے ہندومت سے متعارف تھیں (نعوذ باللہ) حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کا کعبہ سے دیرینہ تعلق ہے اور یہ دنیا کی واحد مذہبی قوم ہے جس نے اپنی روایات کو خرافات کی شکل میں بھی باقی رکھا ہے۔ اگر حضرت نوح نے اپنی قوم کو کعبہ کے تعلق سے یہ رسومات دی تھیں تو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بھی یقیناً اپنی قوموں کو دی ہوں گی۔ وقت کے لیے سفر میں اصل حقیقت کعبہ گم ہو گئی جس کے بعد دیگر قوموں نے تو ان ظاہری رسومات کو بھی کھو دیا، لیکن اس قوم نے ان رسومات کو کسی نہ کسی شکل میں باقی رکھا۔ اس طرز کی سیکڑوں مثالیں ہیں جنہیں ہم طوالت کی وجہ سے یہاں پیش نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہ سمجھ لیں کہ یہ اس قوم کی ایک بہت قیمتی صفت ہے۔ اگر ان کی نگ شدہ حقیقتیں کسی طرح انہیں دلچسپی دی جا سکیں تو دوسری تمام قوموں کے مقابلے میں ہندو قوم کا اسلام کو سمجھ سکا سب سے آسان ہے۔ حقیقت فراموش ہو کر روایات باقی رہ جانے والی خرابی مسلمان قوم میں بھی پیدا ہو چلی ہے۔ جسے محسوس کر کے ملامت اقبال نے کہا تھا

یہ اُمت خرافات میں کھو گئی، حقیقت روایات میں کھو گئی

لیکن اس امت کی کتاب اور اس کا رسول قیامت تک کے لیے محفوظ ہے۔ مسلمانوں کو کھوئی ہوئی حقیقتیں کتاب اور رسول سے رجوع کر کے واپس ہی جاسکتی ہیں۔ ہندو علماء کے بقول اگر وہ صرف علم خداوندی کا نام ہے۔ کسی خاص کتاب کا نہیں تو پھر یہ کہنا چاہیے کہ ہندو قوم کی کتاب اور رسول دونوں کھوئے ہوئے ہیں۔ ان کی حقیقتیں ہم جب ہی واپس کر سکتے ہیں جب ان کی کتاب اور ان کا رسول ڈھونڈ کر اٹھیں واپس کر سکیں۔

رشتے ازل سے ہوتے ہیں | رشتے پیدا نہیں کیے جاتے ازل سے قائم ہوتے ہیں صرف جسمانی نہیں ہوتے روحانی بھی ہوتے ہیں۔ ان کا ظہور

چاہے جب بھی ہو۔ یہ اصول صرف انفرادی رشتوں کا ہی نہیں بلکہ قوموں اور گروہوں کا بھی ہے۔ صرف انسانی رشتوں کے لیے ہی نہیں بلکہ حیوانی نباتاتی اور جماداتی رشتوں کا بھی یہی اصول ہے کہ وہ بھی ازلی ہیں۔ یہ ایک الگ تفصیل موضوع ہے جس کے سائنٹیفک ثبوت ہیں۔ اس پس منظر میں آئیے دیکھیں کہ تبدیل ہونے والی قوم اور اس کے مسکن ہندوستان کے حضرت محمدؐ کی جائے پیدائش عرب اور عربی قوم سے کیا رشتے ہیں۔ اس ذیل میں ہم مختلف نامور محققین کی تحریروں کے کچھ اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

مستانق ۴ میں مین کی قوم سبائے بھی ہندوستان سے تجارتی تعلقات کو مضبوط کیا تھا۔ مورخ جوزیفس نے لکھا ہے کہ یہی کے قریب سپارا مقام سے عبد سلیمان میں جن کا زمانہ ۹۷۰ ق م ہے فلسطین سے تجارت ہوئی۔ اسی طرح ہندوستانی ملین چینیٹ را ایک قسم کا کپڑا اور رومال وغیرہ عرب میں مقبول تھے جن کا ذکر عربی اشعار میں ملتا ہے..... خاندان مورہ کے اندھرا میں تمام کتبات آرامی یعنی عربی طرز میں لکھے ملے ہیں۔ اشوک کے کتبات بھی وہی طرز سے لکھے ہوئے ملے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال قبل ہندوستان میں عربی زبان یہ حشر طے کے دربار میں کیسے رائج ہو گئی اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال پیشتر اس ملک میں

سندھ نام کامل مولانا محمد احمد صدیقی استاد شعبہ عربیہ خازن الاہادیہ یونیورسٹی۔ بحوالہ خازن سراجی جنوری ۱۹۵۵ء ص ۱۱

دین حنیف کا ذکر قصہ تھا۔ ۱۰

ہندوستان کی ایک اور جماعت بھی قدیم زمانے سے عرب میں پائی جاتی تھی اس کو عرب میں کہتے تھے۔

..... اصطخری نے لکھا ہے کہ حدودِ سندھ کے تمام شہروں میں کفار کا مذہب بودھ ہے اور ان کے ساتھ ہی ایک قوم ہے جسے مید کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ جاٹ اور مید کے بعد ہندوستان کی ایک اور قوم عرب میں قدیم زمانے سے پائی جاتی ہے وہ سیاہو یا سیاہو بجر ہے۔۔۔۔۔ بلاذری نے بھی ہندوستان میں ماوراء النہر کے عربوں نے اپنی تاریخ میں بار بار سیاہو بجر استعمال کیا ہے۔۔۔۔۔ عرب میں ہندوستان کی ایک اور جماعت زمانہ قدیم سے آباد تھی جسے عرب حمر، حمر، حمر اور احمر کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ۱۱

یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ ہند کا لفظ عربوں کو ایسا پیارا معلوم ہوا کہ انہوں نے اس ملک کے نام پر اپنی عورتوں کا یہ نام رکھا۔ چنانچہ عربی شاعری میں یہ نام وہ حیثیت رکھتا ہے جو فارسی میں یلی و شیریں کا ہے۔ ۱۲

تفصیلات محققین کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ آردو میں خصوصاً مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا قاضی اطہر مبارکپوری نے عرب ہند رابطوں پر بہت جامع کتابیں تصنیف کی ہیں یہاں ہم نے بطور نمونہ چند حوالے پیش کیے ہیں جن سے عرب و ہند کے قدیمی روابط کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ روابط صرف تمدنی و معاشرتی ہی نہ تھے بلکہ روحانی بھی تھے مثلاً

۱۳ محققین کو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل عرب بودھ کو ہی 'بودا سیف' کہتے تھے۔ ۱۳

۱۴ کفر توڑا۔ مصنف دھرم پال۔ بی۔ اے۔ بحوالہ سماجی اوقات ص ۶۹۔

۱۵ نارہیل سے نخل تک۔ مولفہ قاضی اطہر مبارکپوری۔ بحوالہ معارف ص ۵ جلد ۸۹

۱۶ عرب اور ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی۔ ص ۱۲-۱۳

۱۷ کتاب الفہرست۔ ابن عربیم۔ ص ۳۲۵

۱۸ بحوالہ عرب ہند تعلقات از سید سلیمان ندوی۔ ص ۱۱۵

ذہبی روایات اور خصوصاً انبیاء علیہم السلام کی بعثت یا آمد کے سلسلے میں ہیں متعدد روایات ملتی ہیں۔

آج ایک عام تصور مسلمان ذہنوں میں یہ ہے کہ جن انبیاء کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ ان کا تعلق صرف جزیرہ نمائے عرب سے تھا لیکن یہ دعویٰ کرنے والے حضرات یہ نہیں بتاتے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ عرب، مصر، عراق یا شام کے کن حصوں میں دعوت کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں محققین حضرت کو جو کچھ ملاحظہ وہ ہم مختصراً پیش کر رہے ہیں۔

حضرت آدمؑ ہندوستان میں

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ شری انکا میں کہ سرانڈیپ پر ایک بہت بڑے پاؤں کا نشان موجود ہے جسے بہت سے مذاہب کے پیرو مقدس مانتے ہیں۔ مسلمان اور عیسائی اسے حضرت آدمؑ کے پاؤں کا نشان بتاتے ہیں، بودھ مذاہب کے پیرو اسے گوتم بدھ کے پاؤں کا نشان کہتے ہیں اور ہندو اسے شیو جی کے پیرو کا نشان مانتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب روایات بالکل بے بنیاد بھی نہیں ہیں ان کی کڑیاں ہیں عربوں کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں۔

اہل عرب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہندوستان سے ان کا تعلق صرف چند ہزار برس کا نہیں بلکہ پیدا نسل کے شروع سے یہ ملک ان کا پدری وطن ہے۔ حدیثوں و تفسیروں میں جہاں حضرت آدمؑ کا واقعہ ہے۔ متعدد روایتوں سے یہ بیان آتا ہے کہ حضرت آدمؑ جب آسمان کی جنت سے نکالے گئے تو وہ اسی زمین کی جنت میں جس کا نام ہندوستان جنت نشان ہے انا کے گئے۔ سرانڈیپ (نکا) میں انھوں نے پہلا قدم رکھا جس کا نشان اس کے ایک پہاڑ پر موجود ہے۔ ابن جریر ابن ابی حاتم اور حاکم میں ہے کہ ہندوستان کی اس سرزمین کا نام جس میں حضرت آدمؑ اترے، وجنا ہے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ وجنا، دکھنا یا دکھن ہے جو ہندوستان کے جنوبی حصے کا مشہور نام ہے۔ اب ایک ثبوت تفسیر کی کتابوں سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آدمؑ کا نور ہند میں تھا۔

واضح رہے کہ قرآن انجیل اور تورات سے یہ روشنی مفسرین کو ابھی تک نہیں مل سکی ہے کہ حضرت آدم دنیائے کس خطہ میں آمارے گئے۔ مندرجہ بالا روایات اور شری منکامیں پاؤں کا کہ نشان سے یہ اشارات ملے ہیں کہ حضرت آدم کی بعثت اس سرزمین میں ہو سکتی ہے۔ حالانکہ یہ روایات ضعیف قرار دی جاتی ہیں، لیکن یہ بات ضرور قابل غور ہے کہ دنیا کے کسی اور خطے کے بارے میں ایسا دعویٰ ہونے کی روایات کبھی ہمیں نہیں ملتی۔

حضرت نوحؑ ہندوستان میں | قرآن سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نوح کے بعد حضرت نوح کی کشتی جو دی سباڑ پر رکھی گئی جو کہ عراق کے علاقے کردستان میں ہے۔ بائبل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ارا رات پر ان کی کشتی ٹھہری تھی۔ (جو دی سباڑ کوہ ارا رات کے سلسلے کی ہی ایک چوٹی ہے)۔ لیکن آج تک مفسرین نے یہ نہیں بتایا کہ کشتی کے اُکنے کے بعد حضرت نوح کا خطہ تبلیغ دنیا کے کون کون سے علاقے رہے اور یہ بھی پتہ نہیں چل سکا کہ طوفان نوح سے پہلے حضرت نوح چوتھو سال تک کہاں رہے۔ تورات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح اور ان کے ساتھی طوفان کے بعد بابل میں اکٹھا ہوئے اور وہاں سے پوری روئے زمین پر پھیلے۔

اس لیے اس کا نام بابل ہے کیونکہ خداوند نے وہاں پر تمام اہل زمین کی زبانوں کو غلط کر دیا تھا۔ اور وہاں سے ان (حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں) کو خدا نے تمام روئے زمین پر پھیلا دیا۔ (توریت کتاب پیدائش ۱۱-۹)

قرآن یہ بتاتا ہے کہ تور سے پانی ابنا شروع ہوا تھا، اور یہاں سے طوفان کی ابتدا ہوئی تھی۔ ترجمہ:- "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپنچا اور تور سے پانی ابنا شروع ہوا تو ہم نے کہا کہ اس (کشتی) میں ہر قسم کے جوڑوں میں سے دو کو چڑھا لو....." (ہود: ۴۰)

لفظ تور عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔ فارسی میں اس کے معنی روٹی پکائے جانے والے تور کے ہیں۔ بیشتر مفسرین نے اس لفظ کو انہیں معنوں میں استعمال کیا ہے اور کچھ نے تور سے مراد سطح زمین یا ہے۔ یعنی سطح زمین سے پانی ابنا شروع ہوا لیکن لفظ تور سے پہلے

قرآن میں الف۔ لام استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے کوئی مخصوص تنویر۔ اس سلسلے میں علماء کی تشریح دیکھئے :

”اور اگر یہ کہا جائے کہ الف لام اللّٰتُنَّ میں ہے..... اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عیب نہیں کہ نوح کو وہ تنویر معلوم ہو۔“

حسن بصری کا بیان ہے کہ وہ تنویر پتھر کا تھا اور حضرت حوا اس میں دوٹیاں پکائی تھیں پھر وہ حضرت نوح کے پاس آگیا تھا اور ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تم دیکھو کہ تنویر سے پانی اُبل رہا ہے تو اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جانا۔ ۱۷

”یہ تنویر حضرت آدم کا تھا؟ یہ بات مولانا محمد نعیم صاحب مراد آبادی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ پہلے تم تفسیر فتح القدر سے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کر ہی چکے ہیں کہ حضرت آدم کا تنویر ہند میں تھا۔ آئیے اب ایک اور رُخ سے دیکھیں۔“

لفظ تنویر پر بہت سے اقوال اکٹھا کرتے ہوئے علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے :

”..... آنحوال قول یہ ہے کہ وہ ایک مقام ہے جو ہند میں ہے.....“ ۱۸

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ جب ہم نے ہندوستانی ریلوے ٹائم ٹیبل میں تلاش کیا تو ہمیں تنویر (TANUR) نام کا ایک مقام صوبہ کیرالہ میں ملا۔ اور نقشہ میں تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ کیرالہ کے ملاپورم (MALAPPURAM) ضلع میں ساحل سمندر پر تنویر واقع ہے۔ یہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر ہے جو بحیرہ عرب کے ذریعہ عرب سے جدا ہوتا ہے۔ روایات کی روشنی میں کیا یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ وہی مقام ہے جہاں سے سیلاب نوح کے شروع ہونے کا ذکر قرآن نے کیا ہے؟ اس سے دوسرے تمام اقوال کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی ساحل سمندر پر جو مقام تنویر ہے وہاں سطح زمین سے پانی اُبلنا شروع ہوا تھا اور یہی مقام حضرت آدم کا تنویر کہلاتا تھا۔

۱۷ باب فتاویل، ج ۳ ص ۱۸۹۔ طبع مصر ۱۳۳۲ھ۔ بحوالہ لغات القرآن مؤلف مولانا عبدالرشید نعمانی

ندوة المصنفین۔ دہلی ۱۳۳۲ھ

۱۸ تفسیر فتح القدر۔ جلد دوم۔ ص ۲۰۴

یہ نظر میں رہے کہ ہندوستانی قوم سے حضرت نوح کا زبردست تعلق بحیثیت 'منو' کے ہم پچھلے صفحات میں پورے وثوق کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں۔ پیچھے بیان کردہ حسن بصریؒ کے قول سے کہ جب تم دیکھو کہ تنور سے پانی ابل رہا ہے تو اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جانا؛ اور ان دوسری تمام روایات سے جن میں کہا گیا ہے کہ یہ تنور حضرت آدمؑ کا تھا اور ہند میں تھا یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ طوفانِ نوح سے قبل ہندوستان میں تھے۔ اب طوفان کے بعد پر غور کریں۔

نرسنگھ اگر وال نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ آریں قوم ہندوستان میں منو (حضرت نوح) کے ساتھ آئی۔

”آریں جن کو ہندوستان میں فاد منو لے کر آئے تئوں کی پوجا نہیں کرتے تھے؛ بلکہ وگجرات کے ایک تانوں واں اور محقق ایم۔ زماں کو کھرانے برسوں کی تحقیق کے بعد انکشاف کیا ہے کہ آدم ثانی خاک گجرات میں محو استراحت میں۔ ان کے دعوے کی بنیاد دو سو چالیس فٹ چوڑا ایک قدیم ترین مزار ہے جو گجرات کے اسی تاریخی شہر سے پچیس میل دور موضع بریلہ شریف کے نواح میں صدیوں سے مرجع خلایق ہے۔ لگاؤں سے تقریباً ایک فرلانگ جنوب میں گھنٹی جھاڑیوں اور سایہ دار درختوں سے ڈھکی ہوئی اس نوگزی قبر کے بارے میں عام تاثر ہے کہ یہاں حضرت نوح کے بیٹے یا پوتے حضرت قبیط کا دفن ہے۔ لیکن ایم۔ زماں کو کھرانے علم کشف القبور کے دونما..... کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ یہ قبیط نہیں بلکہ خود حضرت نوح ہیں.....“

بہت سے دیگر علماء کشف القبور اور بزرگان کے حوالے تائید میں بیان کرنے کے بعد آگے لکھا ہے:

”بریلہ شریف ایک سرحدی گاؤں ہے اور گجرات سے پانچ میل دور جانب شمال مشرق

قصہ ناندو کے نزدیک واقع ہے۔ یہاں سے وادی چھد کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور دریائے چناب اور تومی اس کے قریب ہی بہتے ہیں۔ تقسیم سے قبل ہندو مزار کو 'منومہرست' کے نام سے پکارتے تھے۔ منومہرست سنسکرت کا لفظ ہے اور اس کا مطلب کشتی والا ہے۔ عبرانی لفظ 'نوح' سے بھی یہی معنی اخذ کیے جاتے ہیں۔ سنسکرت کی قدیم کتابوں میں درج ہے کہ آدم کا ایک بیٹا پنکھ پھیر و سمیٹ کر کشتی پر بلاتا ہے۔ طوفان نوح کا ذکر آریاؤں کی قدیم مذہبی کتابوں میں آیا ہے اور اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ اوائل ہی میں نوح کی اولاد برصغیر ہند تک پھیلی ہوئی تھی۔ آئینہ گجرات میں درج ہے کہ گجرات کے باشندے حضرت نوح کے بیٹے حام کی اولاد ہیں اور حامیوں نے کشمیر کے نواح میں بڑی بڑی عمارتیں اور خلاصہ: تعمیر کرائے تھے مگر در زمانہ سے لحد حام کے آثار بھی مٹ چکے ہیں لیکن شہروں اور مزارات کی صورت میں ان کی آمد کے نشانات یہاں کے وسیع و عریض علاقے میں پھیلانے ہوئے ہیں۔ بڑیلہ شریف کے نواح میں مٹی کے بڑے بڑے تودے اور ٹیلے اس امر کے گواہ ہیں کہ یہاں کبھی اولادِ آدم کی مالیشان بستیاں ہوں گی۔ ۱۷

اس تحقیقاتی مقالے کے مندرجہ بالا اقتباسات کے بعد اب ذرا یہ بھی دیکھیں۔
 یا قوت تومی نے لکھا ہے کہ بو قیر بن یقطن بن حام بن نوح کی اولاد میں سندھ اور ہندو بھائی تھے جن کے نام سے یہ دونوں ملک مشہور ہوئے۔ ۱۸
 ان تمام روایات اور تحقیقات سے کیا اس قیاس کو تقویت نہیں ملتی کہ طوفانِ نوح سے قبل اور بعد میں بھی حضرت نوح کا تعلق ہندوستان سے رہا تھا؟

حضرت آدم اور حضرت نوح سے متعلق مندرجہ بالا روایات اور تحقیقاتی تحریروں کو اگر آپ علیحدہ علیحدہ دیکھیں تو ان میں سے چند یا ہر ایک کو ضعیف کہہ لیں لیکن اکٹھا ہونے کے بعد ان کی حیثیت تومی اور مستند بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ کسی اور ملک میں ان انبیاء کی بعثت

۱۷ رفقا تومی جنگ ۳، ص ۱۷۱ و ۱۷۲، روزنامہ نصف جیدہ آباد۔

۱۸ خلافت راشدہ اور ہندوستان از قاضی امیر مبارکپوری مطبوعہ بخودہ المصنفین دہلی ۱۹۷۷ء ص ۲۵

یا وفات کے دعوے ہیں نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ اگر ان تمام محققین نے ایک ہی حقیقت پر اپنی اپنی جگہ افسانے گو کہ لیے تو یہ بڑی عجیب بات ہے کہ عربوں نے بھی حضرت آدم اور حضرت نوح کے ہندوستان ہی سے متعلق ہونے کے افسانے گڑھے اور چین، روس، جاپان، یورپ، امریکہ یا آسٹریلیا سے متعلق نہیں گڑھے۔

ویسے بھی اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اس دور کے انسانوں کے قد ساٹھ ساٹھ میٹر لمبے اور عمریں ایک ایک ہزار سال کی ہوتی تھیں۔ ایسے انسان اپنی عمریں اگر دنیا کے ہر خطے سے گزریں ہوں تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔ لمبی عمروں کی روایات تو بہت عام ہیں۔ بے قد کے لیے مسیح بخاری میں کتاب الانبیاء و صلوات اللہ علیہم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث دیکھو، جاسکتی ہے جس میں ہے کہ حضرت آدم کا قد ساٹھ ذراع رمیٹر تھا۔ اس وقت سے اب تک لوگوں کا قد برابر گھٹتا آ رہا ہے۔

حضرت موسیٰ و دیگر انبیاء ہندوستان میں | جی ہاں! حضرت آدم و نوح ہی نہیں، دیگر بہت سے انبیاء کی ہندوستان میں آمد یا موجودگی کی بہت سی روایات موجود ہیں جن میں کچھ کا ذکر ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔

و محققین کو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل عرب بودھ کو ہی بوذا سفت کہتے تھے؟ نہ اس دور کے ایک نامور عالم مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کو مہاتما بدھ میں نبوت کا پرتو نظر آتا تھا اور وہ کلام مجید کے ذوالکفل اور کپل و ستوا کو ایک ہی شخصیت قرار دیتے تھے؟ نہ اے این کنگسم کی آثار قدیمہ کی ۶۲-۱۸۶۲ء کی رپورٹ کے تذکرے کے ذیل میں ہیں یہ

مسا ہے :
..... کنگسم نے اجودھیا میں ان تودوں کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ سنی اور دیگر پربروں کے درمیان مسلمانوں کا ایک مذہبی مقام ہے جو مشرق سے مغرب تک ۶۴ فٹ ہے اور

۱۔ عرب ہند تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۱۱۵

۲۔ شاہ معین الدین احمد۔ رسالہ معارف ص ۵۵ جلد ۵ ص ۱۱۵

۲۴ فٹ چوڑا ہے اور اس میں دو مزار ہیں جنہیں حضرت شیش اور حضرت ابوب سے منسوب کیا جاتا ہے؛
 ہندوستان کی سرزمین بھی خلیک پنیر دل سے خالی نہیں رہی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ
 جیسے بزرگ تک جو عقائد میں بڑے متشدد ہیں ہندوستان میں بعثت انبیاء کے قائل ہیں اور ان
 کو یہاں کے بعض شہروں میں نور نبوت نظر آیا تھا۔ ۱۷
 ایم زمان کو مکھراجن کا ذکر ہم روزنامہ قومی جنگ رام پور کے حوالے سے کر چکے ہیں اگے بارے
 میں اخبار مزید لکھتا ہے،

ایم زمان کو کھرانے مزار زوح یا فرزند زوح کے مرتد کے علاوہ وسیع و عریض قبروں کی نشاندہی
 کی ہے ان کے بقول موضع چوگالی میں حضرت خانو غ کنعانی تھے اور وہ حضرت یوسف کے بیٹے
 تھے۔ آئینہ گجرات میں درج ہے کہ قاضی سلطان محمود نے علم کشف القبور کے ذریعہ گجرات کے آس
 پاس متعدد مزارات کی نشاندہی کی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ تمام قبریں ان تمام انبیاء بنی اسرائیل
 کی ہیں جو اولاد موسیٰ و عمران میں سے تھے۔ قدیم تاریخی حوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ گجرات، علم و
 فضل کے اعتبار سے خطر یونان ہی نہیں بلکہ روحانیت کی نسبت سے پنیروں کا مدفن بھی ہے۔
 روال شریف کے مقام پر ایک مزار موجود ہے۔ جس کی لمبائی عام قبر سے کئی فٹ زیادہ ہے۔ اس کے
 بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں آدم کے بیٹے شیش کی اولاد میں سے ایک بزرگ دفن ہیں۔ پیرنگر
 میں ہسپالان کی ایک تربت ہے۔ نخت نصر کے حملے کے دوران اپنے بیٹے سمیت قید ہو گئے تھے
 اور بابل میں اسیری کے، برس گزارنے کے بعد نجد کی طرف چلے آئے تھے۔ ان کے جد امجد حضرت،
 ہاروت ہیں۔ قصبہ ٹانڈ میں ایک اسرائیلی سردار نقیب خوشی کی قبر ہے۔ دہلی نے قومی کے کناے سلطان
 فیض لور فنانوس کی قبر میں ہیں۔ یہ دونوں بزرگ حضرت ابراہیم کے بیٹے افزا سیم کی اولاد
 میں سے بیان کیے جاتے ہیں۔ سلطان سیا دوش کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ حضرت داؤد
 کے فرزند ہیں۔ ایک نوگزی قبر موضع رنڈرہ میں بھی ہے۔ ان صدیوں اور قرون پرانی قبروں

سے مسلم دنیا (اردو) اپریل ۱۹۵۵ء ص ۵۷ سے مکتوبات جلد اول۔ مکتوب نمبر ۲۵۵۔ بحوالہ اسلام
 میں دوسرے مذاہب اور اہل مذاہب کی حیثیت؛ از شاہ معین الدین آمدنوی۔ مطبوعہ: رسالہ معارف ص ۱۱۱
 جلد ۹۵ ص ۱۱۱

نے اگر اپنے تقدس اور احترام کو برقرار رکھا ہو لہے تو اس بارے میں یہی کیا جاسکتا ہے کہ یہ پیغمبروں کے معجزات ہیں۔" لہ

حضرت موسیٰؑ کے بارے میں ہندوستان کی جین قوم کی روایات میں یہ ملتا ہے کہ وہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

اگرچہ حضرت آدمؑ و نوحؑ کے ضمن میں بیان کردہ روایات کے مقابلے میں مندرجہ بالا روایات کی حیثیت اور زیادہ کمزور ہے لیکن پھر بھی کیونکہ روایات موجود ہیں اس لیے ہم نے مختصراً بیان کر دیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی ہندوستان میں آمد کے بارے میں | حضرت عیسیٰؑ ہندوستان میں کشمیر اور لداخ میں بہت سی روایتیں مشہور ہیں

روسی اور انگریزی محققین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ذیل میں ہم ہندی زبان کے مشہور رسالے کا دسینی (مارچ ۱۹۱۷ء) میں چھپے اچار یہ رجینس کے ایک مضمون "عیسیٰؑ کی نامعلوم زندگی" (ईसा का अज्ञात जीवन) سے کچھ اقتباسات نقل کر رہے ہیں۔ (ترجمہ ہندی سے اردو)

"..... ہندوستان کے پاس یہ یقین کرنے کے کئی ثبوت ہیں کہ عیسیٰؑ کشمیر میں ایک بدھ مٹھ میں ٹھہرے رہے۔ کشمیر میں کہانیاں مشہور ہیں کہ عیسیٰؑ وہاں تھے ... مراقبے میں غرق تھے پھر وہ یروشلم میں ظاہر ہوئے اس وقت وہ تیس سال کے تھے۔"

ایک فرانسیسی مصنف اپنی کتاب "جنت کا سانپ" (The Serpent Of Paradise) میں کہتا ہے۔ "کوئی نہیں جانتا کہ تیس سال کے ہونے تک انھوں نے کیا کیا اور کہاں رہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ کشمیر میں رہے تھے؟"

"..... روسی سیاح نکولاس فیروچ جو کہ قریب ۱۸۸۰ء کے آس پاس ہندوستان آیا تھا۔ لداخ گیا۔ وہاں وہ بیمار پڑ گیا اور مشہور ہینیس گیمپا میں رہا۔ گیمپا میں اپنے قیام کے دوران وہ متعدد بدھ گرتھ پڑھ گیا۔ اس نے ان بدھ گرتھوں میں عیسیٰؑ کا ان کی تعلیمات اور

ان کے لداخ کے سفر وغیرہ کے بارے میں کافی بیان پایا۔ بعد میں اس نے ایک کتاب شائع کی۔ اس میں عیسیٰ کے لداخ اور مشرق کے دوسرے ممالک کے سفر سے منطقی بیانات کا ذکر کیا ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ لداخ میں عیسیٰ اونچے پہاڑوں کے دروں میں سے گزر کر بریلے راستوں و پنڈوں کو پار کرتے ہوئے کشمیر میں پہلکام پہنچ گئے۔ وہ پہلکام (گڈریہ گاؤں) میں کافی لمبے عرصے اپنی بعیر بکریوں کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ یہاں عیسیٰ کو اسرائیل کی کچھ کھوئی ہوئی قوموں کے نشانات ملے ایسا بیان ملتا ہے کہ عیسیٰ کے قیام کے بعد سے ہی یہ گاؤں پہلکام کے نام سے پکارا گیا۔ پہل ہکا کشمیری زبان میں مطلب ہے 'گڈریہ اور 'کام' کا مطلب 'گاؤں'۔ بعد میں سری نگر جاتے ہوئے عیسیٰ آرام کے لیے رُکے اور اسٹکم (इस्मकम) مقام پر انھوں نے اپدیش دیئے۔ یہ گاؤں بھی اسٹکم (عیسیٰ کے آرام کی جگہ) نام سے ان کے پیچھے ہی پکارا جانے لگا۔ ۱۷

اسی ہندی رسالے کا دمینی کے دمیر ۱۹۷۰ء کے شمارے میں شانی کنج ہری دوارا لکھیک
 مضمون "قتی لاما کی قربت میں عیسیٰ" (इसा के सान्निध्य में तिब्बती)
 کے عنوان سے چھاپا ہے۔ اس کے اقتباسات بھی ہم نقل کر رہے ہیں۔ (تراجم ہندی سے اردو)
 "یہ تیس سال عیسیٰ نے کہاں اور کس طرح گزارے، یہ جاننے کے لیے عالموں نے کافی
 ریسرچ کی ہے۔ ریسرچ اسکالروں میں سب سے آگے ہیں روسی عالم نورودچ، جنھوں نے
 لگا تار چالیس سال تک مختلف ملکوں کا سفر کر کے ریسرچ کی اور اپنے نتائج کو ۱۸۹۰ء میں 'عیسیٰ
 کی نامعلوم زندگی' (Unknown Life Of Jesus) نامی کتاب کی شکل میں شائع کر آیا۔
 نکولس نورودچ اپنے تحقیقاتی سفر کے دوران تبت بھی گئے اور انھوں نے تبت کے جنوب
 بودہ و پار میں تاز کے تپوں پر لکھا ہوا ایک قدیمی گرتھ دیکھا۔ نورودچ نے اس بودہ و پار میں
 گزارے عرصہ کا بیان اس طرح لکھا ہے۔۔۔ "میں جب ایک گپھا میں گیا تبت وہاں ایک لانا
 نے مجھے ایک ایسے پیغمبر کے بارے میں بتایا جسے وہ بودہ کا ہی ایک روپ مانتا تھا۔ لانے اس
 پیغمبر کا نام عیسیٰ بتایا اور کہا کہ ہم لوگ عیسیٰ کا نام بڑی عزت کے ساتھ لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں
 سنہ یہ لفظ ہندی میں اس طرح لکھا تھا۔ عیسیٰ اور مقام سے بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

ہیں زیادہ معلومات نہیں ہے۔ لیکن بڑے لاما کے پاس ایک قدیمی گرتھ ہے جس میں عیسیٰ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے کسی طرح نورودوح نے وہ قدیمی گرتھ دیکھنے اور اس کی تصویر اتارنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس گرتھ میں ۱۴ باب اور ۲۴ اشلوک ہیں۔ گرتھ میں عیسیٰ کے بارے میں جو بیان ملتا ہے وہ اس طرح ہے۔ عیسیٰ گیان حاصل کرنے کی غرض سے ہندوستان آئے۔ ان دنوں یروشلم کے سوداگروں کے قافلے تجارت کے لیے یہاں آیا کرتے تھے۔ عیسیٰ بھی ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ سندھ ہوتے ہوئے ہندوستان آئے تھے..... عیسیٰ سب ہی انسانوں سے محبت کرتے تھے۔ اور انھیں بھی دلشاد و شاد سمی پیار کرتے تھے۔ ان دنوں وہ جگن ناتھ پوری میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جگن ناتھ مندر کے سجادوں کو یہ پتہ چلا کہ عیسیٰ شوروں سے بھڑکتے ہیں تو وہ ان سے ناراض رہنے لگے۔ عیسیٰ کو جب سجادوں کی ناراضگی کا پتہ چلا تو وہ جگن ناتھ مندر چھوڑ کر راج گڑھ چلے گئے..... چھ سال وہاں رہے اس کے بعد نیپال ہوتے ہوئے تبت پہنچے۔ سو سال تک اس طرح سفر کرتے ہوئے ایران کے راستے سے اپنے وطن لوٹ گئے۔ تبت کے سفر کے دوران انھوں نے چند سال انہوں کو دھ و ہار میں لاما کے ساتھ بھی گزارے تھے.....

انجیل میں بھی ایسا بیان ملتا ہے کہ بیت لحم میں جب عیسیٰ کا جنم ہوا تب مشرق کے کوئی گیانی پریش ان کا درشن کرنے کے لیے بیت لحم آئے۔ آرتھر مل نے اس گیانی پریش کو بدھ سنیا سی بتایا ہے۔

۶۔ کرائسٹ ان کشمیر میں عزیز قریشی نے لکھا ہے کہ ان دنوں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستان میں آکر بس گئی تھی۔ جن کے نشانات اب بھی یہاں پائے جاتے ہیں۔ کشمیر کے گوجر لوگ اپنے کو استراٹن قبیلے کا بتاتے ہیں ان کے نام اب بھی یہودی ڈھنگ کے ہوتے ہیں وہ عبرانی سے ملتی جلتی زبان بولتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہودیوں میں بھی عبرانی زبان چھٹی ہے۔ ان کے گھروں کے نام بھی یہودیوں جیسے ہیں۔ عیسیٰ خود بھی یہودی خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ اہ ان دنوں ہندوستان میں آنے والے یہودی تاجروں کے ساتھ یہاں آگئے تھے.....

۷۔ وائی سوئی آٹھ کر کے لکھے ہوئے
Long Missing Links & Discoveries About Aryans.

اور عیسیٰ مسیح اور خدا کے بغیر بات ادھوری رہے گی۔ اُنکے نے اس کتاب میں جیس کی لکھی ہوئی کتاب سے بطور ثبوت کئی تصویریں دی ہیں..... کتنی ہی تصویریں ہیں جن میں ہندوستانی تہذیب کی چھاپ ہے.....

..... بحوشیر پران (भविष्य पुराण) کے پر سنگ ۳ ادھیائے ۳۳ کے ۲۱ سے ۲۶ اشلوک تک ہالیہ پر عیسیٰ سے شکا دلش کی ملاقات کا بیان اس طرح ملتا ہے۔ * ایک بار شکا دلش ہالیہ سے آگے چوڑ (हृण) دلش گئے وہاں انھوں نے ایک سفید پوش گورے رنگ کے سنت کو پہاڑوں میں گھومتے ہوئے دیکھا۔ شکا دلش نے اُن سے تعارف چاہا تو سنت نے کہا کہ عیسیٰ میرا نام ہے۔ میں نے کنواری ماں کے پیٹ سے جنم لیا ہے اور میں غیر ملک سے آیا ہوں۔ مجھے مسیح کہا جاتا ہے..... *
مندرجہ بالا مضمون میں اس کے علاوہ زمیش چندر دت کی کتاب 'قدیم ہندوستان میں تہذیب کی تاریخ' (History Of Civilisation In Ancient India) اور ڈاکٹر اسپنسر کی 'عیسیٰ کی پوشیدہ زندگی' (Mystic Life Of Jesus) کے حوالے سے بھی حضرت عیسیٰ کا ہندوستان آنا ثابت کیا گیا ہے۔

یہ تھیں ہندوستانی انگریزوں اور ایک روسی کی تحقیقات! انھیں آپ مانیں یا نہ مانیں (حالاً کہ نہ ماننے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے) اب آئیے دیکھیں نبی آخر الزماں حضرت محمد کے ہندوستان سے تعلق کی روایات۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ جو

حضرت محمد مصطفیٰ اور ہندوستان

۱۳ء میں مسلمان ہوئے ان کے بارے میں ایک چلتی ہوئی روایت ہے کہ وہ جنوبی ہند میں تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لائے تھے اور یہیں انتقال فرمایا اور نواحی مدارس میں ان کی قبر وجود ہے؟
طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ ۱۳ء میں حضرت

۱۳۵ تا ۱۳۸ کا دہائی۔ دیکھئے

۱۳۵ تا ۱۳۸ کا دہائی۔ دیکھئے

۱۳۵ تا ۱۳۸ کا دہائی۔ دیکھئے

خالد بن ولیدؓ نے جو ان سے جو حادث کا ایک وفد کے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے..... رسول اللہؐ نے ان کا ان وفد کو دیکھ کر فرمایا: "یہ کون لوگ ہیں جو گویا ہندوستان کے آدمی ہیں؟" نے

ہندو جو بالادریات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ ہندوستانیوں کو اتنی اچھی طرح جانتے تھے کہ غیر معروف لوگوں کا حلیہ بیان کرنے کے لیے آپؐ نے ہندوستانیوں کی مثال دی۔ ذیل میں دو روایتیں ہم نظر نقل کر رہے ہیں جن سے آپؐ کا ہندوستانیوں سے واقف ہونا ثابت ہوتا ہے۔

یوں تو عہد رسالت میں ہندوستان کی مختلف قومیں دیار عرب میں موجود تھیں مگر ان میں سے نہ رجا (جاٹ) اور سیاہو بڑی تعداد میں عرب کے مشرقی سواحل اور ان سے متصل آبادیوں میں رہتے تھے اور پورے عرب کے لوگ ان سے اچھی طرح واقف تھے۔ خود رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ ان کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ چنانچہ جامع ترمذی کے ابواب الاشارة میں..... حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کے الفاظ یہ ہیں۔ کچھ لوگ میرے قریب آئے۔ وہ اپنے جسم اور بال میں جاٹوں کے مشابہ تھے۔" نے

مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس طریقے سے حسن فریب تک ہے۔" نے

صحیح بخاری میں معراج کے باب میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت موسیٰؑ کو رنگ اور جاست میں جاٹ سے تشبیہ دی ہے۔

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا۔ عیسیٰؑ تو سرخ رنگ، گھونگھریالے بالوں اور چوڑے سینے والے ہیں۔ رہے موسیٰؑ تو وہ گندمی رنگ اور سیدھے بالوں والے تھے۔ گویا وہ جاٹوں (زط) میں سے ہیں۔" نے

نے نے خلافت راشدہ اور ہندوستان از قاضی امیر مبارکپوری۔ مطبوعہ ۱۹۴۵ء ص ۲۹، ترتیب

سے ترمذی شریف (اردو) مطبوعہ بال بکٹر پورہ دہلی ۱۹۴۵ء جلد دوم ص ۱۳۵

۳۵ بخاری کتاب الانبیاء باب فاذا کرنی الکتاب کریم۔

یہاں تک تو ہم نے وہ روایات پیش کی ہیں جن میں ہندوستانیوں سے آپ کی واقفیت کا ذکر ہے لیکن بات صرف واقفیت تک ہی کی نہیں ہے بلکہ خصوصی تعلق، محبت اور لگاؤ آپ کو اس ملک سے تھا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱ عربوں کو ہندوستان سے ہمیشہ بڑا لگاؤ رہا ہے..... عربوں کا خیال ہے کہ حضرت آدمؑ دنیا میں دجنا کے مقام پر اتارے گئے جو ہندوستان میں واقع ہے۔ نور محمدی حضرت آدمؑ کی پیدائش میں امانت تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہؐ کا ابتدائی ظہور اس سرزمین میں ہوا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ جنت سے چار دنیا نکلے ہیں: نیل، فرات، جیہون اور سیحون۔ نیل تو مصر کا دریا ہے۔ فرات عراق میں، جیہون ترکستان میں۔ سیحون کے متعلق یہ ہے کہ ہندوستان کے دریا کا نام ہے۔ کیا جنت کے اس چوتھے دریا کو گنگا کہیں گے؟ بعض لوگوں نے کہا: کو دریا سندھ قرار دلیے۔“ ۱۰

..... اسکی مناسبت سے عربوں میں یہ روایت مشہور ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے اور حضرت علیؑ نے بھی فرمایا کہ سب سے پاکیزہ اور خوشبودار مقام ہندوستان ہے۔“ ۱۱

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ رسول اکرمؐ نے ہندوستان میں غزوہ کی بھی خوشخبری سنائی ہے۔ ایسا غزوہ جس میں صرف شرکت ہی کر لینے پر دوزخ کی آگ سے حفاظت کی بشارت ہے۔ لام نسائی نے سنن میں باب غزوة الهند کے تحت اور لام طبرانی نے معجم میں نجد جید کے ساتھ حضرت ثوبانؓ مولیٰؓ کی رسول اللہؐ سے روایت نقل کی ہے۔

۱۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے ناریہ جہنم

۱۰ تفسیر درمشور از علامہ سیوطی جلد ۱ ص ۵۵

۱۱ بحوالہ سید صاحب الدین عبدالرحمن رسالہ معارف فروری ۱۹۵۵ء ص ۱۱۰

۱۲ عرب ہند تعلقات۔ مولانا سید سلیمان ندوی ص ۲۰۲

۱۳ سکتہ المرجان فی تاریخ ہندوستان، باب اول۔ بحوالہ سید صاحب الدین عبدالرحمن، رسالہ معارف فروری ۱۹۵۵ء ص ۱۱۰

سے محفوظ رکھا۔ ایک دہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرنے کا اور دوسرا گروہ جو حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہے گا۔
 حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان میں غزوہ کا وعدہ
 فرمایا ہے۔ اگر میں اس میں شریک ہوا تو اس میں اپنی جان و مال خرچ کر دوں گا۔ اگر ارا گیا تو بہترین شہید
 ہوں گا اور اگر زندہ واپس ہوا تو جہنم سے آزاد ابو ہریرہ ہوں گا۔ ” اللہ تعالیٰ ہی غزوہ ہند کے لیے قبول فرمائے۔
عرب و ہند کبھی ایک تھے | عرب و ہندوستان کے درمیان ہزاروں صفحات پر پھیلی
 ہوئی تجارتی، ثقافتی اور روحانی تعلقات پر مبنی

ایک طویل کہانی کے یہ کچھ درمیانی حصے تھے جو آپ کی نظر سے گزرنے لے کہیں کہیں تو ایسا محسوس ہوتا
 ہے کہ ایک ہی کمپیوٹر مشین کے دو حصے ہیں جن کا ایک دوسرے سے مسلسل رابطہ ناگزیر ہے جیسے کبھی
 کبھی دو جزواں بجائیوں کے درمیان ٹیلی فونی کی دماغی لہروں کا تعلق قائم رہتا ہے۔ چاہے وہ ایک
 دوسرے سے سینکڑوں ہزاروں میل دور ہوں۔ اس احساس کے بعد یہ جان کر حیرت بالکل نہیں
 ہوگی کہ کبھی دونوں ملک جغرافیائی اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے بلکہ ایک دوسرے
 میں پیوست تھے۔ وقت کے طویل سلسلے میں جو تغیرات رونما ہوئے ان میں یہ دونوں ملک بھی
 ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

علم طبقات الارض کے ماہرین کی جدید تحقیقات کے مطابق دنیا کے یہ تمام براعظم کن
 نہیں ہیں بلکہ مسلسل حرکت کر رہے ہیں۔ بیس کروڑ سال پہلے زمین کے تمام خشکی کے حصے ایک
 دو کوسے سے جڑے ہوئے تھے۔ اس خشکی کے خطے کے چاروں طرف سمندر تھا۔ مختلف براعظم
 اس عظیم خطہ زمین سے ٹوٹ ٹوٹ کر تیرتے ہوئے آج موجودہ شکل میں آ پہنچے ہیں اور اب

۱۔ سنن نسائی جلد دوم ص ۵۵ مطبوعہ مجتہبی۔ دہلی

۲۔ سنن نسائی اور امام احمد بن حنبلہ اور امام ابن کثیر نے بھی غزوہ ہند کا حدیث کی روایت کی ہے۔ چنانچہ
 البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۵۵ میں ہے۔ غزوہ ہند میں حدیث وارد ہوئی ہے جسے حافظ ابن عساکر وغیرہ نے روایت
 کیا ہے۔ غلام علی آزاد نے مذکورہ بالا دونوں روایتوں کو تفصیل کے ساتھ سورتہ جہان صفحہ ۱۱۱ میں درج کیا ہے۔

۳۔ بحوالہ خلافت راشدہ اور ہندوستان از قاضی اعظم مبارکپوری مطبوعہ: ندوۃ المصنفین۔ دہلی۔ ۱۹۶۷ء ص ۵۰

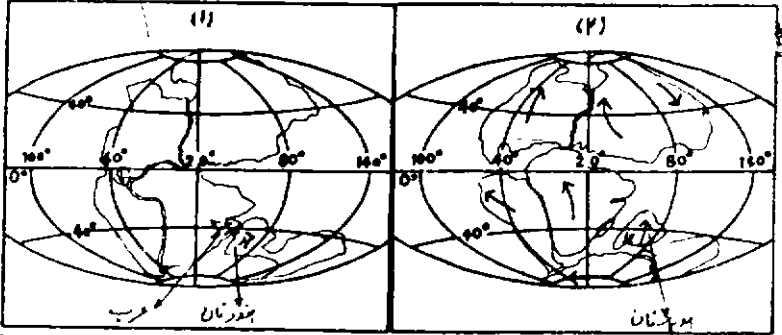
سبھی حرکت پذیر ہیں۔ اس موضوع پر ڈوئلڈ ڈیٹلر کے لکھے ہوئے مضمون 'زمین کے براعظم بہہ رہے ہیں' [EARTH'S CONTINENTS ARE ADRIFT] سے چند اقتباسات

ہم پیش کر رہے ہیں۔ یہ مضمون ریڈرس ڈائجسٹ جولائی ۱۹۰۱ء کے انگریزی شمارے میں چھپا تھا، اعلیٰ صغیر پوٹو سائبروی جلدی ہیں وہ بھی ریڈر ڈائجسٹ کے اسی مضمون سے لی گئی ہیں۔

دنیا کے چار ارب ساٹھ کروڑ سالہ علم طبقات الارض کی تاریخ میں سمندر ایک اکاؤنڈین باجے کی طرح پھیلنے اور سکڑتے رہے ہیں اور براعظم طوفانی سمندر میں ایک پرانے جہاز کی مانند ڈولنے رہے ہیں..... یقیناً اس معجم کے کچھ حصے ابھی غائب ہیں اور تمام تفصیلات پر سائنسدان متفق نہیں ہو پائے ہیں لیکن ایک عمومی خاکے پر سائنسدانوں کی اکثریت اس حیثیت سے اتفاق کر چکی ہے کہ اب صرف ایک نظریہ نہیں رہا بلکہ اسے سائنٹیفک سچائی تسلیم کر لیا گیا ہے..... سمندری علوم کے ماہر سائنس دان مورس ایونگ کے الفاظ میں یہ تحقیق سائنس اور نسل انسانی کے لئے اتنی اہم ہے جتنی کہ سائنس دان آئسٹن کے حرکت اور قوت کے اصول.....

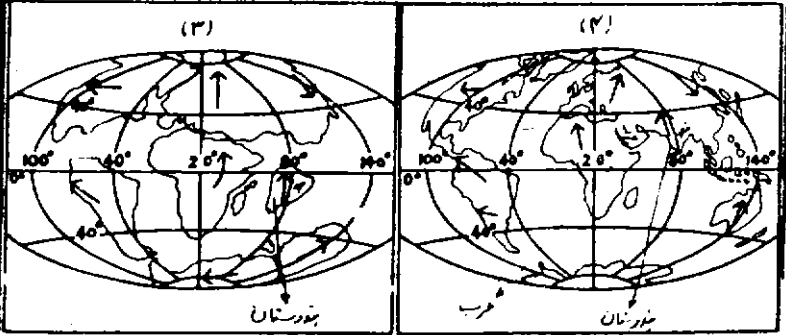
زمین کے تمام براعظم آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ بیس کروڑ سال پہلے یہ زبردست براعظم ڈوئلڈ شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آج کی موجودہ شکل یعنی سات براعظم اور مختلف جزائر وجود میں آئے..... یہ تمام براعظم ایک زبردست طاقت کے ذریعہ جس کا مرکز نامعلوم ہے مختلف سمتوں میں بہہ رہے ہیں اور ان کی رفتار ایک سینٹی میٹر سے پندرہ سینٹی میٹر سالانہ ہے جو کہ علم طبقات الارض کی رو سے ایک زبردست رفتار ہے..... مثلاً سائنس دانوں کو یہ معلوم ہوا کہ بحر ادقیانوس کی چوڑائی بڑھ رہی ہے۔ یورپ اور شمالی امریکہ ایک دوسرے سے ڈھائی سینٹی میٹر سالانہ کی رفتار سے دور ہوتے جا رہے ہیں..... سمندر کے فرش کی حرکت کی رفتار کا حساب لگانے کے بعد سائنسدان یہ معلوم کر سکے ہیں کہ خشکی کے تمام براعظم پہلے کس شکل میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے ایک زبردست مشرق مغرب دراڑ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے افریقہ اور جنوبی امریکہ جدا ہوئے۔ انڈیا اور آسٹریلیا علیحدہ ہوئے اور ہندوستان آزاد ہو کر شمال کی طرف سے بہنا شروع ہوا۔ بیس کروڑ سال میں زمین نے موجودہ شکل اختیار

کی سب سے حیرت انگیز کیس ہندوستان کا ہے۔ جس نے افریقہ اور انڈیا کٹکٹ سے ٹوٹنے کے بعد شمال کی طرف آٹھ ہزار آٹھ سو کلومیٹر کا فاصلہ اٹھارہ کروڑ سال میں طے کیا اور ایشیا کے پیٹ میں



۱۔ براعظم میں کروڑ سال قبل

۲۔ دو کروڑ سال تک پہنچنے کے بعد



۳۔ گیارہ کروڑ سال سے زائد پہنچنے کے بعد

۴۔ آج۔ اور اب بھی حرکت پذیر

اس قوت سے داخل ہوا کہ اس کے آگے کی زمین ہالیوڈ پیٹ کی شکل میں اونچی اٹھ آئی موجودہ سمندوں میں موجودہ رفتار سے زمین کے ٹکڑوں کا یہنا جاری رہا تو ہالیوڈ اسی اور اونچا ہو گا اور پھر ہندوستان ایشیا میں گہستے رہنے سے تھک کر مشرق کی طرف بہنا شروع کر دے گا۔

اوپر دیئے نقشوں سے یہ واضح ہے کہ ہندوستان پہلے موجودہ براعظم افریقہ میں جزو ہوا تھا۔ ہندوستان کے الگ ہونے کے بعد کروڑوں سال کی تبدیلیوں کے بعد اس جگہ نے موجودہ عرب کی شکل اختیار کی۔

پرانہ تصور یہ تھا کہ زندگی صرف انسانوں، جانوروں اور چند نظر نہ آنے والی مخلوقات میں ہے باقی تمام چیزیں بے جان ہیں۔ پھر سائنس نے نباتات یعنی پتوں پودوں میں زندگی کا ہونا ثابت کیا۔ اور آج سائنس یہ بتاتی ہے کہ ہر شے میں زندگی ہے۔ جمادات یعنی مٹی پتھر وغیرہ میں بھی زندگی ہے۔ یہاں تک کہ ان میں احساسات و جذبات بھی ہوتے ہیں۔ (یہی قرآن سے ثابت ہے لیکن فی الوقت یہ ہمارا موضوع نہیں ہے) دنیا کی ہر شے میں زندگی ہونے کے باوجود خالص مادی نقطہ نظر سے سوچنے والے ہماری یہ بات نہیں سمجھ سکیں گے کہ دنیا کی تمام اشیا میں آپسی تعلقات یا دوریاں بھی ہیں۔ ان دیکھی طاقت کی رہائی میں مختلف اصولوں اور ضابطوں میں بندھے ہوئے مختلف اشیا میں آپس میں محبت اور نفرت کے تعلقات بھی ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ عرب کی سرزمین سے ہندوستان کے جزائریانی اعتبار سے جدا ہونے کے بعد بھی ان کے درمیان ایسے تعلقات کی مضامین اور ریڈیاں لہریں قائم ہوں جن کی وجہ سے ان ممالک میں ماضی میں بھی گہرے روحانی رابطے رہے ہیں اور مستقبل میں بھی ظاہر ہوتے رہیں گے۔

دھول کی تہوں پر نئی پالش نہیں چڑھے گی | مدبر کائنات کے نظم تدبیر پر جس گوشے سے بھی نظر

ڈالیں حسن تدبیر پر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

کروڑوں سال پہلے زمین کے دو ٹکڑے جو ایک دوسرے سے متصل تھے جدا ہوتے ہیں۔ پھر ایک ٹکڑے پر دنیا کا پہلا قدم رکھا ہے اور دوسرے ٹکڑے پر جنت سے اس کی بیوی کو اتارا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق حضرت حوا کو جدہ میں اتارا گیا تھا۔ اس طرح دنیا میں بسنے والی نسل انسانی کی ابتدا ہی سے ان دونوں خطوں کے درمیان رابطوں کی شروعات ہوتی ہے۔ ایک

خطے کا نام ہندوستان اور دوسرے کا نام سرزمین عرب ہے۔ طوفانِ نوح ایک ٹکڑے سے شروع ہوا ہے اور یہاں سے حضرت نوح کی کشتی چل کر دوسرے ٹکڑے پر سیلاب کے بعد رکتی ہے۔ حضرت نوح پھر اسی طرف واپس لوٹتے ہیں۔

ہندوستان کی مختلف نسلوں کے باشندے ہر دور میں عرب کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ ایک حصے میں مچوٹ ہونے والے انبیاء بھی دوسرے حصے سے اپنا تعلق قائم رکھتے ہیں۔ پھر عرب میں نبی آخر الزماں کا ظہور ہوتا ہے۔ ایک ایسی قوم میں جو تبدیل ہونے سے پہلے عقائد کی گمراہی کے اعتبار سے دنیا کی منفرد ترین قوم تھی۔ وہ خود بدلی اور دنیا کے ایک بڑے حصے کو بدل کر امت محمدی میں شامل کیا۔ اور اب چودہ سو سال بعد ہندوستانی قوم جو اس وقت عقائد کی گمراہی کے اعتبار سے دنیا کی منفرد ترین قوم ہے تبدیلی کے قریب ہے اور اوم مت (ओम मत) سے امت میں بدلنے والی ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے آخری شریعت کی علمبردار قوم کو حضرت نوح کی قوم یعنی پہلی شریعت والی قوم کے ساتھ ہندوستان میں یکجا کیا جاتا ہے۔ پہلے ویدک ازم پھر جین ازم اور بدھ ازم اور بعد میں مسلمان صوفیاء نے حضرت نوح کے دور سے اب تک اس ملک کو روحانیت کے مرکز کی حیثیت سے برقرار رکھا ہے۔ ہزاروں سال پرانی دھول کی پریش پٹانے کی ضرورت ہے۔ اندر سے جو صاف شفاف ترائی نکلیگی اس پر اپنی پالش چڑھانے میں کوئی وقت پیش نہیں آئے گی۔ دھول کی نہروں کی موجودگی میں پالش ہونا ممکن نہیں ہے۔

اب کیا لوگ بس نیا مت ہی کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک ان پر آجائے؟ اس کی
 عمارت تو اچکی ہیں۔ جب وہ خود آجائے گی تو ان کے لیے نصیحت قبول کرنے
 کا کون سا موقع باقی رہ جائے گا؟ (سورہ محمد: ۱۸)

اولین آسمانی صحائف - وید

وید کا تعارف ہم سب سے آگے کے خدا کی ہی عبادت کرتے ہیں: (رگ وید: ۱-۱-۱) اے سراسر با علم، سب کو روشن کرنے والے پر میشور، ہم کو ہدایت اور مغفرت کے لیے مراطہ مستقیم سے لے چل۔ اے سکھ داتا پر بھو! حاضر و ناظر مالک، تو سب کے علوم، اعمال، افکار اور معاملات سے واقف ہے۔ ہم سے ٹیرٹھ، مگر اسی اور گناہ کو دور کر۔ ہم تجھے ہی بندگا اور حمد پیش کرتے ہیں۔ (یجر وید: ۱۶-۴۰) ۱۷

’عالم کا مالک ایک ہی ہے۔‘ (رگ وید ۱۰-۱۲۱-۳) دو گو، سنو، نرا شنس (محمد) کی لوگوں کے درمیان انتہائی تعریف کی جائے گی؟

(اتھرو وید ۲۰-۱۲۶-۱) وہ یوم آخر کو بھلا کر اور علم و عقل کو حقارت سے ٹھکرا کر ہماری مقرر کردہ حدود کو بھلا رہے ہیں۔ (رگ وید ۱-۴-۳)

یہ کچھ دیدہ منترؤں کے ترجمے ہیں۔ بھندگی سے غور کیجئے، کیا ہندو مذہب کی موجودہ رائج شکل ویدوں کی ان تعلیمات کے بالکل برعکس نہیں ہے؟ کیا ان تعلیمات اور خبروں میں قرآنی تعلیمات اور خبروں سے ذرا سی بھی عدم مطابقت آپ کو محسوس ہوتی ہے؟ ویدوں میں ایسی صرف چند مثالیں ہی نہیں ہیں بلکہ تمام کے تمام ویدان تعلیمات سے بھرے پڑے ہیں جس کی کچھ اور

۱۷ سدھارک گروکل بھجرو تک کے وید پریش خصوصاً نمبر ۱۷ اور ۱۸ میں دیے گئے سماجی ویدان مذہبی کے ہندی ترجمہ ص ۵۱ سے اردو کی کئی۔ بحوالہ معراج الاسلام۔ از گنگا پرشاد پادھیائے۔

مثالیں ہم اس باب کے آخر میں پیش کریں گے۔ اس سے پہلے آئیے دیکھیں کہ عام ہندوؤں کی نظر میں ویدوں کا مقام کیا ہے اور جن عیسائی اور مسلم محققین نے کسی حد تک ویدوں میں تحقیق کی ہے، وہ کیا کہتے ہیں۔ عام ہندو عقیدے کے مطابق —

وید شروٹی گیان (رشنا ہوا علم یا سنا جانے والا علم) ہیں ہزاروں سال سے وید کہیں تحریری شکل میں موجود نہیں تھے۔ یہ علم پنڈتوں کے حافظے میں تھا اور سینہ بہ سینہ چلا آ رہا تھا۔ سب سے پہلے میکس مولر (MAXMULLER) نے سخت محنت سے بہت سے ویدوں کے حافظہ پنڈتوں سے سن کر اسے تحریری شکل میں مرتب کیا۔ تحریری شکل میں نہ ہونے کی وجہ سے عام لوگوں کے لیے انہیں پڑھنا تو ظاہر ہے ممکن ہی نہ تھا۔ وید سننے کی بھی ہر ایک کو اجازت نہ تھی۔

تمام ہندو مانتے ہیں کہ اصل وید ایک تھا لیکن آج چار وید موجود ہیں۔ اس بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہیں۔ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اصل وید کم ہو گیا ہے۔ کچھ کا عقیدہ ہے کہ ان چاروں ہی میں سے ایک اصل وید ہے اور بعض لوگ ایک وید کو ان چار حصوں میں تقسیم شدہ مانتے ہیں۔

وید ویوانی (देव वाणी) یعنی کلام الہی ہیں۔ ہندو لوگ مہا بھارت اور رامان کو تو رشیوں سے منسوب کرتے ہیں لیکن وید کو خدا کا کلام کہتے ہیں۔

وید برہم کا بیج گیان (ब्रह्म निज जान) خدا کا ذاتی علم ہیں۔

وید دو طرح کے علوم پر مشتمل ہیں۔ وید مت شروٹی (वेद मन्त्र त्ति) یعنی سنا ہوا احکامات کا علم اور وید مت شروٹی (वेद तन्त्र त्ति) یعنی سنا ہوا تشابہات کا علم

وید آدی گرنہ (आदि ग्रन्थ) یعنی اولین صحائف ہیں۔

موجودہ دور میں ویدوں پر سب سے پہلے تحقیق کرنے والے میکس مولر صاحب (MAX-

MULLER) کو بیس سال تک بے تکان محنت اور بے اندازہ خرچ کرنے پر بھی مزہ سا بن آچلا۔ کی تفسیر ہی مکمل حالت میں حاصل ہو سکی تھی۔ اسی کی بنیاد پر انہوں نے سینکڑوں ہندوستانی

ہندوؤں کی مدد سے کثیر تعداد میں کھوئے ہوئے ویدوں کو دنیا کے سامنے چھپی ہوئی مقدس کتاب کی شکل میں پیش کیا تھا۔

’آرین انسان سے وابستہ یہ سب سے پہلے اے جانے والے الفاظ ہیں۔ ان کا تعلق دنیا اور ہندوستان کی تاریخ سے ہے۔ پچھلی نسلوں کی یادگار ہیں۔ نسل انسانی کی آرین شاخ سے متعلق طویل کتابی سلسلوں کی پہلی کتاب ہیں۔ (ریکس ملز)۔‘

’ان چاروں ویدوں کی ابتداء آسمانی خیال کی جاتی ہے اور یہ مانا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ سے چلے آ رہے ہیں۔ عظیم ترین پیدا کرنے والے سے یہ براہ راست حاصل ہوئے ہیں؟‘

’ان کی شروعات کہاں سے ہوئی اس کے بیانات میں تضاد ہے لیکن اس پر اتفاق ہے کہ یہ انسان کو خدا کا براہ راست تحفہ ہیں؟ (روکنس)۔‘

’موجودہ شکل تک پہنچنے پہنچنے وید کے مضامین کے بارے میں خاطر خواہ اختلافات رہے ہیں؟ (روکنس)۔‘

’ویدوں کی تخلیق کس نے کی؟ یہ میرا سوال ہے۔ راج العقبیدہ ہندو ایسا کہتے ہیں کہ وید غیر انسانی کلام، خدا کا کلام، ہیں۔ مقصد یہ کہ وید خدائی علم ہیں۔‘ (ڈاکٹر سمبھو ناند)

’میرا تحقیق ڈیو بائیس لکھا ہے:

’اور نقل کرنے والوں سے لاپرواہی یا جہالت کی وجہ سے بڑی تعداد میں غلطیاں ہوئی ہیں۔‘ (ص ۱۱۱ Hindu Manners, Customs)

’حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہم عصر مرزا مظہر جان جانا کے شاہ عبدالغنی کے نام

’سبحانہ علیہ السلام ص ۱۱۱ نیز مختصر مہادگیان ج ۱۱ از پندت شری رام شرما جی

Quoted by Griffith in the preface of the first edition
of the Hymns Of Rig Veda . Volume I

W.J. Wilkins' in 'Hindu Mythology'

’ویدیک سہیتے‘ - پانچ رام گوویند تریویدی،
ماریتھ آمان پوٹھ، کاشمی (پا ۲۳-۲۶)

کھے گئے ایک کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر خلیق نفاخی تحریر کرتے ہیں :

انہوں نے ہندوؤں کو مشرکان عرب کے مشابہ تسلیم کرنے سے نہ صرف انکار کیا ہے بلکہ وید

کو الہامی کتاب مانتے ہوئے ہندوؤں کو الہی کتاب کا مرتبہ دیا ہے۔ ۱۔ ۷

مظاہر العلوم سہارنپور کے مفتی مولانا محمد یحییٰ صاحب نے ایک سوال کے جواب میں لکھا۔

حضرت مرزا مظہر جان جانا نور اللہ مرقدہ کے مکتوبات میں وید کے متعلق تحریر موجود ہے کہ انہوں نے

اس کو آسمانی اور الہامی کتاب قرار دیا ہے۔ نیز مولانا شاہ عبدالعزیز اور مولانا عبدالحی صاحب

لکھنوی کے فتاویٰ میں ان کے مقداؤں کا ذکر ہے جن کو یہ اقوال (انکے کہنے) کہتے ہیں۔ حاصل یہ

ہے کہ جو لوگ مثلاً آریہ اپنے مذہب کو آسمانی و عہرم اور اپنی کتاب کو الہامی کتاب کہتے ہیں ان سے

ان کے دعویٰ پر برہان طلب کی جاسکتی ہے لیکن بلاوجہ تہمتی طور پر اس کا انکار نہ کیا جائے چنانچہ

ہمارے استاد مولانا اسعد اللہ صاحب نامناسب الفاظ ان کے لیے استعمال نہیں فرماتے تھے؟ ۷۔ ۷

اور دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا مسلک تو اس سلسلے میں

اتنا محتاط تھا کہ رام چند جی اور کرشن جی کی شان میں بھی گستاخی کو منع فرماتے تھے کیونکہ ان کے

خیال میں ان کے رسول ہونے کا امکان ہے۔

اب تک کا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ ویدوں میں آسمانی

مقدس کیسے مانیں؟ کلام ہونے کا امکان ہے۔ کم از کم وہ جسے یقیناً الہامی ہیں

جن میں ہزاروں سال قبل دی ہوئی رسول اللہ کی بعثت کی خبریں موجود ہیں لیکن حیثیت مجموعی

صرف توحید و آخرت کے عقائد کا موجودگی اس کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ انہیں کتاب اللہ کی اس

تحریر شدہ شکل کا بھی درجہ دیا جسکے جو تہریت، زبور اور انجیل کا ہے۔ اس کی تین وجوہات ہیں

۱۔ موجودہ تہریت، زبور اور انجیل ہی کو کتب مقدس کے درجہ پر رکھنے میں ابھی شبہات ہیں۔

۲۔ کلام کے مستند ہونے کی دلیل خود کلام ہوتا ہے۔ توحید اور آخرت کی صورت چند شاہیں ملنے

سے دیدوں کو ابھی تورتیت۔ ذبور اور انجیل کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

۳۔ تورتیت ذبور اور انجیل کا ذکر قرآن نے کیا ہے اور دیدوں کا قرآن میں کہیں مذکرہ نہیں ہے ہم ایک ایک کر کے مندرجہ بالا اشکالات کا تجزیہ کر رہے ہیں:

۱۔ موجودہ تورتیت ذبور اور انجیل کو کتب مقدسہ کا درجہ دینے جانے کے مسئلہ کو مولانا عبدالمجید سندھی نے بڑی خوبی کے ساتھ حل کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:

..... ہمارے علماء عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ اصلی تورتیت اور انجیل غائب ہو چکی ہیں۔۔۔۔۔ اس لیے وہ ان کتابوں کو مقدس ماننے کے لیے کسی طرح تیار نہیں ہیں۔ اس نظریہ سے یہ برائے نتیجہ پیدا ہوا کہ قرآن حکیم نے جہاں پہلی کتاب کو اپنی کتابوں پر عمل کرنے کی دعوت دی اور عمل نہ کرنے کا الزام دیا ان کی صحیح تفسیر کرنے سے پہلے علماء عاجز آگئے۔۔۔۔۔

..... قرآن عظیم کی طرح ایسی وحی جس کے معانی و الفاظ مقرر ہو کر نازل ہوں اور قطعی طور پر محفوظ رہیں چند ٹکڑوں کے علاوہ کسی مذہب کی کتاب الہی میں یہ طریقہ نہیں برتا گیا۔ عام طور سے ان کے (اگر دین کتابیں اپنے اجتہاد سے جمع کرتے ہیں جو اس نبی کی سیرت اور اس کے اقوال کو جمع کر دیتی ہیں۔

یعنی ان ہی کتابوں میں وہ چیز بھی آجاتی ہے جو براہ راست لفظاً اور معنی مقرر ہو کر نازل ہوئی۔ جیسے تورتیت کے احکام عشرہ اور انجیل کے بعض خطبات نیز وہ چیز بھی آجاتی ہے جو نبی اپنے اجتہاد سے تعلیم دیتا ہے۔ یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ نبی کے اجتہاد پر منجانب اللہ گرفت نہ ہو تو وہ علماء وحی بھی جاتی ہے؟

..... قرآن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مصحف میں کتابتاً محفوظ کر دیا گیا اور اس کی روایت بالترتیب قائم رہی لیکن حدیث میں

جو وحی آئی ان (علماء) کے نزدیک بھی نہ تو حضورؐ کے زمانے میں اس کی کتابت ہوئی اور نہ اس کے لیے تو اتر ضروری ہے۔ ان لوگوں کی اصطلاح پر اگر کتب مقدسہ سابقہ کو کتب حدیث کا درجہ دیا جائے تو بطریق اولیٰ اس کو مستبعد نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر یہ لوگ اس بات کو تسلیم کر لیں تو تمام اشکال حل ہو جائیں گے۔

۱۱۱ ہماری کتب حدیث میں بالاتفاق غیر صحیح روایات بھی موجود ہیں۔

۱۱۲ نیز ان کتب حدیث میں ایک واقعہ کو مختلف طریقوں سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

۱۱۳ ہماری بہت سی کتب حدیث میں ایسی کتابوں سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں جن کو محققین

علماء درست کرتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد اگر اناجیل اربعہ کو ہماری صحاح اربعہ و بخاری، مسلم، ابوداؤد،

ترمذی کے درجہ پر رکھ دیا جائے تو ذرہ برابر اختلاف نظر نہیں آئے گا..... ۱۱۴

۱۱۵..... ہماری امت میں کتب مقدسہ کی اس قسم کی مثال میں شاہ صاحب

(دولت اللہ دہلوی) صحیح بخاری و صحیح مسلم کو پیش کرتے ہیں.....

..... میں نے انجیل کی شرح مسٹر مینز اسکاٹ کی اردو میں مطالعہ کی۔

اس میں ناجیل اربعہ کے اختلافات کو اس طرح جمع کرنے اور ترمیم دینے کی

سعی کی گئی ہے جیسے ہم کتب حدیث میں کرتے ہیں..... ۱۱۶

یہ واقعہ ہے کہ جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آج تک پچھلے صحائف

کو مقدس کتابوں کا درجہ دینے میں یہی شکوک حائل رہے ہیں۔ ان کتابوں میں بالاتفاق تحریف

بھی درج ہیں۔ اکثر ایک واقعہ کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے اور ان کی کتابت میں تبدیلیاں

بھی ہوتی رہی ہیں۔ جنہیں ان کے محققین درست کرتے رہے ہیں۔

مولانا کی وضاحت کے بعد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ پچھلے صحائف کو مقدس ماننے میں دراصل پچھلے ایشیا ہی اس لیے محسوس ہوئی تھی کہ صحیفہ کا نام آتے ہی ہم ذہنی طور پر قرآن سے اس کا موازنہ شروع کر دیتے تھے لیکن اگر احادیث کے مجموعوں کو کسی ہم تقدس کا درجہ دے سکتے ہیں جبکہ ان میں وہی فتنی خامیاں موجود ہیں جو پچھلے صحیفوں میں ہیں تو ان صحیفوں کو مقدس ماننے میں تکتہ نہیں ہوگا خصوصاً اس حالت میں جبکہ قرآن میں جگہ جگہ اس کی تائید ہے اور یہ بھی محل نظر ہے کہ احادیث کے مجموعوں کو اگر یہ فوقیت حاصل ہے کہ ان پر بے مثال تحقیق ہوئی ہے (اس کے باوجود بڑی تعداد میں مشکوک احادیث موجود ہیں) تو تورات اور انجیل کو اس لحاظ سے برتری حاصل ہے کہ بالاتفاق ان میں کلام الہی بھی درج ہے۔

اس نکتہ کے واضح ہو جانے کے بعد اب اگر ہم کو دیدوں کے بارے میں یہ ثبوت مل سکیں کہ ان میں درج کلام خود کلام اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے اور قرآن سے بھی دیدوں کی تصدیق ہو جائے تو مولانا سندھی کے بتائے ہوئے طرز پر انہیں بھی کتب مقدسہ تسلیم کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

ایک کلام دوسرے کلام کی روشنی میں | کلام الہی خود اللہ کا کلام ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ قرآن کے مضامین خود قرآن

کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ آئیے دیدوں کے کچھ مضامین پر قرآن کی روشنی میں نظر ڈالیں۔ (اس ضمن میں تمام دید متروک کے ترجمے ہم نے شری گنگا پراشاد پادھیانے کی کتاب معراج کلاسیک سے لیے ہیں۔)

قرآن	وید
<p>الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار</p> <p>(فاتحہ : ۱)</p>	<p>वसुधैव कुटुम्बकम्: परिपृच्छति: اس دنیا کے بنانے والے کے لیے تعریف ہے۔</p> <p>(رگ وید : ۱۰۔۸۱۔۵)</p>
<p>الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ جو رحمن اور رحیم ہے۔</p> <p>(فاتحہ : ۱۲)</p>	<p>वसुधैव कुटुम्बकम्: جوینے والا اور رحیم ہے۔ (رگ وید : ۱۰۲۴۔۳)</p>

<p>भव सुपथा एते मस्याम ہم کو ہمارے فائدے کے لیے سیدھے راستے پر لگا۔ (سجروید: ۱۶-۲۰)</p>	<p>إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ہماری سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر۔ (فاتحہ: ۵)</p>
<p>महोदिवः प्रकियन्व सखाट وہ عظیم زمین و آسمان کا ایک ہے۔ नो भवस्विन्न कृती وہ ایسے ہمارے ہمدرد کرے۔ (رگ وید: ۱-۱۰۱)</p>	<p>أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لیے آسماں اور زمین کی سلطنت ہے۔ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ دَلِيلٍ وَلَا نَصِيرٍ ۝ اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا یا روبرو دگار نہیں۔ (بقرہ: ۱۰۴)</p>
<p>प्रजा पति अर्गयति प्रजा इवा: پرما تاسب پرچار مخلوق کو بناتا ہے۔ (اتھروید: ۱۰-۱۱۶)</p>	<p>..... وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۝ اور اس نے ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا (الفرقان: ۲۴)</p>
<p>य एक इद् विदयतेषु मर्ताय दाशुषे خدا ایک ہے وہ مہربان خیرات کرنے والے آدمی کو رزق دیتا ہے۔ (رگ وید: ۱-۸۲)</p>	<p>...وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ ۗ اور اپنے حق میں بھلائی کے لیے خرچ کرتے رہو۔ (التغابن: ۱۶)</p> <p>إِنَّ تَقْرُضُوا اللَّهَ تَقْرُضًا حَسَنًا يُّضِعَّهُ لَكُمْ ۗ اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لیے بڑھا چلا جائے گا۔ (التغابن: ۱۴)</p>

अनन्यजन्यो अविधाक जीति
 پر اتنا کھاتا نہیں ہے۔ دوسروں کو کھلانے کا
 انتظام کرتا ہے۔ (رگ وید : ۱-۱۲۴-۲)

... وَهُدٍ لِّطَعْمِهِ وَلَا يَطْعَمُهُ...
 وہ سب کو کھلاتا ہے۔ اس کو کھلایا نہیں جاتا۔
 (انعام : ۱۱۳)

न तस्य प्रतिमा अस्ति
 اس پر مشور کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔
 (بحر وید ۲-۲۲)

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ...
 اس کی کسی چیز سے مشابہت نہیں ہے۔
 (شوریٰ : ۱۱)

वस्तुधाः प्रविशः
 سب سمتیں اس کی ہیں۔
 (رگ وید ۱۰-۱۳۱-۲)

وَاللَّهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ...
 اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔
 (البقرہ : ۱۱۵)

सविता वरचातात् सविता पुरस्तात्
 सवितोसरतात् सविताधरात्तात्
 دنیا کا خالق۔ مشرق۔ مغرب اور نیچے
 سب جگہ ہے۔
 (رگ وید : ۱۰-۳۹-۱)

... فَأَيُّ مَاتُوا تَوَاتَوْا فَنَسَمَهُ دَجَّهُ اللَّهُ إِنَّ
 اللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝
 سو تم جو ہر جگہ سمجھو اللہ ہی کی ذات ہے۔
 اللہ بڑی وسعت والا ہے بڑے علم والا ہے۔
 (البقرہ : ۱۱۵)

वि-वत् चक्षुषत विश्वतो मुखो
 خدا کی آنکھ ہر طرف ہے، خدا کا منہ ہر طرف ہے۔
 (رگ وید ۱۰-۸۱-۳)

त्वन्तो अन्तम उत वाता
 توہم سے نزدیک ترین اور محافظ ہے۔
 (رگ وید ۵-۲۳-۱)

... وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝
 اور ہم تو اس کی شرگ سے بھی زیادہ اس کے
 قریب ہیں۔
 (ق : ۱۶)

ن بلس صاوا پربوہو ہنوبھو
 ن لیبو رتو ہنوبھو : ۱
 نوت سبھو ہنوبھو ہنوبھو
 ہنوبھو ہنوبھو ہنوبھو
 زمین اور آسمان اس خدا کے محیط ہونے کی
 حد کو پا سکتے ہیں۔ نہ آسمان کے کوسے۔ نہ آسمان
 سے برسنے والا مینہ۔ سوائے اس خدا کے کوئی اور
 دوسرا اس خلقت پر قدرت نہیں رکھ سکتا۔

(رگ وید: ۱-۵۲-۱۳)

وَالَّذِينَ طَوَّافُونَ بِسْمِ رَبِّكَ إِلَهًا
 بِرِجَالٍ مَخْلُوعَاتٍ ذَرَعًا لِيُغْزِيَ
 وَالْأَنْصَارِ...

اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں
 کر سکتے سوائے اس کے کہ جتنا وہ خود چاہے۔ اس
 کی کرسی آسمانوں اور زمین پر پھیلائی ہوئی ہے۔
 (البقرہ: ۲۵۵)

وَيُزِيلُ الْعِيبَ

اور وہی منہ بھرتا ہے۔ (لقمن: ۳۴)

بہد نام: سمادھیا:

وہ سمندر کی کشتیوں کو جانتا ہے۔ (رگ وید ۱-۲۵-۱)

الْمَرْجَاتِ الْفَارِجِ

فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَةِ اللَّهِ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی کے فضل سے

کشتی سمندر میں چلتی ہے۔ (لقمن: ۳۱)

بھوراہاہی ہنوبھو ہنوبھو

ہنوبھو ہنوبھو

کل جانداروں کے اوپر قدرت رکھنے والے خدا نے
 دن اور رات کا سلسلہ قائم کیا۔

(رگ وید ۱-۱۰-۱۰)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزِيلُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ

وَيُزِيلُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَنَسْفَ السَّمَوَاتِ

وَالْقَمَرِ كُلِّ مَخْرَجًا إِلَىٰ آسَافٍ مُّسْتَوِيٍّ

أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

کیا تم نہیں دیکھتے اللہ رات کو دن میں داخل
 کرتا ہے اور صبح اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔

ہر ایک مقررہ میعاد تک چلتا رہے گا اور یہ کہ
اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا
(تقن: ۲۹) - ۷

बहु राशे त्वमने भद्रं करिष्यसि।
तदेत् तत् सत्यमद्विरः
ہے پر مشورہ آپ نیک آدمی کو اچھا بدل دیتے ہیں
یہ آپ کا حقیقی خاتمہ ہے۔ (رگ وید: ۱-۹۷)

نِعْمَةٌ مِّنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ
شَكَرَ ۝
یہ ہمارے پاس سے ایک نعمت ہے کہ جو شکر کرتا ہے
ہم اسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ (قر: ۳۵)

ऋतस्य पथा भ्रमसा विवासेत्
انسان کو چاہیے کہ سہمی کے راستے پر عاجزی سے
(رگ وید: ۱۰-۳۱) - ۷

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
فَاجِرِينَ ۝
قطعاً اللہ ایسوں کو درست نہیں رکھتا جو کج
اور بڑائی کرنے والے ہیں۔ (النساء: ۳۷)

यो विश्वाप्ति वि पश्यति भुवना
संच पश्यति
وہ ایشور ساری دنیا کو اسی طرح جانتا ہے۔
(رگ وید: ۱۰-۱۸۷)

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝
اور اللہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسے
جانتا ہے اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔
(الحجرات: ۱۷)

यस्तिष्ठति चरति यश्च ब्रुवति,
यो निजाय चरति या प्रतद्वम् ।
جو سنبیٹھ یں چرے گا وہ بولے گا،
جو اپنے لیے چرے گا وہ اسے جواب دے گا

..... يَفْلَهُمْ مِسْرَةً وَجَهْرَةً وَيَعْلَمُ
مَا تَكْسِبُونَ ۝
وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر

राजातद् वेदे ब्रह्मस्तोत्रैः।

جو کھڑا ہوتا ہے۔ چلتا ہے۔ جو دھولادیتا ہے۔ جو چھتا پھرتا ہے۔ جو دوسرے کو تکلیف دیتا ہے۔ جو دو آدمی خفیہ بات کرتے ہیں۔ تیسرا ایسور ان سب کو جانتا ہے۔

(اتھرو وید ۲-۱۶-۲)

احوال کو سبھی جانتا ہے اور تم جو کچھ بھی عمل کرتے ہو اس کو جانتا ہے۔ (انعام: ۳)

..... وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اور جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔ (الحمد: ۳)

विश्वस्य विद्यतो ब्रह्मी

وہ سب جانداروں پر غالب ہے۔ (رگ وید ۱۰-۱۹-۱)

सर्वतद् राजा ब्रह्मो विश्वे

यदन्तरा रोदसी यत् परस्तात्

جو زمین اور آسمان میں یا اس کے اوپر ہے
اسے ایسور دیکھتا ہے۔ (اتھرو وید ۳-۱۶-۵)

वेद वातस्य वसन्निभ्रो ब्रह्मस्य

वृहत्तः । वेदा यं भ्रम्यासते

وہ اوپر پہیلی ہوئی خوش گوار ہوا کے راستوں کو جانتا ہے اور ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو اس کے سہارے رہتی ہیں۔ (رگ وید ۱-۲۵-۹)

महोरात्राणि विश्वः

دن اور رات بنائے۔

(رگ وید ۱۰-۱۹-۲)

وَهُوَ النَّاهِرُ نَوَافِعِيادِهِ.....

وہ (اللہ) اپنے بندوں پر غالب ہے۔ (انعام: ۱۸)

..... يَخْتَصِمُ مَا يُرَى فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ
مِنْهَا فَمَا يَزِيلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا.....

وہ اسے بھی جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں واپس چڑھتی ہے۔

(الحمد: ۳)

كَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ عاصِفِهِ
اور وہ جی ہے جو اپنی رست سے پہلے خوشخبری کے طور پر
ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ (الفرقان: ۲۸)

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ
خِلْفَةً.....

اور وہ ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے
کے پیچھے آنے جانے والا بنایا..... (الفرقان: ۶۲)

सूर्याचन्द्रमसौ घाता यथा
पूर्वमकल्पयत्

خالق نے سورج اور چاند کو مثل سابق
خلقتوں کے رجا (رگ وید ۱۰-۱۹۰-۲)

وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
حَسْبًا نَّارًا.....

اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج
اور چاند کو حساب کے لیے۔ (انعام: ۹۶)

होतारं सत्ययज्ञं रोदस्योरुत्तानहस्तो
नमसा विवासेत

قابل پرستش زمیں اور آسمان کو بچے راستہ پر چلانے
والے پریشور سے عاجزی سے ہاتھ اوپر اٹھا کر
دعا مانگو۔ (رگ وید ۶-۱۶-۴۶)

...الآلَهُ الْخَالِقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ
رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ اِعْوِزْ بِكُمْ لَضَمْرًا
وَحُفْيَةً ۝ إِنَّهُ لَا يَمِيتُ الْمُعْتَدِينَ ۝
یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق اور حاکم ہونا
تمام جہانوں کے پروردگار بڑی خوبیوں سے بھرے
ہیں۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور
چپکے چپکے دعا کیا کرو۔ بیشک وہ حد سے گزرنے
واؤں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ (اعراف: ۵۳-۵۵)

अद्वा देव महा

خود اور حقیقت بہت بڑا ہے۔
(اتھرو وید ۲۰-۵۸-۳)

.....الْكَبِيرُ الْعَالِ ۝

(اللہ) سب سے بڑا اور عالی شان ہے۔ (زمر: ۹۱)

अदध्यानि वरुणस्य वतानि

خدا کے قانون نہیں بدلتے
(رگ وید ۱-۲۲-۱۰)

..... لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ.....

اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔
(یونس: ۶۴)

न क्रिरस्य प्रमिनन्ति वतानि

خدا کے قوانین کوئی نہیں بدل سکتا۔
(اتھرو وید ۱۸-۱-۵)

وَلَنْ نَجِدَ لِحُدُودِ اللَّهِ مَبْدِلًا ۝

اور ہم خدا کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔
(الفتح: ۲۳)

इमे चित् तव मन्यवे वेपेते

मियसा मही यद्विन्द्र वक्षिननोवसा

वृत्रं महत्वा अवधीर चंचन

स्वराज्यम् (رگ وید: ۱۱-۸۰-۱)

لے خدا زمین اور آسمان تیرے رعب سے کانپتے ہیں لے خدا تو اپنے تہرے بدکار کو مارتا ہے اور نیکی کرنے والے کے لیے روحانیت کی عظمت قائم کرتا ہے۔ (رگ وید ۱۱-۸۰-۱)

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَّ

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنٰتِ ۝

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے

اللہ ہی کی ملک ہے تاکہ جنہوں نے برے

عمل کیے ان کو برابر دے اور نیک عمل

کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے

(النجم: ۳۱)

तबमग्ने प्रथमो अङ्कुरस्तमः

لے پر میثور تو سب سے اول ہے اور سب سے

زیادہ عالم ہے۔ (رگ وید ۱-۳۱-۲)

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

وہی اول ہے وہی آخر اور وہی ظاہر اور باطن ہے

اور وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ (حمید: ۳)

वृष्ट्वा रूपेभ्याकरोत् सत्यानृते

प्रजापतिः बभूवामनृते वृषाप्

छत्रां सत्यं प्रजापतिः

خدا نے حق و باطل کی کیفیت کو سمجھ کر حق کو باطل

سے جدا کر دیا اور حکم دیا کہ اسے لوگو حق پر ایمان لاؤ

اور باطل پر ایمان مت لاؤ۔

(- بجر وید ۱۹-۷۷)

..... قَدْ تَبَيَّنَ الرَّشِدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ

فَمَنْ يَكْفُرْ بِاِلٰهَ الْغٰوِبِ وَيَكُوْمِمْ

بِاِلٰهٍ فَقَدْ اِسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

الْوَالِقٰتِ ۚ

ہدایت، مگر اسی سے تمیز ہو چکی ہے جو

کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان

لے آئے اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا

(البقرہ: ۲۵)

उत त्वः पश्यन् सर्वं वाचम्

उत त्वः पुरावचनं मनोत्वनाम

بے عقل لوگ کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور
سننے ہوئے نہیں سنتے۔

(رگ وید ۱۰-۶۱-۴)

..... وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

حالانکہ تم کتاب (الہی) پڑھتے ہو۔ تو
کیا تم عقل سے کام ہی نہیں لیتے؟

(البقرہ: ۴۴)

महेचन त्वामत्रिवः पराशक्त्याय

वेयाम् । न सहस्राय नायुताय

बन्धिनो न शताय इतामघ

لے لازوال قادر مطلق خدا تو اس قدر ہمیش قیمت
ہے کہ میں تجھ کو کسی قیمت کے لیے نہ چھوڑوں۔ نہ ہزار
کے لیے نہ اربوں کے لیے۔ نہ سینکڑوں دنیاوی
نعمتوں کے لیے۔ (رگ وید ۸-۱-۵)

..... وَلَا تَشْتَرُوا بِإِيَّتِي ثَمَنًا قَلِيلًا

ذُرِّيَّاتِي فَأَنْتُمْ لَنْ تَعْلَمُونَ ۝

اور تمھوڑی سی قیمت کے عوض میری
آیتوں کو فروخت مت کرو ڈالو اور صرف
مجھ ہی سے ڈرو۔

(البقرہ: ۴۱)

स्वयं ब्रह्म स्वयं ब्रह्म

تو ہی عمل کر تو ہی اس کا پھل بھوگ

(سج وید ۲۳-۱۵)

الْأَشْرَارُ وَإِنِ اتَّخَذُوا آخِرِي

ادویہ کہ کوئی بوجھ اٹانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں
اٹھائے گا۔ (نجم: ۳۸)

ब्रह्मः ब्रह्म हीमतां प्रतीप ब्रह्मा

ब्रह्मे । मत्ता सुभाष मत्तय

اے قادر مطلق عظیم الشان پروردگار ہم اپنی جہالت
سے گمراہ ہوتے ہیں۔ ہمارے اوپر مہربانی کیجئے۔

(رگ وید ۷-۸۵-۴)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الشَّيْثًا وَ

يَكْتُمُ الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

بے شک اللہ انسانوں پر بالکل ظہم نہیں کرتا بلکہ لوگ
خود اپنے اوپر ظہم کرتے ہیں (یونس: ۲۴)

केवसायो भवति केवसावो
 جو اپنی کمائی کو ایسا ہی کھاتا ہے وہ گناہ کھاتا ہے
 (رگ وید ۱۰-۱۱۷-۶)

स इव भोजो यो गृहवे
 बवात्यन्नकामाय चरते कृशाय
 अरमस्मे भवति यामहता
 उतापरीष कृणते सखायम्
 جو غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کے لیے خیرات
 کرتا ہے وہی سخی ہے اس کا بھلا ہوتا ہے اس کے
 دشمن بھی اس کے دوست بن جاتے ہیں۔
 (رگ وید ۱۰-۱۱۷-۲)

य आघाय चकमानाय पितवो
 ऽग्बान्त्सन् रफितायोपजामुषे ।
 स्थिरं मनः कृणते सेवते
 पुरोतोचित्स मांडितारं न विन्दते
 جو تڑپ کے قابل یتیم روٹی کے طالب کو روٹی ہوتے
 ہوئے بھی مدد نہیں دیتا اور رحمت دل کر کے خود
 کھاتا رہتا ہے اُس کو مصیبت آنے پر کوئی راحت
 نصیب نہیں ہوتی۔ (رگ وید ۱۰-۱۱۷-۲)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ
 تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے مگر جب تک ان چیزوں کو
 (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے
 (آل عمران: ۹۲)

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ
 وَالْكُظُمِينِ الْغَاطِطِ وَالْحَافِئِينَ عَنِ
 النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝
 یہ وہ لوگ ہیں جو آسودگی اور تنگی دونوں
 میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو ضبط کرتے
 ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ
 احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
 (آل عمران: ۱۳۴)

فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا
 يَهْتَضِرْ عَلَىٰ أَعْيَابِ الْمُسْكِينِ ۝
 فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝
 سو وہ شخص جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور
 مٹا جوں کے لیے کھانا دینے کی ترغیب نہیں
 دیتا۔ سو ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے۔
 (الماعون: ۳۱-۳۲)

نوٹ :- شری گنگا پرشاد اپادھیالے کے ترجموں سے ہیں چند جگہ اختلاف ہے۔ لیکن یہاں ہم
 نے انہیں کے ترجمے نقل کیے ہیں۔

ابھی اور پرکھیے اگر آپ کا برسوں سے کھویا ہوا بھائی اچانک بازار میں مل جائے تو کیا آپ ہیئت کی کچھ تبدیلی کی وجہ سے اسے پہچانتے یا گلے لگانے سے انکار کر دیں گے؟ جب کہ اس کے چہرے پر بچپن کی جانی پہچانی واضح علامات بھی ہوں؟ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ شکل و شہادت کی مماثلت کی وجہ سے پہلے آپ ٹھنکیں۔ پھر اس کے ماضی کے بارے میں سوالات کریں اور ان علامات کو غور سے دیکھیں۔ اس کے بعد بلاشبہ آپ اسے پہچانیں گے اور پہلے سے زیادہ محبت اس کے لیے آپ کے دل میں اٹھے گی۔ اگر وہ آپ کو نہ پہچان سکے گا تو آپ بڑی بے چینی سے اسے اپنے آپ کو پہچانوانے کی کوشش کریں گے۔ تو ایسے شکل و شہادت میں مماثلت دیکھنے سے جدا اپنے ماضی میں کھوئے ہوئے بھائی کی کچھ علامات کو اور غور سے دیکھیں اور اس سے کچھ سوالات کریں۔

- प्रतिपद्यं चारुमध्वरं गोपीयाय प्रहृष्यते । महद्भिरग्न आ गहि [१]
 नहि देवो न मर्त्यो महस्तव क्रंतु परः । महद्भिरग्न आ गहि [२]
 ये महो रजसो विदुर्विवे देवास्तो अद्भुः । महद्भिरग्न आ गहि [३]
 ये उषा अर्कमान् चरना घृष्टास ओजसा । महद्भिरग्न आ गहि [४]
 ये शुभाघोरबपंसः मुक्षत्रास्तो रिदादसः । महद्भिरग्न आ गहि [५]
 ये नाकस्याधि रोचने दिदि देवास्त आसते । महद्भिरग्न आ गहि [६]
 ये ईद्व्यन्ति पवंतान् तिरः समुद्रमणवम् । महद्भिरग्न आ गहि [७]
 आ ये तन्वन्ति रदिमिःप्रिस्तिरः समुद्रमोजसा । महद्भिरग्न आ गहि [८]
 भमि त्वा प्रवंपीनयं सृजामि सोम्यं मघु । महद्भिरग्न आ गहि [९]

اوپر دینے والے دو پرنتر رگ وید کے ہیں۔ ان میں دیکھیں کہ ہر پرنتر کے آخر میں ایک ہی جسد (ترجمہ: گئی کارا زریگستانی امت یعنی مسلمانوں کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے) **महद्भिरग्न आ गहि**

مترجمین کے اپنے خیالات اور عقائد کا عکس شامل ہو گا لیکن دیدوں کے مطالعے کے درمیان ہم نے ان کا کافی حصہ ان کی اصل زبان سنسکرت میں بھی دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس تقابلی مطالعے میں توریہ اور انجیل میں تحقیق کرنے والے مسلمان محققین کی بھی وہ تصنیفات ہم نے سامنے رکھیں جو ہمیں دستیاب ہو سکیں۔

ہم نے ان تمام کتب کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی ہے اور ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر پوری ایمان داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ کتابیں اپنی اصل زبانوں میں دیدوں کے ہم پلہ ثابت ہو سکیں لیکن موجودہ شکل میں دیدوں کو ہم نے انگریزی ترجمہ شدہ بائبل (توریہ، زبور، انجیل اور دیگر انبار کی کتب) سے اتنا آگے پایا کہ دونوں میں کوئی مقابلہ ہی نہیں۔

یہ تو قرآن کے معیار پر ان کتابوں (دید اور بائبل) کے مضامین کی صحت کو پرکھنے کا حاصل تھا لیکن اصل اور آخری کسوٹی ابھی باقی ہے۔ خود قرآن دیدوں کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

قرآن عظیم ہیں بتا ہے کہ ہر امت میں اللہ نے اپنے رسول بھیجے: وَبِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ (اور ہر امت کے لیے ایک رسول تھا)۔

لیکن جن مقدس کتابوں کا قرآن نے ذکر کیا ہے وہ صرف توریہ، زبور اور انجیل تھیں بشری لنگہ پر شاہ اپادھیائے اپنی کتاب میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

حضرت آدمؑ کے بعد قرآن شریف میں خاص طور پر چار ناموں کا ذکر آتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ۔ ان سے چار کتب منسوب ہیں۔ حضرت موسیٰؑ سے تورات، حضرت داؤدؑ سے زبور، حضرت عیسیٰؑ سے انجیل، اور

حضرت محمدؐ سے قرآن۔ حضرت آدمؑ کا نام نہ مہلہموں میں مذکور ہے نہ ان کے ساتھ کسی کتاب کو منسوب کیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ تک ایک مدت گزرتی جاتی ہے۔ اس میں انسانی تاریخ میں بہت سے مدد و جزر آجاتے ہیں۔ بہت سی سلطنتیں پیدا ہوتی اور فنا ہو جاتی ہیں۔ کوئی اہل کتاب پیدا نہیں ہوتا۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف بنیادی طور پر کتاب ہدایت ہے۔ یہ رسولوں کے نام یا ان کی کتابوں کے ناموں کی انسانی ٹیکو پیدیا نہیں ہے۔ لیکن شری گنگھا پرشاد کے اعتراض سے قطع نظر یہ سوال تو یقیناً پیدا ہوتا ہے کہ جن صاحب شریعت رسولوں کا ذکر قرآن کریم نے خصوصی اہمیت کے ساتھ بار بار کیا ہے یعنی حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؑ۔ ان سب کی کتابوں کے نام بتائے سوائے حضرت نوحؑ کی کتاب کے۔ یہاں تک کہ حضرت داؤدؑ کی کتاب کا نام بھی بتایا لیکن حضرت نوحؑ کے لائے ہوئے صحیفوں کے نام قرآن کیوں نہیں بتاتا؟

یہی سوال دوسرے الفاظ میں یوں دہرایا جاسکتا ہے کہ جن بڑی بڑی قوموں کا قرآن ایک ساتھ ذکر کرتا ہے وہ مومنین، عیسائی، یہودی اور صاحبین ہیں۔ ان میں سے قرآن نے اول الذکر تین قوموں کے پاس آئے صحیفوں کا نام تو بتایا لیکن صاحبین کے پاس حضرت نوحؑ کون سے صحیفے لائے تھے۔ یہ کیوں معلوم نہ ہو سکا؟ اس سوال کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین قرآن عظیم میں دیکھ تو م کو کہا گیا ہے اور اس دیکھ تو م کے تبدیل ہو کر اسلام میں داخل ہونے کی پیشین گوئیاں بھی موجود ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں احادیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تبدیل ہو کر آنے والی قوم "عجب القوم" — "عجیب ترین قوم" براہ راست قرآن پر ایمان نہیں لائے گی بلکہ پہلے اپنے مخالفین سے وہ کئی ہوئی تھی ان کی طرف توجہ ہوگی اور ان مخالف ہی میں موجود قرآن تعلیمات اور قرآن کی تصدیق پانے کے بعد ایمان لائے گی۔

اگر تمہ (اولین صحائف) کے نام سے ڈھونڈیے

یہ حقائق اس امر کے تقاضی ہیں کہ قرآن حکیم میں دیکر دھرم کے صحائف کا ذکر ہم تلاش کریں۔ قرآن پاک میں جب ہم پچھلی کتابوں کا ذکر ڈھونڈتے ہیں تو ہمیں تورتیہ زبلہ انجیل اور صحف ابراہیم کے علاوہ پچھلی کتابوں کے لیے صحف اولیٰ اور زبر الاولین کے الفاظ ملتے ہیں جن کے لفظی معنی ہیں سب سے پہلے صحیفے اور سب سے پہلے بکھرے ہوئے اوراق۔ ان دونوں الفاظ کے سنسکرت مترادف الفاظ اَدِگرنتمہ (अदिग्रन्थ) اور اَدِگیان (अदिगीयान) ہیں۔ ویروں کے واسطے میں ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ یہ اَدِگرنتمہ اور اَدِگیان ہیں۔ کیا کبھی آپ نے یہ سوچا ہے کہ قرآن جنہیں زبر الاولین یا صحف اولیٰ کہتا ہے وہ کہیں یہی کتابیں تو نہیں ہیں جنہیں ہندو اَدِگرنتمہ کہتے ہیں۔ یہاں اس بات کا خیال رہے کہ اگر وید نام کی کسی کتاب کو ہم نے قرآن کریم میں ڈھونڈنے کی کوشش کی تو یہ سبھی لاجواب رہے گی۔ آج کی دنیا میں حضرت داؤد سے منسوب صحیفے کا نام سام [PSALM] ہے۔ اب اگر سام کے نام سے آپ قرآن کریم میں حضرت داؤد کے صحیفے کو تلاش کریں تو ظاہر ہے کہ نہیں ملے گا۔ قرآن نے اس کتاب کا نام زبور رکھا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم پچھلے باب صفحہ ۳۲ پر یہ مثال دے چکے ہیں کہ آج کوئی عیسائی اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ قرآن نے نصاریٰ اس قوم کو کہا ہے جو آج اپنے آپ کو عیسائی کہتا ہے۔

ہم سے کیسی عقلیت ہو گئی جو اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتے۔ انہیں تو ہم نصاریٰ کے نام سے جانتے ہیں جو اپنی کتاب کو زبور نہیں کہتے۔ ان کی کتاب کو ہم زبور کے نام سے جانتے ہیں اور یہاں ایک بہت بڑی تہمید ہزاروں سال سے نزول قرآن سے بھی پہلے سے یہ دعویٰ کرتی چلی آ رہی ہے کہ اس کے پاس صحف اولیٰ یا زبر الاولین ہیں۔ اپنی زبان میں وہ سبھی الفاظ اپنی کتابوں کے لیے استعمال کرتی چلی آ رہی ہے اور ہم ایک ہزار سال سے اسی ملک میں اسی قوم کے درمیان رہتے ہوئے بھی بغیر تحقیق کیے بغیر ان کے اَدِگرنتمہ

کو پڑھے یہی کہے چلے جا رہے ہیں کہ صحفِ اولیٰ اور زبرِ اولین کا دنیا میں اب کوئی وجود نہیں ہے اور پھر ایسا بھی تو نہیں کہ بہت سی قومیں اس نام کی کتاب رکھنے کا دعویٰ کرتی ہوں۔ جس سے سب کا دعویٰ مشکوک ثابت ہو رہا ہو بلکہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہی قوم ہے جو اس کی مدعی ہے۔ اللہ ہمیں معاف کرے۔ شاید اللہ کی یہی مصلحت تھی کہ یہ راز اسی دور کے قریب کھلے جو تبدیلی قوم کے لیے لکھا جا چکا، ورنہ ہمیں قرآن میں واضح بتا دیا گیا ہوتا کہ صحفِ اولیٰ یا زبرِ اولین کس رسول کے ذریعے آئے لیکن اس سے ہماری غفلت کے جرم میں کمی نہیں ہوتی۔ قرآن میں صاف الفاظ میں شخص صراحتاً ان کا ہے جن کو نزولِ قرآن کے وقت عرب جانتے تھے باقی رہتی دنیا تک کے تمام اہم واقعات اس میں تلاش کرنے سے ملیں گے۔ جو ایسے الفاظ میں ہوں گے جن پر ۲۰ سال پرانے عرب عمومیت کا اطلاق کرتے تھے۔ یہ ہمارا اور خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کا فریضہ تھا کہ اس قوم کا تعلق قرآن سے تلاش کرتے جس کے درمیان ہم ایک ہزار سال سے ہیں۔

اولین صحائف موجود ہیں | اولین صحائف کا دنیا میں آج بھی وجود ہے۔ اس پر قرآن کی مندرجہ ذیل آیت دلیل ہے۔

ترجمہ: "اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی غیر معمولی ثبوت کیوں نہیں لاتا اور کیا ان کے پاس صحفِ اولیٰ میں جو کچھ بھی ہے (اس کی شکل میں) واضح دلیل نہیں آگئی؟" (سورہ طہ: ۱۳۳)

یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ اولین صحیفے یا آدگر متہ غائب نہیں ہو گئے بلکہ دنیا میں آج بھی موجود ہیں بلکہ اس بات کو تو قرآن دلیل اور معجزے کے طور پر پیش کر رہا ہے کہ ہزاروں سال گذر جانے کے بعد بھی اولین صحائف میں وہ تعلیمات موجود ہیں جن کے ٹھوسے کی شکل میں قرآنِ عظیم سب سے آخر میں نازل ہوا۔ اولین صحیفوں کے دنیا میں موجود ہونے کے لیے جو ثبوت طلب کرتے ہیں ان کے لیے اس آیت میں پاری تعالیٰ نے ایک خاموش چیلنج پیش کیا ہے۔

قرآنی دلیل چاہتے ہو، اللہ کے الفاظ میں ثبوت طلب کر رہے ہو، اولین صحائف آدرگرنہ کو اٹھا کر تو دیکھو ہمارا ثبوت، ہمارا معجزہ، ہماری دلیل تمھارے سامنے آجائے گی۔

اس آیت کا جو مفہوم آج تک سمجھا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ پچھلے صحائف میں جن میں بھی تعلیمات تھیں، جتنے بھی مضامین تھے ان کے عطر کی شکل میں تمام کتابوں کا مجموعہ قرآن ہمارے پاس آ گیا ہے، اور یہ نبی اُمّیؐ کا اللہ کی طرف سے معجزہ ہے۔ بیشک یہ مفہوم بھی اس آیت کا ہے لیکن کیا اس میں بھی وہی جلیج واضح طور پر آپ کو محسوس نہیں ہو رہا، جب تک پچھلے تمام صحائف میں کیا تھا۔ یہ آپ کو نہیں معلوم ہوتا معجزے کا یہ رُخ کیسے ثابت ہو گا، یہ کیسے معلوم ہو گا کہ قرآن ان سب مضامین کا مجموعہ ہے۔

یہ تھی قرآن میں پچھلے صحائف کی اصل تعلیمات تلاش کرنے کی تاکید اور اس تاکید کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں تاجید نہیں ہیں۔

صفحہ اولیٰ کے الفاظ بہت جامع الفاظ ہیں | **ویدیہی اولین صحائف ہیں** | ان میں عمومیت بھی ہے اور خصوصیت بھی۔

تمام پچھلے صحیفے بھی اس کے مفہوم میں داخل ہیں اور سب سے پہلے صحیفے بھی۔ قرآن خاص طور سے نام لے کر جن پچھلے صحائف کا ذکر کرتا ہے وہ صحیفہ ابراہیمؑ، توریت، زبور اور انجیل ہیں۔ یہ تمام کتابیں وہ ہیں جن سے اہل عرب واقف تھے۔

حضرت نوحؑ، سیلاب کے واقعات، ان کی قوم کے حالات اور ان کے صحائف کو قرآن کے اولین مخاطب اہل عرب نہیں جانتے تھے۔ اس کے ثبوت میں خود قرآن مجید کی سورہ تہود میں حضرت نوحؑ اور طوفانِ نوحؑ کے واقعے کو بیان کرنے کے بعد اللہ جل جلالہ کا یہ ارشاد ہے:

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھاری طرف دہی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے صحیفہ ابراہیمؑ کے نام سے چند لوگوں کے پاس کچھ متفرق اوراق پائے جاتے تھے۔

ذم ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم... (سورہ ہود: ۴۹)

بہر حال قرآن نے اپنے مخصوص طرز بیان میں جن نبیوں کی کتابوں سے اس وقت کے قرآن کے مخاطب واقف تھے۔ ان کا نام ان الفاظ میں لیا کہ وہ لوگ آسانی سے پہچان لیں۔ لیکن ان سے پہلی کتابوں کا ذکر بھی چھوڑا نہیں۔ اس کے لیے ایسے جامع اور ذومعنی الفاظ استعمال فرمائے جو صرف اللہ رب العزت ہی کی خصوصیت شان ہے۔ صحفِ اولیٰ اور زبرِ الاولین کے الفاظ سے اس دور کے لوگوں کو بھی کوئی دقت پیش نہیں آئی کیوں کہ ان سے وہی تمام صحائف وہ مراد لیتے رہے جن کو وہ جانتے تھے اور انہی الفاظ نے صحیح الاسلام کے مصنف گنگا پرشاد اپادھیائے کو بھی بتا دیا کہ قرآن میں تمہاری کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُس میں **آلِ الْاَوَّلِينَ** آؤ گرنہ یعنی اولین صحائف کا ذکر ہے۔ بہاری حکمت سے تم یہ کیوں امید رکھتے ہو کہ دنیا کی بڑی بڑی قوموں کے جن پیشواؤں اور حضراتِ نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کا نام نے ایک ساتھ نام لیا ہے۔ بلکہ ان میں سے سب کی کتابوں کے نام تو بتائے لیکن تمہارے پیشوا (حضرت نوح ہی کی کتاب کا ذکر قرآن میں نہیں کیا۔

اب آئیے زبرِ الاولین کے الفاظ پر غور کریں۔ قرآن بتاتا ہے :

”بے شک زبرِ الاولین میں یہ (قرآن) ہے۔“ (سورہ شعراء: ۱۱۹۰)

زبر کے لفظی معنی ہیں بکھرے ہوئے اوراق۔ زبرِ الاولین کا مطلب ہوا: ”سب سے پہلے والے بکھرے ہوئے اوراق“۔ سب سے پہلے صاحبِ شریعت رسول حضرت نوحؑ تھے۔ ہندو حضرت نوحؑ کی امت ہیں۔ وہ اپنی مقدس کتابوں و ویدوں کے آدیگان [آلِ الْاَوَّلِينَ] یعنی اولین علم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ویدوں کی تاریخ (جو مختصراً آپ کی نظر سے گزر چکی) پر نظر ڈالنے سے سب سے پہلے بکھرے ہوئے اوراق کی تعریف ان پر پوری طرح صادق آتی ہے۔

۱۳ سورہ احزاب: ۱ اور سورہ شوریٰ: ۱۳

آئیے اب ایک اور رخ سے دیکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ فَهُمْ لَكِنَّا لَآ غَلَّ الذِّكْرَانِ مَا كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۝ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ ترجمہ: ”اور آپ سے قبل بھی ہم نے مرد ہی بھیجے تھے جن پر ہم وحی کرتے تھے۔ اگر تم کو نہیں معلوم تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ ان کو ہم نے بیانات اور ذبیر کے ساتھ بھیجا تھا۔“

یہاں اور دوسرے معانی کے ساتھ ایک لطیف اشارہ یہ بھی چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں پر جو کتابیں نازل ہوئیں۔ وہ کچھ بیانات تھیں اور کچھ ذبیر۔ یعنی ذبیر اور بیانات مختلف نوع کے صحیفے ہیں۔ بیانات کے معنی ہیں ”جن میں صاف صاف سمجھ میں آنے والے الفاظ میں بیانات ہوں۔“ بیانات سے مختلف قسم کیا ہوتی ہے جن میں تمثیلی انداز میں واقعات کا بیان ہو۔ رگ وید میں کہا گیا ہے کہ میں واقعات کو حمد کے پیرائے میں تمثیلی زبان میں بیان کرتا ہوں۔ (رگ وید ۸۔ ۹۔ ۱۱)

ویدک علم کو ہم دیکھیں تو وہ ذبیر کی اس تعریف پر بھی پورے اترتے ہیں اور ان کے اولین ہونے میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔

ویدوں کے صحف اولیٰ یا ذبیر الاولین ہونے اور حضرت نوح سے متعلق ہونے کا ایک آخری عقلی ثبوت یہ ہے کہ پُرانوں اور ہندوؤں کی دیگر مذہبوں میں تو بہت سے انبیاء علیہم السلام کی ناموں کے ساتھ پیشین گوئی ملتی ہے لیکن ویدوں میں انبیاء سے صرف آدم اور حضرت نوح کے تذکرے ملتے ہیں۔ آسمانوں کے رسول اول ہونے کی حیثیت سے حضرت احمد کی تفصیلات ملتی ہیں یا پھر ان کے علاوہ حضرت خدک بخت کی پیشین گوئی ملتی ہیں۔ رسول آخر الزماں کی پیشین گوئیاں تو ہر مذہب صحیفے میں ہیں۔ ان کے علاوہ انبیاء سے حضرت نوح سے آگے کسی نبی کا بیان نہ پایا جاتا اس بات کا ثبوت ہے کہ وید نہ تو نوح سے پہلے کے صحیفے ہیں اور زمانہ کے دور کے بعد کے۔

دیدوں کو کتب الہی یا کتب مقدسہ تسلیم کیے جا سکنے میں جو اشکال ہمارے خیال میں پیدا ہو سکتے تھے۔ وہ ہم سمجھتے ہیں کہ اب باقی نہیں رہ گئے ہوں گے۔ خود دیدوں کے مضامین وید پڑھنے والے چند مسلمان علماء کے خیالات اور سب سے بڑھ کر قرآن عظیم کی نشاندہی کے بعد اس میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یہ کلام ربانی کے حصے ہیں۔

وید اور دیگر ہندو مذہبی کتب | ہندو عقیدے کے مطابق دیدوں کو خدا کا کلام مانا جاتا ہے جس کے کسی لفظ

میں تبدیلی ان کے نزدیک جائز نہیں ہے اور دوسری مذہبی کتابیں جیسے پُران (पुराण) اور آئیند (आयुर्वेद) اور آرتھشاستر (आरथशास्त्र) اور آرمیتیاں (आर्मित्या)

(स्मृतियाँ) وغیرہ کو دیدوں کی تفسیر مانا جاتا ہے۔ ان تمام کتابوں کے الفاظ براہ راست خدا سے منسوب نہیں ہیں بلکہ ان کا صرف مفہوم خدا کی طرف سے مانا جاتا ہے۔ یہ مختلف شیلوں سے منسوب تسلیم کی جاتی ہیں اور ان کے الفاظ اگر ایسے بدل جائیں کہ مفہوم نہ بدلے تو کوئی حرج نہیں مانا جاتا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے قرآن اور حدیث کا باہمی تقابل۔

مکھیاں پدم پُران آنگ میں یہ بات اس طرح کہی گئی ہے۔

خدا کے اپنے الفاظ کو کوئی بولنے والا ویسے ہی مطلب والے دوسرے الفاظ سے

بدل نہیں سکتا۔ اگر بدلے تو اُسے خدا کے الفاظ نہیں کہا جائے گا۔ اس قاعدے کے مطابق وید کے الفاظ خدا کے الفاظ ہی ہیں..... یہی نہیں جملے میں الفاظ کی ترتیب بھی نہیں بدلی جاسکتی پُران نیک لوگوں کے جملوں کی طرح ہیں۔ ان جملوں میں الفاظ بدلنے میں کوئی حرج نہیں مانا جاتا۔ ان کے جملوں کے مطلب میں تبدیلی نہ ہونا چاہیے۔

ہندو عالموں کا دعویٰ ہے کہ دیدوں کو یاد کرنے میں اتنی تکلیف اور احتیاط برتی گئی ہے کہ وہ شروع سے بغیر تبدیل ہوئے ویسے ہی چلے آ رہے ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہزاروں سال سے حافظوں میں چلے آ رہے دیدوں کو اٹھارویں صدی کے آخر میں پہلی بار ٹیکسٹر

نے کتابی شکل میں شائع کرایا۔ اگر ہم تمام تراحتیاہوں کو تسلیم سہی کر لیں تب بھی حافظوں میں
 ویدوں کے ساتھ پرانوں اور دوسری کتابوں کے مضامین کا غلط مطلب ہو جانا عین ممکن ہے۔
 ویدوں کے انگریز مفسر سب اس بات کی تصدیق کرتے ہیں (حوالے اس باب میں دیئے
 جا چکے ہیں)۔ ہماری سمجھ اور تحقیق کے مطابق ویدوں اور ان تمام کتابوں میں جتنے حصے کی
 قرآن سے تصدیق ہوتی ہے وہ اصل وید ہے۔



..... رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّأَخِيهِمْ وَلَا تَجْعَلْنَا مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِآيَاتِكَ.....

”اے ہمارے رب ہم سے سبوں کو چوک میں جو تصور ہو جائیں، ان پر
 گرفت نہ کر۔“
 (البقرہ: ۲۸۴)



अचिन्ते यतव धर्मा अच्येपिमि मा नस्तस्मादेनसे देव शीरिषः

”اے دیو (خدا) ہم سے جو گناہ انجانے میں ہوتے ہیں ان کی وجہ
 سے آپ ہمیں مت چھوٹائیے۔“
 (رگ وید ۱-۸۹-۵)



ابتداء کے کائنات - حضرت احمدؑ مجتبیٰ

حقیقت احمدی | ہم نے جگر جگا اس کا ذکر کیا ہے کہ ہندو قوم نے اپنی مذہبی حقیقتوں کو دیوالاؤں میں گم کر دیا ہے، ان میں سے اہم ترین حقیقت

جس سے یہ قوم واقف تھی اور جس پر اس قوم کی بیشتر دیوالاؤں کی بنیاد ہے، وہ حقیقت احمدی ہے اس کی وضاحت کے لیے پہلے حقیقت احمدی کو سمجھنا ضروری ہے۔ جس کا ذکر ہمارے ان تمام ملامتوں میں کیا ہے جن کا تصور سے بھی تعلق رہا ہے۔ یہ ان حقیقتوں میں سے ایک ہے جن کو سمجھنا اس پندرہویں صدی میں ضروری ہے۔ ورنہ نہ تو ہم اس ہندو قوم کی دیوالاؤں کی حقیقت کو سمجھ سکیں گے اور نہ اس کا علاج کر سکیں گے۔

قرآن شریف کی سورۃ الصف کی مندرجہ ذیل آیت پر نظر ڈالیں۔

ترجمہ: ۵ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر آیا ہوں۔ تصدیق کرنے والا تو ریت کی جو مجھ سے جیستہ سے ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا جو میرے بعد آنے والے ہیں۔ جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کے آئے تو وہ لوگ بولے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

(سورۃ صف، آیت ۶)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے آنے والے رسول کی بشارت دی تھی۔

اور اس کا نام احمد بتایا تھا۔

اس آیت کی تشریح میں مفسرین نے بہت تفصیل سے یہ سمجھایا ہے کہ انجیل میں ماہر

کے نام سے آنے والے نبی کی بشارت موجود تھی لیکن عیسائی اس کے ترجموں میں تحریف کر رہے ہیں۔
 بیشتر مفسرین نے یہاں اس بات کی وضاحت نہیں کی ہے کہ رسول اللہ کا نام احمد کیسے تھا؟
 یہاں صرف وہ احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں رسول اللہ نے فرمایا کہ میرا نام احمد ہے۔ بیشک یہ
 ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمد کا ایک نام احمد بھی تھا۔ لیکن کیسے تھا؟ کہاں تھا؟ کب تھا؟
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن اگر ان احادیث سے ہمیں
 یہ معلوم نہ ہو کہ احمد نام کی کیا حقیقت ہے تو ہم مستشرقین کے الزامات کا کیا جواب دیں گے عیسائی
 یہ کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں سے محمد کو معلوم ہوا کہ آنے والے نبی کا نام احمد ہوگا اور یہ سن کر انہوں نے
 (نعوذ باللہ) قرآن کی آیت گڑھی اور زبانی بھی یہی کہنا شروع کر دیا کہ میرا نام احمد ہے۔ حالانکہ
 ان کا نام تو محمد تھا۔

ملاحظہ ہو ایک عیسائی مصنف کے الفاظ:

..... پچھلے نام محمد رکھا گیا۔ یہ نام عربوں میں بہت کم متانتھا لیکن تھا۔ اس لفظ
 کا مادہ حمد ہے جس سے محمد کے معنی قابل تعریف کے نکلتے ہیں۔ حمد سے ہی احمد بنا ہے۔ انجیل
 کے کچھ عربی ترجموں میں سربانی لفظ پیرا کلیٹ PARACLETIC کا غلط ترجمہ احمد کیا گیا ہے
 اور یہ مفہوم مسلمانوں کی عیسائی اور یہودیوں سے گفتگو میں بہت زیادہ مقبول ہو گیا۔ کیوں کہ
 ان کے کہنے کے مطابق اسی نام سے ان کی کتابوں میں رسول کی پیشین گوئی تھی.....

(لائف آف محمدؐ تلخیص شدہ ایڈیشن۔ سرولیم میور۔ لندن۔ ۱۸۷۱ء ص ۵)

..... مونٹانس کے بیان سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پیرا کلیٹ کی آمد کا وعدہ

کے بہت سے مفہوم بگاڑ کر متعین کیے جاسکتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ انہیں میں سے ایک چھانٹنا
 ہوا مفہوم محمد کے سامنے بیان کیا گیا ہو۔ جس سے یہ آیت بنالی گئی جو سورہ صافات میں ہے.....

(لائف آف محمدؐ تلخیص شدہ ایڈیشن۔ ص ۱۲۷)

تاریخ میں ہمیں حضرت محمد کا نام احمد نہیں ملتا۔ آپ کے یہ بتانے کے بعد کہ میں ہی
 احمد ہوں، احمد نام کا چلن ہوا۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا تھا۔

پنچین ہی یہ نام اہل کتب کو حضرت محمد کے نام سے ہی پکارتے تھے۔ صادق اور امین کے لقب
 بھی آپ کے مقرر ہوئے لیکن احمد زہد کا کہیں ذکر نہ تھا۔ آپ کے تمام اصحاب آپ کو محمد ہی
 کے نام سے جانتے تھے۔ پہلی مرتبہ آپ ہی کے منہ سے یہ انکشاف ہوا کہ آپ ہی احمد تھے۔
 کیا احمد نام کی حقیقت سمجھنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے؟ یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ دنیا
 میں آپ کا نام محمد ہو گا۔ حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ کہیں بتایا کہ اس کا نام احمد ہے۔
 حالانکہ یہ اللہ کے علم میں تھا کہ اس سے اعتراضات کا دروازہ کھلے گا۔ کیا رسول اللہ کے احمد نام
 کی حقیقت محمد سے الگ کچھ اور ہے جس کی طرف کھلی امتوں کو متوجہ کرنا مقصود تھا؟

احمد دراصل آپ کا نام عالم ارواح میں تھا۔ اس جسمانی دنیا میں بھیجے جانے سے پہلے
 تمام انسانوں کی پیدائش سے پہلے حضرت آدم کے بھی اس دنیا میں آنے سے پہلے ہم سب کا
 وجود تھا۔ روحانی دنیا میں ہم سب کی رو میں پہلے پیدا کی گئی تھیں بعد میں جسم دے کر
 ہمیں اس دنیا میں بھیجا گیا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی رو میں اب بھی وجود
 میں۔ اسی رو میں دنیا میں جہاں ہم سب سے اللہ نے اپنے رب ہونے کا اقرار کر لیا تھا۔
 قرآن شریف اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

ترجمہ: "اور دے ہی لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت، جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی
 پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور (خود ان کو) ان کے اوپر گواہ بنا تے ہوئے پوچھا
 تھا: "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے کہا: "کیوں نہیں؟" (آپ ہی ہمارے
 رب ہیں) ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ (یہ ہم نے اس لیے کیا کہ) کہیں تم قیامت کے
 روز یہ سہارہ دو کہ تم تو اس بات سے بے خبر تھے یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک کی ابتداء تو ہمارے
 باپ دادا سے تم سے پہلے کی تھی اور ہم بعد کو ان کی نسل سے پیدا ہوئے۔ پھر کیا آپ ہمیں
 اس قصور میں پکارتے ہیں جو غلط کاروں کو انہوں نے کیا تھا؟" (الاعراف: ۱۷۲-۱۷۳)

اس آیت کا تشریح میں شیوخ نے تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ عہد مجسموں
 کے پیدا ہونے سے پہلے تمام بنی آدم کی رو میں سے لیا گیا تھا۔ مثلاً علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ

کتاب الروح میں لکھتے ہیں :-

..... ظہر ہے کہ عبد و رونا سے لیا گیا تھا کیوں کہ اس وقت بدن کہاں تھے ؟
(روحوں سے پہلے خواہوں کو سمجھئے ترجمہ کتاب الروح - مصنف علامہ حافظ ابن قیم
ترجمہ از مولانا راقب رحمان، بیسویں مکتبہ الفلاح، دیوبند - ص ۲۳۹)

کتاب قرآن کی تفسیر میں فرماتے ہیں: سب روحوں نے اجسام پیدا کیے جانے سے پہلے
اللہ پر ایمان لانے کا اور اس کی معرفت کا اقرار کیا تھا۔ (ص ۲۵ - بحوالہ بالا)
اس کے علاوہ اسی کتاب میں مزید بتایا گیا ہے کہ:

”حق تعالیٰ نے فرمایا: وَقَدْ خَلَقْنَاكَ شَيْئًا صَوْمًا عَرَانًا (۱۱) الخ (سورہ اعران: ۱۱)
رسول اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں..... کہتے ہیں شہدہ پھر ترتیب و
تایخر کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے..... معلوم ہوا کہ خلق سے خلق ارواح مراد ہے؟
(ص ۲۴۹ - بحوالہ بالا)

اس روحانی دنیا میں جہاں ہم سب نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کیا تھا کہ آپ ہمارے رب ہیں
وہاں بھی منصب رسالت تھا لیکن اس - روحانی دنیا میں صرف ایک رسول تھا اور وہ تھے جناب
احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کے نزدیک اور ملائکہ کے نزدیک رسول اللہ کا نام احمد تھا۔
احمد اور محمد ایک ہی شخصیت کی دو جدا جدا حقیقتیں ہیں۔ یہ نام صوفیاء کرام کا متفقہ عقیدہ ہے
اور احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سرا نام ہے کہ آسمان والوں میں وہ
اس نام سے معروف ہیں..... اور اس اسم مبارک کو ذات احدیٰ جل شانہ کے ساتھ بہت تقرب
ہے اور دوسرے اسم محمد سے ایک منزل اللہ کے نزدیک زیادہ قریب ہے۔

(حضرت محمد والفت ثانی، مکتوبات ربانی - اردو ترجمہ دفتر سوم - حصہ دوم - ص ۹۳)
”اس کا نام آسمان میں ملائکہ کے نزدیک احمد مشہور ہے اور اہل زمین کے نزدیک محمد ہے۔
(سیرت محمدیہ - اردو ترجمہ موابہ الدینیہ ۱۳۳۲ھ مطبوعہ افضل المطابع حیدرآباد)
اس کا دنیا میں حضور رسالت مآب کا نام احمد کہیں ثابت نہیں ہونا اس کے

باوجود قرآن بتاتا ہے کہ حضرت مسیحی نے احمد کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی۔ آپ ہی آخری رسول تھے۔ یہ بات تو پچھلی کتابوں میں بتائی گئی، دیگر متعدد نشانیوں سے ثابت ہوتی ہی ہے۔ لیکن یہاں دراصل اس طرہ سے توجہ مبذول کرنا مقصود تھا کہ تمام امتوں کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ آخری رسول وہی ہوگا جو آسمانی دنیا کا پہلا رسول احمد تھا اور اس حیثیت سے تمام دنیا کے انسانوں کی روحوں کا رسول رہ چکا تھا۔ یہی حضرت مسیحی نے بنی اسرائیل کو بتایا تھا کہ وہ رسول جو تمہارا اور میرا سب کا رسول آسمان میں احمد کے نام سے تھا وہ دنیا میں میرے بعد جسمانی طور پر آخری رسول بن کر آنے والا ہے۔

حقیقت احمدی سہر مقدس کتاب میں ہے | تورات اور انجیل میں احمد نام کی حقیقت

پر ہمارے مفسرین بہت تفصیل سے حوالے پیش کر چکے ہیں اس لیے انہیں نقل نہ کرتے ہوئے ہم ہندوؤں کی مذہبی کتب اور بدعت میں احمد کی حقیقت کے کچھ نمونے پیش کر رہے ہیں؛
بائبل کے علاوہ ویدوں میں بھی احمد نام کا ذکر موجود ہے۔ آئیے دیکھیں۔

वेदाहमेत पुरुष महान्तसोऽदेव्यवर्ण तमसः प्रस्तान् धनाय
وہ تمام علوم کا سرچشمہ احمد عظیم ترین شخصیت ہے۔ یہ روشن سورج کے مانند اندھیرا کو دور بھگانے والا ہے۔ اس سراج منیر کو جان لینے کے بعد ہی موت کو جیتا جاسکتا ہے۔ نجات کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ (بجروید: ۳۱-۱۸)

अहमिद्धि पितृष्वरि मेधामृतस्य जगाम। अहं सृष इवजनि

”احمد نے سب سے پہلی قربانی دی اور سورج جیسا ہو گیا۔“ (زرگ وید: ۸-۶-۹-۱۰) (راجہ)
رہے کہ قرآن میں رسول اللہ کو سراج منیر یا چمکتا ہوا سورج کہا گیا ہے)

अथमिद्वै प्रतीवर्त ओजस्वान् संजये मणिः ।

प्रजां धनं च रक्षत परिपाणः समङ्गलः ॥

”احمد وہ ہیں جو لوٹے ہیں تو روشن طاقت ور ہیرا ثابت ہوتے ہیں۔ مخلوقات اور دولت کی حفاظت ہر پہلو سے کرتے ہیں اور بہترین نجات دہندہ ثابت ہوتے ہیں۔“ (اسی طرح انھروید)

(۲۰-۱۲۶-۱۳) میں — Atahmadām لفظ استعمال ہوا ہے۔

مندرجہ بالا چاروں منتروں کے ترجمے میں غلطیاں کی جا رہی ہیں۔ مثلاً پہلے منتر میں 'امت' لفظ استعمال ہوا ہے۔ سنسکرت میں 'د' کی جگہ اکثر 'ت' استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو دو حصوں میں — 'اہم' اور 'ات' میں تقسیم کر کے ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ 'اہم' کے معنی 'میں' اور 'ات' کے معنی 'اس' کے ہیں اس طرح ترجمہ کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کی گڑبڑ دوسرے دونوں منتروں میں بھی ہے۔

بدھ مت میں سبھی 'احمد' نام کی حقیقت دیکھتے چلیں۔ بدھ مت میں 'بدھا' پیغمبر کے نام سے ہے۔ گو تم بدھ نے اپنے چیلے 'ندا' کو مخاطب کر کے بتایا تھا 'ندا' میں تو پہلا بدھا ہوں اور نہ آخری بدھا ہوں' —

پہلے بدھا کے متعلق ڈاکٹر اداکار شن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

'جاپان میں پہلے بدھا کا نام 'امیتا بھ' ملتا ہے؛

'اور جاپان میں اس کا لفظ 'امید' (AMID) ہے۔ یعنی 'احمد'

یہ لفظ 'امیتا بھ' 'امت' اور 'آبھا' دو لفظوں کا مرکب ہے۔ 'امت' (EMETH) 'احمد' لفظ کا بڑا ہوا لفظ ہے اور 'آبھا' کے معنی نور کے ہیں۔ اس طرح 'امیتا بھ' کے معنی ہوئے نور احمد یعنی بدھا ازہم میں سبھی یہ حقیقت کھولی ہوئی ہے کہ پہلا پیغمبر 'نور احمد' تھا۔ یہ سچے پچھلے صحائف آئیے دیکھیں، حدیثیں کیا کہتی ہیں۔

'حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! نبوت آپ پر کس وقت واجب ہوئی، تو آپ نے فرمایا: 'اس وقت جبکہ آدمؑ روح اور بدن کے درمیان تھے۔' —

ترجمہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

'عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کے نزدیک مزدور اس

لے 'Gospels Of Buddha', by Carus. P- 217 لے

لے گوتم بدھ۔ دھرم اور شن ۱۵۰۔ سچے ریکوری آف فیچر ۱۵۱ از: ڈاکٹر اداکار شن

سے ترجمہ بحوالہ مشکوٰۃ باب سید المرسلین۔ فصل ثانی۔

وقت نبی تھا کہ آدم اپنے مٹی کے بدن میں پڑے تھے۔ سلسلہ (یعنی ابھی روح نہیں ڈالی گئی تھی) حکم نے مندوجہ بالا حدیث کو صحیح الاسناد بتایا ہے۔

حضرت انصہبی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ کب نبی تھے؟
 آپ نے فرمایا: میں اس وقت ضرور نبی تھا کہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔
 اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابوالعزم نے اپنے حلیہ میں روایت کیا ہے اور حکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

آپ کے رجوعوں کی دنیا میں رسول ہونے کا ایک عقلی ثبوت نہایت واضح ہے۔
عقلی ثبوت تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت آدم کی نبوت حجت میں نہیں تھی بلکہ دنیا میں بھیجے جانے سے حضرت آدم کی نبوت کا آغاز ہوا تھا جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ نے فرشتوں سے فرمایا:

ترجمہ: "میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔"
 یہ بھی ہمیں قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ناموں کا علم (الاسماء کتبھا) حضرت آدم کو پیدا کرنے کے بعد دیا گیا تھا۔

ترجمہ: "اور اس نے آدم کو نام سکھائے کُل کے کُل۔ پھر انھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔
 اب یہاں غور کیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے حضرت آدم کو یہ ناموں کا علم براہ راست خود دیا تھا یا حضرت جبریلؑ یا کسی اور فرشتے کے ذریعے دیا تھا؟ دونوں صورتوں میں یہ وہی ہوئی اور اگر حضرت آدم پر وہی اثر ثابت ہوتا ہے تو وہ روحانی دنیا میں بھی نبی ثابت ہوئے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

۱۔ بیہقی۔ احمد۔ حاکم۔ بحوالہ سیرت محمدیہ اُردو ترجمہ مواہب اللدینہ ۱۳۴۲ھ ص ۶

۲۔ امام احمد بحوالہ سیرت محمدیہ۔ اُردو ترجمہ مواہب اللدینہ ۱۳۴۲ھ ص ۶

۳۔ سیرت محمدیہ۔ اُردو ترجمہ مواہب اللدینہ۔ ص ۶

۴۔ البقرہ۔ ۳۰۔ ۵۔ البقرہ۔ ۲۱

روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کل ناموں والا اسماء کتبھا کا علم یا تو مجھے دیا گیا تھا یا آدم کو۔

دلیلی نے اوراق سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میری امت ستمی اور پانی میں دکھائی گئی اور مجھے الاسماء کتبھا کا علم دیا گیا جو آدم کو دیا گیا تھا۔

یعنی صرف دو شخصوں کو یہ علم عطا کیا گیا تھا۔ ان میں سے حضرت آدم نبی نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ احمد (رسول اللہ ﷺ) کے ذریعے علم حضرت آدم کو دیا گیا ہوگا۔ یہ رسول احمد کے آسمانی دنیا میں رسول ہونے کی عقلی دلیل ہے۔

سائنس رہنمائی کی محتاج ہے | زمین پر حیات انسانی کی شروعات کو ستر اوروں سال بیت گئے۔ لائنڈا و عظمتوں، پستیوں

روشنی کے میناروں اور عبرت کی داستانوں کو سمیٹتا ہوا وقت لگتا مار آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ اس آخری گھڑی کی طرف جہاں ایک دھماکے سے ان سائے عجائبات کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور ایک نئی اور ابدی حیات کا آغاز ہوگا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہی انسانی عقل بھی ارتقاء کی منزلیں طے کر رہی ہے اور اپنی ترقی کے نقطہ بعروج پر پہنچ کر یہ مادی عقل بھی فنا ہو جانے والی ہے۔

اب سے چودہ سو سال پہلے جب انسانی عقل بچپن کے دور سے نکل کر بلوغت کے دور میں داخل ہوئی تو ریت کائنات نے خاتم النبیین کو دنیا میں اس آخری کتاب کے ساتھ بھیجا جس میں وقت کے آخری سرے تک پیش آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ قرآن کریم حضرت محمد کا سب سے بڑا معجزہ ہے اور اس کے عجائبات رہتی دنیا تک سامنے آتے رہیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: وہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں (اسی) دنیا میں دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی، یہاں تک کہ ان پر کھل کر رہے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے۔

انسانی عقل اللہ کے علم کا کبھی احاطہ نہیں کر سکتی۔ جنہوں نے اس قطعی علم سے فائدہ اٹھانے

کی کوشش کی۔ ان کی ایک مثال نوبل انعام یافتہ سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام ہیں جنہوں نے قرآن سے استفادہ کرنے کے بعد سائنس کو یہ تیوری رنظریہ ہی کائنات میں مختلف طاقتیں (FORCES) نہیں بلکہ ایک ہی بنیادی طاقت (FORCE) کا فریبہ جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اس کے برخلاف وہ ہیں جو آج تک اس گتھی کو سلجھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ کہ زمین پر انسان کیسے وجود میں آیا۔ ڈارون کا نظریہ (تیوری) کہ انسان بندر کی ترقی یافتہ شکل ہے آج تک ایک نظریہ ہی ہے۔ جسے سائنس غیر ثابت شدہ نظریہ مانتی ہے۔ انسانی عقل نے اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں لیکن وہ نہ تو ڈارون کی تیوری کو آج تک ثابت کر سکی اور نہ آئندہ کر سکے گی۔ انسانی عقل جس مقام پر پہنچ کر لاپچار ہو جاتی ہے وہاں تو اسے علیم و خیر کی آواز سننے کی کوشش کرنا ہی چاہیے جو کہ رہا ہے:

ترجمہ: تو کیا لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر عقل لگ رہے ہیں؟^{۱۰۷}
جب انسان کی ابتداء کو ہی سائنس دریافت نہیں کر سکی تو کائنات کی تخلیق کا علم اسے کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس میدان میں بھی وہ اندھیرے میں ہی ہاتھ پیرا رہے ہیں۔ دنیا کے سب سے میاری انگریزی ماہنامے 'دی ریڈرس ڈائجسٹ' کے اگست ۱۹۷۷ء کے ایک مضمون کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

۱۰ موجودہ برسوں میں ہمارے سائنس دانوں کے سامنے روکنے کھڑے کر دینے والے عجائبات کا ایک سلسلہ چلا آرہا ہے۔ جس نے کائنات کے بارے میں ہمارے چند مکمل ترین اور کلیدی نظریات کو چیلنج کر دیا ہے اور تخلیق کائنات کا ایک تخریبی نظریہ سامنے آرہا ہے۔^{۱۰۸}
نظریات بنتے اور بگڑتے ہی رہیں گے۔ تلاش کی سمت ہی غلط ہے۔ جب تک صحیح سمت میں جستجو نہیں کریں گے حقیقت کے ثبوت کیسے مہیا ہوں گے؟ حدیث و قرآن میں تخلیق کائنات کے علم کی مکمل رہنمائی موجود ہے اور پچھلے مخالف میں بھی سمی۔ فی الحال ہم تخلیق کائنات کی ابتداء کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیوں کہ اس کا تعلق ہمارے پچھلے صفحات اور حقیقت احمدی سے ہے۔

۱۰۷ محمد: ۲۴ ۱۰۸ نیورڈرٹس آن وی اینورس۔ ایروولفٹ ۱۹۷۷ء بحوالہ ریڈرس ڈائجسٹ اگست ۱۹۷۷ء

سرور کائنات ہی کائنات کی ابتدا ہیں

سب سے پہلے شینت کے اڈے سے نقش روئے محمد بنا یا گیا
پھر اسی نقش سے ہنگ کر دہائی بزم کون و مکان کو سجا یا گیا

(روایت صحیح بخاری، باب اول موسم حیدر)

احادیث سے صحت اتنا ہی معلوم نہیں ہوا کہ رسول اللہ کی نسبت حضرت آدم کے بدن میں
روح ڈالے جانے سے پہلے تھی بلکہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ حضرت احمد مجتبیٰ کی تخلیق تمام
کائنات، ملائکہ، زمین و آسمان دیگر مخلوقات اور عرش الہی سے بھی پہلے ہوئی تھی اور پھر نور احمد ہی کو اللہ
عز و جل نے دیگر تمام مخلوق کی پیدائش کا وسیلہ بنایا۔

ذیل میں ہم حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی کے اکتوبات ربانی سے چند احادیث
نقل کر رہے ہیں :

مشہور حدیث قدسی میں آیا ہے، میں ایک غمخیز خزانہ تھا، میں نے مجسب رکھا کہ میں پیمانہ
جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پیمانہ جاؤں۔
سب سے پہلے جو چیز اس غمخیز خزانے سے ظہور کے طور پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی جو
کہ مخلوق کی پیدائش کا سبب ہوئی۔

اس حدیث کو امام غزالی اور حضرت محی الدین ابن عربی نے بھی بیان کیا ہے۔

حدیث قدسی میں حبیب اللہ کی شان میں آیا ہے۔

اگر تو نہ ہوتا میں اہلک کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کا اظہار کرتا۔

۱۰۰ اکتوبات ربانی، اردو ترجمہ، دفتر سوم حصہ دوم ص ۱۰۰ مکتوب ۱۳ مطبوعہ مہر پریشک کمیٹی نئی دہلی

۱۰۱ قرآن اور تصون، ڈاکٹر امیر ولی الدین، مدرسہ شریف فلسفہ جامعہ عثمانیہ بطور ترجمہ المصنفین و مفسرین

۱۰۲ مکتوبات، ۱۰۲ دفتر سوم حصہ دوم اہلک کی مکتوب کے حاشیہ میں درج ہے کہ۔ ویلی نے سرفردوس میں بیان کیا

سے اسی مضمون سے متن جلتی ایک حدیث روایت کی ہے۔ اسی طرح صحیح میں ہے۔ نیز حاکم نے بھی اپنی تصنیف میں

اس مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ علامہ بک نے شفا السقام میں اسے بقرار رکھا۔ علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں بقرار

رکھا۔ لہذا اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

نبی کریم نے فرمایا :

”سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔“ ۱

مندرجہ بالا تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوقات میں سب سے پہلی تخلیق نور احمدؐ ہی کی تھی۔ یہی بدھ ازم اور ہندومت میں بھی ثابت ہو چکا ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ہندو مذہب میں تخلیق اول کا موضوع کتنا اہم ہے۔ یہ مندرجہ ذیل مثالوں میں دیکھیں۔

”..... تخلیق اول کا موضوع۔ ان باتوں کو جو شخص جان لیتا ہے، وہ لمبی عمر والا، مشہور (دل کی) دولت سے مالا مال، صدقہ جاریہ کا اہل اور بڑا عالم بن جاتا ہے اور اسے شہادتِ حق کا حصول ہوتا ہے۔“ ۲

تخلیق اول کی ہندو مذہبی کتب میں کتنی اہمیت ہے یہ جان کر مشہور ہندو محقق ڈاکٹر چین لال گوتم حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”..... تخلیق اول کا نہ کوئی پران بنایا گیا نہ مندر بنائے نہ ان کی پوجا مہم ہوئی یہی تعجب ہے۔ تخلیق اول کو تو سب سے نمایاں طور پر دیتا کے روپ میں اعزاز دینا چاہیے تھا۔“ ۳
یہاں ہم نے چند مثالیں ہی پیش کی ہیں۔ آسمانی رسول اول یا نور احمدی یا تخلیق اول پر ہندو قوم نے کتنی دیوالیائیں کھڑی کی ہیں اور ان دیوالیوں کی اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ بے حد دلچسپ اور کارآمد لیکن ایک طویل موضوع ہے جس کا ذکر ہم آئندہ کریں گے ان شاء اللہ

۱۔ مکتوب ۹۳، دفتر سوم حصہ دوم۔ اور اسی مکتوب کے حاشیہ میں درج ہے کہ —

اس حدیث کو علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں ذکر کیا ہے اور محاضرة الاول میں ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور شیخ محمد الدین ابن عربی نے فتوحات میں بھی اسے ذکر کیا اور محدث عبدالرزاق نے بروایت جابر اسی معنی کی ایک حدیث روایت کی ہے۔

۲۔ اشوک ۲۵۵۔ ہری ونش پران۔ سہاگ ۵۹ ص ۵۹۔ پنڈت شری رام شرما آچاریہ

۳۔ دشنور ہستیمہ۔ ڈاکٹر چین لال گوتم ص ۲۶۶

قرآن سے بھی ثابت ہے | احادیث اور دیگر صحائف میں تفصیل سے ذکر موجود ہوا اور اتنی اہم حقیقت قرآن میں موجود نہ ہو! بھلا یہ کیسے ممکن

ہے۔ آئیے دیکھیں۔

”قُلْ إِنْ كُنَّا لِلرَّحْمَنِ وَاوَدًا ﴿۱﴾ قَالُوا أَذَلُّ الْعِبَادِينَ ﴿۲﴾“ (الزمر: ۱، ۲)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے گا اگر رحمان کے اولاد ہو تو سب سے اول عبادت کرنے والا تو میں ہوں؟ مندرجہ بالا آیت کا اکثر مفسرین نے مطلب یہ بتایا ہے کہ بالفرض مجال اگر رحمان کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں (رسول اللہؐ) اس کی عبادت کرتا۔ لیکن چونکہ اس کے لیے اولاد ہونا محال ہے اس لیے میرا اس کی (اولاد کی) عبادت کرنا بھی محال ہے۔“

آیت کی یہ تفسیر بھی صحیح ہے۔ لیکن ان معنوں میں ایک اشکال یہ ہے کہ اللہ کی اولاد کا ہونا محال کیا ہے؟ نہیں۔ رسول کی طرف سے یہ فرض کرنا بھی کہ اگر اولاد ہوتی تو وہ اس کی عبادت کرتے! ذہن اس سے بہتر کوئی تاویل ڈھونڈتا ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں عربی لفظ ”ان“ کے معنی ”اگر“ اور ”ہیں“ دونوں ہوتے ہیں۔ شاید اس لیے امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں اس آیت کے مندرجہ ذیل معنی نقل کیے ہیں۔

”کہہ دیجئے کہ رحمان کے اولاد نہیں۔ سو میں تو اولاد ماننے سے پہلانا ناراض ہونے والا ہوں؟ امام بخاریؒ نے عابدین کا ترجمہ ”عبادت کرنے والے“ کے بجائے ”ناراض ہونے والے“ کیا ہے۔ عربی شاعری میں چونکہ یہ لفظ ان معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن اتنے دور کی تاویل کرنے پر مفسرین نے ان پر بہت اعتراضات کیے ہیں۔ چنانچہ علامہ شوکانیؒ نے تفسیر فتح القدر میں اس پر اشکال ظاہر کیا ہے۔“

غور فرمائیں کہ اگر یہ اصول صحیح ہے کہ احادیث قرآن شریف کی تفسیر کرتی ہیں تو اوپر بیان کردہ احادیث کی روشنی میں اس آیت کا مطلب کتنا واضح ہو جاتا ہے جس سے مندرجہ بالا دونوں قسم کے اشکال نہیں رہتے اور احادیث نبویؐ کی تائید بھی ہوتی ہے یعنی۔ ”آپ کہہ دیجئے

کر رحمن کی مالا دہ نہیں ہے۔ اور میں اول العابدین یعنی سب سے پہلا عابد ہوں۔
 اس کائنات کی ہر شے، فرشتے، زمین، آسمان، سمندر، پہاڑ، پیر و پودے سب اللہ کی عبادت
 کر رہے ہیں اور اس کے عابد ہیں۔ سب سے پہلا عابد وہی ہستی ہو سکتی ہے جو ان سب عابدین سے
 پہلے پیدا ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ یہ اعلان فرمادیں کہ رحمان کی کوئی اولاد
 نہیں ہے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت میں (رسول) خود ہوں کیونکہ میں تخلیق اول ہوں۔ اولاد
 بننے کا دعویٰ کرتا تو میں کرتا۔ جب میں خود یہ کہہ رہا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہونا تو پھر
 رحمان کی اولاد کوئی اور کیسے ہو سکتی ہے؟

کے علاوہ سورہ نسا کی آیت ۱۷۱ میں ارشاد ہوا ہے :

ترجمہ: "آئے لوگو اپنے پروردگار سے تقویٰ اختیار کرو جس نے تم سب کو ایک ہی نفس سے
 پیدا اور اسی سے تم اس کا زوج (جوڑا) پیدا کیا۔"

انسانوں کی پیدائش کا ذریعہ ایک نفس کو بتایا گیا ہے نفس کے معنی
 جان کے ہوتے ہیں اور اس سے جسم اور روح دونوں مراد ہوتے ہیں۔ جب جان سے مراد
 ہے تو اس آیت میں حضرت آدم و حوا سے تمام انسانوں کی پیدائش کا مطلب سمجھ میں
 آتا ہے اور جب نفس سے مراد روح ہو تو روح اول یعنی نورا محمد سے تمام ارواح کا پیدا ہونا
 ثابت ہوگا۔ واضح ہے کہ روح کا جوڑا جسم ہے۔ پہلے تمام روحوں کو ایک روح سے پیدا کیا پھر
 ان کے جوڑے یعنی جسم بنائے۔

کلام الہی سے جب ہم معلوم کرتے ہیں کہ انسانی جسم کس چیز سے بنایا گیا تو مختلف الفاظ
 جو ہمیں ملتے ہیں وہ یہ ہیں :-

طین (کچیر) - تراب (خاک) - علق (خون کی پھسکی) - ماء دافق (اچھنے والا پانی) -
 صلصال (کنکشتاتی ہوئی اور نرمی ہوئی مٹی) - ماء مسنون (سنا ہوا کالا) اور نطفہ -

یعنی کل ملا کر جب ہم دیکھتے ہیں تو انسانی جنم ناپاکیوں کا مجموعہ ہے۔ یہ ناپاکیاں اور
 عیوب انسان کے خمیر میں موجود ہیں۔ انسان جسم کے قالب میں آنے کے بعد جنس میں

بھی شیطانِ مردود سے دھوکہ کھا گیا۔ اب دیکھیے فرانِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا۔

..... اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا؟ لے

یہ روحِ اول ہے جسے اللہ نے اپنی صفات سے موصوف کیا اور قرآن میں اسے رُوحِ رحیم کہا۔ اس پاک ترین روح سے تمام انسانوں کی رو میں پیدا ہوئیں۔ جب جسموں میں روح پھونکی گئی تو انسان افضل ترین صفات اور ازل ترین ناپاکیوں کا مجموعہ ہو گیا۔

قرآن کریم کی آیات میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے :

ترجمہ: ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ پھر ہم نے اس کو پستیوں سے سمیپست پر ڈال دیا۔ لے

یعنی روح پہلے پیدا ہوئی جو اللہ کی فطرت پر ہے اور پھر اس روح کا تعلق جسم سے ہوا جو ناپاک تھا۔ اب انسان دونوں طرح کی صفات کا مجموعہ ہے۔

ظاہر ہے بہترین ساخت پر وہی روح پیدا کی گئی جسے رُوحِ رحیم کہا گیا۔ مندوبہ بالا آیات بھی رحمۃ اللعالمین کی سب سے اول پیدائش کا ثبوت ہیں۔ اور یہ تو ربِّ العالمین نے سرورِ کونین کو رحمۃ اللعالمین (تمام جانوں کے لیے رحمت) کے الفاظ استعمال فرما کر ہی بتا دیا تھا۔ ظاہر ہے رسولِ آخر کا تعلق اگر صرف اس دنیاوی حیات میں انسانوں سے ہی ہوتا تو آپ تمام کائنات کے لیے وجہ رحمت کیسے ہوتے۔

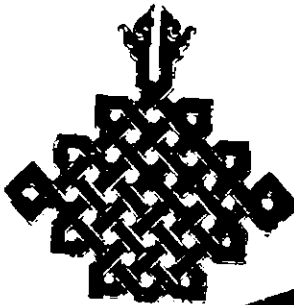
کلامِ ربّانی میں جگہ جگہ حضرت محمد کو: **مُسَوَّلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ** بتایا گیا ہے جب نفس سے مراد روح لیا جائے گا تو اس کا مطلب ہوگا: تم سب کی رُوحوں کا رسول۔ نہ کہ صرف عربوں کا رسول۔ اس سے آپ کی آفاقیت ثابت ہوتی ہے۔

مزید برآں سورہ احزاب کی آیت ۷۰ میں بھی دیکھیں۔

”اور (وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے) جب ہم نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا اور آپ

ہے (مکی) اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ابن مریم سے (مکی) اور ہم نے ان سے پھر عبد یاسینؑ
 اس آیت کریمہ میں اگر آپؐ غور فرمائیں تو تمیزوں سے عبد یاسینؑ کی ترتیب میں آپؐ (حضرت
 احمد مجتبیٰؑ) کا نام تمام دوسرے انبیاء سے پہلے لیا گیا ہے۔

یہ ہے رسولِ ماکرمؐ کے تخلیقِ اول ہونے کا واضح قرآنی بیان اور یہ ہے لوہا احمدی کی حقیقت
 چونکہ تخلیقِ اول ہونے کی حیثیت سے اور روحوں کی دنیا میں تمام روحوں کا رسولِ اول ہے
 کی حیثیت سے آپؐ کا ذکر دیگر تمام صحائف میں موجود تھا (ورآج بھی ہے) اس لیے قرآن نے پہلی
 آیتوں پر یہ واضح کر دیا کہ یہ رسول کسی غیر قوم کا نہیں بلکہ وہی رسول ہے جو تم سب کا واحد رسول
 تھا۔ عالم بالائیں! — ملأ اطنی میں!!



یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید

کہ آ رہی ہے دامِ صدائے کن فیکون
 (انباء)



باب ۱

گئی ویدوں میں ایک معتمہ

رگ وید کا پہلا منتر گئی کی حمد و ثنا سے شروع ہوتا ہے آग्निमीत्ते
 اور اسی عبادت میں اور تشریف میں گئی کے لیے ہی ہیں (سند و سندسب کے دونوں بڑے فرقوں آریہ سماجی و
 سائن دھرمی عالم اس بات پر متفق ہیں کہ نفاظ گئی (آग्नि) دراصل اگنی (آग्نی) ہے۔
 جس کا مطلب ہے سب سے اول۔ سب سے آگے۔ جس سے آگے کوئی نہ ہو۔ مندرجہ بالا منتر کو جب
 سبھی کوئی مسلمان دیکھے گا تو سبھی کہے گا کہ گئی ویدوں میں خدا نے واحد کا نام ہے۔ اب اگر آپ ویدوں
 کا آگے مطالعہ کریں تو انہی کی حقیقت الجھ جائے گی کہیں گئی انسان معلوم ہوتا ہے کہیں خدا۔ مثلاً:
 "مگنی کو دوت رتھین چیتے ہیں"
 आग्निं दूतं वृणीमहे

اور "त्वमीने प्रथत दक्षिणं नर" "گئی وہ انسان ہے، جو عبادت گزاروں

سے خوش ہوتا ہے۔" ۱۷

حقیقت احمدی سے واقف حضرات کو یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے
 تخلیق اول کو اپنے صفاتی نام دیئے تھے۔ روت اور رحیم اللہ کے اپنے نام ہیں۔ قرآن میں روت
 اور رحیم اپنے اس محبوب بندے کا نام بھی بتایا جسے اس نے روجوں کی دنیا میں سب سے اول
 تخلیق کیا تھا ۱۸

اللہ نے اپنے صفاتی نام تخلیق اول کو سبھی دیئے۔ یہ حقیقت تمام مقدس کتابوں میں
 یہی اور سبھی حقیقت بجز ان دنوں کے مذاہب میں نثرک اور دیوالاؤں کی بنیادیں گئی۔ یہیں سے

اسائے الہی سے موسم تخلیق اول کارازم کر کے اوتاروں کا تصور آیا کہ خدا خود انسان کے قالب میں زمین پر آتا ہے۔ اسی حقیقت کے سمجھ میں نہ آسکنے پر خدا کا بیٹا بنا۔ اور یہودیوں نے اسے حضرت عیسیٰ اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ پر فٹ کیا اور اسی حقیقت میں غلو ہونے سے حضور مہر و کوثرؐ کی کو بندگی سے اونچے مقام پر اٹھانے کی کوشش کی گئی۔

اگنی، یعنی اول ہونا اللہ کی صفت ہے اور تخلیق اول ہونے کی حیثیت سے یہ عہد اول کی صفت بھی قرار پائی۔ اس راز کے الجھنے کا حال اللہ سے مخفی نہ تھا اور اس نے جگہ جگہ خود ویدوں میں اگنی کا راز تلاش کرنے پر شدت سے زور دیا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اس راز کو **मेधावी जन** یعنی راسخین فی العلم تلاش کریں گے۔ ویدوں ہی نے یہ پیشین گوئی کی کہ **मन्थन** یعنی تحقیق و ریسرچ سے اگنی کا راز کھلے گا۔ اسی پر تمہاری فلاح کا دار و مدار ہے اور اس راز کے کھلنے کے بعد تم امام عالم بنو گے۔ یہ بھی اشارہ فرمایا کہ **मरुत गण** یعنی ریگستانی امت کے لوگ (مسلمان) اس راز کی تحقیق کریں گے۔ اسے اور یہ بھی پیشین گوئی فرمادی کہ سب سے بعد والی مشعل (قرآن) کو سب سے پہلی مشعل (وید) کے اوپر دکھنا پڑے گا (یعنی قرآن کی روشنی میں جب وید کا مطالعہ کیا جائے گا) تبھی اگنی کا راز کھلے گا۔

حقیقت احمدی بہت تفصیل سے ہر مقدس کتاب میں بیان ہونے کا مقصد یہ تھا کہ جب قومیں اپنی طرف سے بھی گئے رسولوں کو اپنے لیے مخصوص کر لیں گی اور دوسرے رسولوں کا انکار کریں گی اس وقت دنیا کو اس وحدت پر اکٹھا کیا جاسکے کہ آخری رسول جس کا یہ انکار کر رہے ہیں اس کو سب مذہبی قومیں بعد برآئے والے رسول کی حیثیت سے نہیں بلکہ سب سے پہلے رسولِ واحد کی حیثیت سے جانتی تھیں۔ حضرت اس بات کی تمہی کہ الہی ہوئی حقیقت احمدی کو ان کی مقدس کتابوں میں قرآن کی روشنی میں صاف کر کے تمام دنیا کو ایک رسول کی حقیقت پر اکٹھا کیا جائے۔

۵-۲۹-۳	۳۰	۳-۱۱-۱۰	۳۰
۳-۲۹-۳	۳۰	۳-۳-۵	۳۰

ہندو صحائف میں اگنی کے کہا گیا ہے؛ اسے کبھی بغیر ہندو کتب میں توحید کا عقیدہ واضح ہو سکتا ہے اور نہ رسالت کا۔ کیوں کہ ہمیں یہ لفظ اللہ کے لیے استعمال ہوا ہے اور کہیں حضرت احمد کے لیے۔ اسی لیے اس کی تفصیل ہم نے توحید۔ رسالت اور آخرت کے عنوان والے باب سے پہلے واضح کرنا ضروری سمجھا۔

ایک روز شہزادہ نے اپنے ایک عزیز کو بلایا اور فرمایا
 تم میرے لیے ایک کتاب لے آؤ جس کا نام توحید ہے

[باب]

اسلام اور ہندو دھرم ناموں کی یکسانیت

دیگر محققین کیا کہتے ہیں؟ پچھلے صفحات میں ہم نے جگہ جگہ یہ کہا ہے کہ دیکھ دھرم کے لیکن اس سے پہلے چند حوالے ہم نقل کر رہے ہیں جس سے یہ واضح ہو سکے کہ ہمارے پیش رو محققین ہندو قوم اور ہندو مذہب کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔

”اس سے انکار نہیں کہ ہندو مذہب میں توحید بھی ہے لیکن یہ مذہب اتنا پُرانا اور چوکھا ہے کہ زمانے کے تغیرات سے اس میں توحید خالص باقی نہیں رہی۔“

العیونی بھی جو ہندوؤں کے مذاہب کا سب سے بڑا واقف کار ہے ہندو خواص کو جو خدا اور عوام کو مشرک مانتا ہے۔ کتاب الہند لکھا گیا ہے۔ باب میں لکھا ہے: ”بت پرستی عوام کا مذہب ہے خواص کا دامن غیر اللہ کی عبادت سے پاک ہے۔“ مسلمان اکابر میں مرزا مظہر جان جانا ہندوؤں کی بت پرستی کی تاویل کو قبول کرتے تھے اور ان کو اصلاً موحدانے تھے۔“

آخر میں ہم شاہ عبدالعزیز کی ایک تحریر نقل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت **وَأَن تَقُولُوا لَمْ يَكُنْ لَنَا خَلْقًا وَمَا لَنَا بِهِ عِلْمٌ إِنَّ أَوْلَىٰ لَنَا بِئِلَٰهِهِ لَوْلَا إِتْرَافُ الْوَالِدِينَ كَمَا يُنْفَخُ الْبُزْجُ مِنَ الْوَالِدِ** ہے کہ ہر قوم میں خدا سے ڈرانے والے گزرنے میں بالجملہ ہندوؤں کے اقرار شدہ ہر حق تھے۔ لیکن ہندو عوام اپنے تصور فہم کی

نور سادہ معارف ہندوہ مشہور اسلام میں سورہ خازبہ آل مذہب کی ہیئت

مولانا شاہ معین الدین احمد مدنی

.....

بنا پر ظاہر اور مظہر میں فرق نہ کر سکے اور سب کو معبود بنا کر مگر اسی میں مبتلا ہو گئے۔ یہی حال مسلمانوں کے بہت سے تازیہ بنانے والوں، قبروں کے مجاوروں، جلالیوں اور مدارلیوں کا ہے۔

ہندومت کا اسلامی نام اب آئیے سب سے پہلے ہندو مذہب کے نام پر غور کریں۔ اس ویدک دھرم کا نام ہندومت

نہیں ہے بلکہ اس کا اصل نام سائن (Sain) اور شانتو دھرم (Santodharm) ہے۔ سائن کے معنی ہیں سلا سے سیدھا چلنا یا ہوا اور زمین اور شانتو کا مطلب ہے آسمان سے زمین تک سیدھا چلنا یا ہوا۔ سائن دھرم اور شانتو دھرم دین تہیم اور دین تہیر کے معنی الفاظ میں یکساں ہیں اس لئے اسے "سودھرم" (Sudharm) اور "سوجا دھرمیت کرم" (Sujadharma) کے الفاظ استعمال کیے ہیں جس کے معنی ہیں فطرت کا سکھایا ہوا مذہب کا سکھایا ہوا۔ قرآن اسلام کو الدین عند اللہ۔ دین قیامہ اور دین فطرت بتاتا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو دین اسلام پیش کیا تھا۔ حضرت آدمؑ و حضرت نوحؑ بھی دین اسلام ہی کو قائم کرنے آئے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات مسخ ہو گئیں۔ دنیا کے دوسرے مذاہب کو ماننے والی قوموں نے اپنے اپنے مذاہب کے مختلف نام رکھے لیکن اس سلسلے پر اپنی قوم نے دین اسلام کے صفاتی ناموں کی شکل میں اصل نام کو باقی رکھا ہے۔

اللہ کا نام سب مذاہب میں ہے | ناموں کے فرق اور بعید تھاؤ سے

لیکن اللہ نام کی یکسانیت ہر مذہب میں باقی ہے۔ خدائے واحد کو مختلف قوموں اور مذہب میں اللہ، بھگوان، ایشور، خدا، گھاڈ وغیرہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس پر کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ ایک خدا کو کتنی بھی نام سے پکارا جاسکتا ہے۔ زبانوں کے اختلاف میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں یعنی اس کے بہت سے

خوبصورت صفتی نام میں لیکن اسم ذات اللہ ہی ہے۔ اللہ کے نام کا یہ لفظ جو آل + الہ ہے
ہیں معمولی صوتی تبدیلیوں کے ساتھ آج بھی قریب قریب ہر مذہب میں ملتا ہے۔

حضرت مولانا شیخ عم فیضہم (مولانا عبید اللہ سندھی) کی تحقیق یہ ہے کہ بت
کا مرکزی شہر لاسہ دراصل لاء سے ہے۔ یعنی بیت اللہ۔ یہ شہر آریں اقوام کی مذہبی تہذیب
کا قدیمی مرکز ہے۔ فرماتے ہیں ہم نے جب یہ خیال مولانا حمید الدین (دراہی) سے ظاہر کیا تو فرمانے لگے
کہ خدا تعالیٰ کے نام کا یہ مادہ دنیا کے مذاہب کا قدیم ترین لفظ معلوم ہوتا ہے جو تمام مذاہب
میں معمولی اختلاف سے متعل ہے۔ لہ

چنانچہ ایل۔ ایلیا۔ اودہ۔ الوہیم۔ الہ۔ لاء۔ لاہوت وغیرہ سب ایک ہی مادہ
کے الفاظ ہیں جو معبود کے معنی میں مختلف مذاہب میں ہمیں ملتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد
رحم نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

ان تمام قوموں میں ایک ان دیکھے خدا کی ہستی کا اعتقاد موجود تھا اور وہ ال۔ الہ
یا اللہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہی الہ ہے جس نے کہیں 'ایل' کی صورت اختیار کی کہیں
'اودہ' کی اور کہیں 'الہیا' کی۔ لہ

پنڈت مندر لال اپنی کتاب "ہیتا اور قرآن" میں لکھتے ہیں:

"قرآن سب سے بڑی ہستی کو اللہ کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ رگ وید میں ایٹور کے لیے جو نام
استعمال ہوئے ہیں ان میں سے ایک 'الہ' ہے جس کا بنیادی مادہ 'ال' یا 'ایل' ہے اور جس کے معنی ہیا
عدو ثنا کرنا۔ پرستش کرنا۔ تقریباً چھ ہزار سال پہلے سمیریائی زبان میں 'ایل' کا لفظ خدا کے
لیے تھا۔

سمیریائی شہر بابلون کا لفظ حقیقتاً 'باب ایل' تھا۔ یعنی خدا کا دروازہ یہی وہ لفظ تھا
جس کے ذریعہ اس کی کسی نہ کسی شکل میں عبرانی، سریانی اور کلدانی زبانوں میں خدا کی ہستی مراد ہوتی

نہ مولانا زلیحی طوی در حاشیہ الفرقان رشادہ ولی اللہ نمبر ۱۳۱۳ء، ص ۳۳

۱۳۱۳ء مطبوعہ ساہتیہ اکاڈمی۔ دہلی

تھی۔ عام شکل آیا۔ وہ تھی۔ یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ رگ وید کے دور سے دور حاضر تک اللہ کا لفظ کسی نہ کسی شکل میں خدا کے لیے استعمال ہوتا آیا ہے۔ ۱۔

آری سماجی عربی دواں، سنسکرت کے عام شری گنگا پرشاد آپا دھیانے رقمطراز ہیں:

ہم نہیں جانتے کہ حضرت آدم جن کو اہل اسلام سب سے پہلا انسان تسلیم کرتے ہیں۔ کس زبان کو بولتے تھے اور خدا کے لیے کس لفظ کو استعمال کرتے تھے۔ ہر ایک قابل پرستش شے کو الہ کہتے ہیں اور صرف 'ال' لگا کر اللہ ایک واحد ذات کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔ رگ وید میں جو لاکھوں سال پہلی کتاب مانی جاتی ہے خدا کے لیے 'ایلیہ' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ایلیہ کے لغوی معنی ہیں قابل پرستش ہستی۔ وید میں یہ لفظ اللہ کی ذات کے لیے مخصوص طور پر استعمال ہوا ہے۔ وید منتر (۱-۲-۱) کے صاف معنی یہ ہیں۔ اللہ تو نئے اور پرانے چھوٹے اور بڑے سبھی لوگوں کے لیے قابل پرستش ہے، تجھے علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں! ۲۔

اللہ کے اسم ذات کی یکسانیت کے بعد اس کے پہلے ام رحمان اور رحیم بھی.....

کو دیکھیں۔ برہمن ازم نے عیسائیوں کی تثلیث کی طرح اللہ کی ذات کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ برہما پیدا کرنے والا خدا، دشنو (پالنے والا خدا) اور شیو (مارنے والا خدا)۔ حالانکہ ویدوں میں یہ واضح تعلیمات ہیں کہ ایک ہی خدا پیدا کرتا، پالتا اور موت دیتا ہے۔ ان تینوں کا جب نام لیا جاتا ہے تو سب سے پہلے برہما ہی کا نام لیا جاتا ہے۔ اس لفظ برہما یا برہم پر غور کریں۔ سنسکرت زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ لفظ کے آخر میں اکثر ایک نقطہ (ن) اوپر کی طرف لگایا جاتا ہے جو م اور ن کی آواز دیتا ہے..... یہ ایسے جیسے انگریزی میں اکثر ناموں کے آخر میں A لگا دیتے ہیں اور اشوک کو اشوکا، رام کو رامابولتے ہیں۔ سنسکرت

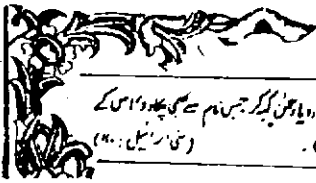
نہ گیتا اور قرآن، باز پنڈت سند لال، انگریزی ترجمہ از سید اسد اللہ صاحب، صفحہ ۵

مطبوعہ: انڈیئن ایسٹ کالج، اشڈیز، حیدرآباد۔ دکن

۱۵-۱۳ صفحہ

میں برہان کے آگے نقطہ (۰) یا 'ن' لگانے سے برہان کی آواز بنتی ہے۔ اس لفظ کو جب سنسکرت میں لکھا جائے گا تو یہ **ब्रह्म** 'برہمان' یا 'وہ رحمان' یا 'الرحمان' کے مترادف لفظ ہوگا۔ رحم کی صفت کے اظہار کی شروعات پیدا کرنے ہی سے ہوتی ہے اس لیے پیدا کرنے والے خدا کو ہندو مذہب میں برہمان (الرحمان) اور بڑا ہمیم (الرحیم) پکارا جاتا ہے۔ نیز جیسے رحمان اسلام میں خدا کا ذاتی نہیں صفاتی اسم اعظم ہے ہندو مت میں بھی 'برہمان' سکن یعنی صفاتی نام ہے!!

یہاں یہ بھی یاد کرتے چلیں کہ اہل عرب پیغمبر اکرمؐ سے پہلے رحمان نام سے بہت چڑتے تھے اور اسے دوسرے مذاہب کا خدا سمجھتے تھے۔ دوسرے مذاہب میں سے ہندو مذہب میں تو یہ لفظ خدا کے لیے استعمال ہوتا ہی تھا۔ عیسائیوں کے یہاں بھی خدا کے لیے رحمان کا لفظ موجود تھا۔ اس کا ثبوت یمن میں عیسائیوں کے کتبوں پر لکھے ہوئے الفاظ میں۔ "رحمان۔ مسیح اور روح القدس کی قدرت و فضل و رحمت سے اس یادگاری پتھر پر ایمرہ نے کتبہ لکھا جو کہ بادشاہ حبش..... کا نائب الحکومت ہے۔" اس طرح ہم نے دیکھا کہ دین کا نام ان دونوں مذاہب میں ایک ہی ہے اور دین پر عمل کرنے کا جس ہستی نے حکم دیا اس کا نام بھی اصلاً دونوں کے یہاں ایک ہی ہے۔ زبان لہجے اور سب سے بڑھ کر فہم اور سمجھ کا فرق ہو گیا ہے۔ اب آئیے دیکھیں کہ اللہ کے اس کلام میں ہزاروں سال کی دھول اور بھول کے باوجود بنیادی تعلیمات آج بھی کس طرح موجود ہیں جو ہندو قوم کے ویدوں سے مکمل کٹ جلنے کی وجہ سے ان کی نظروں سے اوجھل ہیں۔



آپ کو بچے کو نہ بکرا کر پکارا یا بھول کر بکرا جس نام سے کسی پلہ و اس کے لیے سب بچے ہی نام تیا۔ (تاریخیں: ۱۰۰)

باب ۹

ویدک دھرم میں توحید



ہندو مذہب کا عقیدہ توحید
 پہلے چند مشہور ہندو مصنفین کے اس سلسلہ
 میں کچھ حوالے دیکھ لیجئے :

”یشیوں نے مورتی پوجا کا طریقہ راج کیا تاکہ وہ اس مورتی کو ذریعہ بنا کر اس لامی و دستہ کی جہان
 شکل میں اپنے سامنے دیکھ سکیں :۔“

”صرف ایک سب سے طاقتور خدا کو اپنا مالک مانتے ہوئے خود غرضی اور گھنڈ چھوڑ کر خلوص
 اور جذبہ اور سچے پیار کے ساتھ لگاؤ اور تفکر کرنا ہی ایسی عبادت ہے جو بدکاری سے پاک ہے :۔“
 ”ذرا سوچو تو محبت کرنے والی بیوی کا ایک ہی شوہر ہوتا ہے اس لیے جو پرستار ایمان
 رکھتا ہے اس کا ایک ہی خدا ہے۔ دوسرے خداؤں کا ساتھ ہرگز نہ ڈھونڈو، دوسرے خداؤں
 کا نام لینا بدکاری ہے :۔“

اب ملاحظہ فرمائیے ہندو مذہب کی کتب کے سینکڑوں ٹوٹوں میں سے چند حوالے جن کی
 بنیاد پر ہم یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اصل ہندو مذہب ایک خدا کا تصور بالکل اسی
 انداز میں دیتا ہے جیسے اسلام نے پیش کیا ہے۔ ہندو ویدانت کا ’ہریم منتر‘ یعنی کلہ خدا
 مندرجہ ذیل ہے : ’ایکم برہم دو تیتہ۔ ناتسے۔ نیہ۔ نا۔ ناتسے کچین۔‘ :۔“ لہذا ایک ہی خدا ہے

۱۔ وشنوہریم ۳۹۔ ڈاکٹر جین لال گوتم۔ :۔“ تفسیر گیتا ۳۲۔ مطبوعہ کلکتہ گورکھپور
 ۲۔ اسلام کا ہندو تہذیب پر اثر ڈاکٹر تارا چندا اردو ترجمہ :۔“ جو دھری جرنل الباسمی ۱۵۳۱-۱۵۳۲۔ آزاد کار بنگلہ دہلی

۳۔ سکس برہم دھیتویہ نااستے :۔ نیر نا نااستے کینچن

۴۔ اسٹارڈن معنف ڈاکٹر گنیش ورت سادسیت پر ویدیشہ ہندی ماہ :۔ دیوی پوسٹ گرجہ شیکا گج :۔ ستمبر ۱۹۰۷

دوسرا نہیں ہے۔ نہیں ہے نہیں ہے۔ ذرا سا بھی نہیں ہے۔ ویدانت ہی میں خدا کے یہ کہا گیا ہے
 "ایک اہم اور مقیم ہے (وہ ایک ہی ہے دوسرے کی شرکت کے بغیر)۔"

وہ تمام جاندار اور بے جان دنیا کا بڑی شان و شوکت کے ساتھ اکیلا حکمراں ہے۔ وہ جو
 انسانوں اور جانوروں کا رب ہے (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے
 ہیں؟" ۱۷

"اُسی سے آسمانوں میں مضبوطی اور زمین میں استحکام ہے اسی کی وجہ سے اجالوں
 کی بادشاہت ہے اور آسمان محراب (کی شکل) میں نکلا ہوا ہے۔ نضا کے پیمانے بھی اسی کے
 لیے ہیں (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں؟" ۱۸
 "اس ہستی کی کوئی مورتنی یا تصویر نہیں ہے۔ اس کا نام ہی سراپا حمد ہے۔" ۱۹
 "جو لوگ باطل وجود والے دیوی دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں وہ (جہالت کے)
 اندھا کر دینے والے گہرے اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں۔" ۲۰

"خدا کے سوا کسی کو مت پوجتے

"وہ ایک ہی ہے اُسی کی عبادت کرو۔" ۲۱

"وہ ایک ہی بہترین پرستش اور بندگی کیے جانے کے قابل ہے۔ رب ہے۔" ۲۲

"ایشور ہی اول ہے اور تمام مخلوقات کا اکیلا مالک ہے۔ وہ زمینوں اور آسمانوں کا

ملک ہے اسے چھوڑ کر تم کون سے خدا کو پوج رہے ہو۔" ۲۳

بند و مذہب میں جتنے خداؤں کے نام لیے جاتے ہیں وہ دراصل ایک خدا کے معناتی نام

ہیں۔ اس کا نام برہما ہے اسی کا نام وشنو، وہی اندر کبندیا اسی کا نام سروتی ہے۔ اس کا
 جوت ویدوں ہی سے ملتا ہے۔

سکس سवम् अद्वितीयम्

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔

۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔

پھر وید بالکل قرآنی انداز میں کہتے ہیں کہ جن معبودوں کو تم پکار رہے ہو یہ تو خود اپنے ایک خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔

۴ ایشورہی روحانی اور جسمانی طاقتیں عطا کرنے والا ہے اور اسی کی عبادت تمام دیوتا (فرشتے) کیا کرتے ہیں۔ اس ایشور کی خوشی ہمیشہ کی زندگی عطا کرنے والی ہے اور موت کا خاتمہ کرنے والی ہے۔ اُس ایشور کو چھوڑ کر تم کس دیوتا کی عبادت کر رہے ہو؟ لے اور اسی مضمون کو قرآن میں دیکھئے :

۵ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا قریب ترین وسیلہ تلاش کر رہے ہیں اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ ۶

ایک خدا کا اتنا پاک و صاف تصور ہوتے ہوئے بھی اتنے بہت سے معبود کیوں بنائے گئے۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ تحریری شکل میں غیر موجودگی | ویدوں کے انتہائی قدیم اور صرف سینوں میں محفوظ ہونے کی وجہ سے عوام کے لیے

ویدوں اور انسانوں کے کلام میں امتیاز کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے ہزاروں سال سے سنی سنی بات۔ ہر سمجھ میں نہ آنے والی بات پر سنی ہوئی دیوالا کو دھرم سمجھ لیا گیا۔ حالانکہ صرف ۲۰۰ سال قبل تحریر کیے گئے ویدوں کی حفاظت کا اب پورا پورا خیال رکھا جا رہا ہے۔ لیکن اکٹھا کرنے والوں نے وید کے نام پر جو کچھ اکٹھا کیا ہے وہ سب اصل وید ہی ہے، ان کا دعویٰ وہ خود بھی نہیں کرتے۔ ویدوں کے مرتبین اور مفسرین کے مختلف بیانات بائبل میں ہم دیکھ چکے ہیں تریف کا اقرار کرتے ہوئے گاندھی جی لکھتے ہیں :

۷ شاستروں کے وہ معنی جو سچ کے خلاف ہوں صحیح نہیں ہو سکتے، ۸

۹۔ دگ وید۔ ۱۰-۱۱-۲ ۱۰۔ قرآن۔ بنی اسرائیل : ۵۷

۱۱۔ اہنسا اور سیتہ مرتبہ : شری رام ناتھ سن ص ۳۱

گاندھی جی لیک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”سوال اٹھتا ہے کہ ان اسمز میں کاکیا کیا جائے جن میں ایسے اشلوک ہیں جو آسمان میں دیئے ہوئے دوسرے اشلوکوں کے خلاف اور فطرتِ انسانی کے خلاف ہیں..... میں مستند بار لکھ چکا ہوں کہ دھرم گرتھوں کے نام پر جو کچھ چھپتا ہے اس میں سبھی کو کلامِ الہی کی شکل میں نہیں لینا چاہیے۔“

۲۔ غلط ترجمہ یا ترجمانی | ویدوں کا زیادہ تر حصہ چونکہ قبیلہ زبان میں ہے اس لیے اپنی عقل کی روشنی میں اُن کا صحیح ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔

خدا کے آخری مستند اور صحیح کلام قرآن کی روشنی ہی میں اُن کا صحیح ترجمہ ممکن ہے اس کی مثال ہم پہلے صفحات میں اُس جگہ دے چکے ہیں۔ جہاں ’احمد‘ لفظ کا ویدوں میں ذکر آنے کی ہم نے مثال دی ہے۔

۳۔ ہندو عوام کی ویدوں کے دوری | ہندو علماء نے عوام کو ویدوں سے بالکل کٹ دیا ہے بہت سی گمراہیاں دور توڑ سکتی تھیں

اگر عوام ویدوں سے اتنے دور نہ ہوتے ہوتے۔ مثلاً بہت سے دیوی دیوتاؤں کی پرستش ہی کو لیجئے۔ ویدوں میں آیا ہے کہ ایک خدا کو بہت سے ناموں سے پکارا گیا ہے۔ یہ نہ جلنے کی وجہ سے ہندوؤں میں ان سب ناموں کے الگ الگ دیوتا مان لیے گئے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ توحید کا بنیادی عقیدہ بالکل قرآنی بیانات کے انداز میں ساتن دھرم میں موجود ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ لے اہ کتاب اور اس بات کو طرف جو ہمارے اور
تعالیٰ در میان مشترک ہے۔ یہ کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کے عبادت
نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی نہ کہ نہیں تمہارا نہیں گے۔ (زال لائق)

لے اسمزوں کی سہ ماہی۔ جہاں گاندھی۔ ہر جگہ ۲۸ نومبر ۱۹۴۷ء۔ ایڈیٹر: رام ناتھ من بھوشن صاحب

باب ۱

ویک دھرم اور رسالت

انہی کی طرح برہما کے ساتھ سہمی سی ہوا۔ برہما یعنی رحمن ہندو مذہب میں پیدا کرنے والے خدا کے لیے سہمی استعمال ہوا ہے، روح احمد کے لیے سہمی اور پہلے انسان حضرت آدم کے لیے سہمی تینوں مقامات پر صحیح مفہوم کو سمجھنے کے بجائے پیغمبر ہی دیتا بن گئے اور پیغمبر کی جگہ اوتاروں کا تصور آ گیا اپنے ملک روشنی میں ان کے شرک کے تصورات کو ہم ان پر واضح کر کے تھے لیکن ہمیں شرک کرنے والوں کو شرک کی بنیادوں کا پتہ ہی نہ تھا۔ برہما حضرت آدم کے لیے ہری وشن پران میں استعمال ہوا ہے۔

انبیاء کے تذکرے سے عورت ہوئے اور اس طرح بہت سے جانداروں کی تخلیق ہوئی۔

کسی مسلمان کی جیسے ہی اس حصہ پر نظر پڑے گی وہ فوراً پہچان لے گا کہ یہ حضرت آدم کا بائیں پسلی سے حضرت حوا کی پیدائش اور ان دونوں سے پوری نسل انسانی کی افزائش کا ذکر ہے۔ بہر حال اللہ کے صحیح علم کی روشنی میں پرانے علوم کی تطہیر کی یہ چند مثالیں تھیں۔ آپ فی الحال ہندو مذہب کی کتب میں رسالت اور رسولوں کے واضح بیانات کی کچھ مثالیں دیکھیے۔

جب سہمی بھلائیوں کو برکھنا بہت بڑا جاتے ہیں تو ہماری جو تمام خداؤں کا خدا ہے وہ یقیناً رہنمائی کے لیے، ایک جان پیدا کرتا ہے۔
یہ تمام رسولوں کے دیتا میں بیچے جانے کا مقصد۔ اب حضرت نوح اور طوفان نوح

۱۲ کلیمان گورکھپور۔ ہندو سنسکرتی ایک جنوری ۱۹۵۵ء ص ۹۵،

۵۶-۲۴-۹ سے شری مدھیانگوت مہارن

سے متعلق چند حوالے ہم نقل کر رہے ہیں۔

..... مختصر یہ کہ ایک مشہور شخصیت جو کہ ہندوؤں کے یہاں بہت مقدس ہے اور جسے وہ 'مہانو' [MAHANUVU] کے نام سے جانتے ہیں (سیلاب کی) تباہی سے ایک کشتی کے ذریعہ بچ سکی جس میں سات مشہور رشی سوار تھے: مہانو، دو نغلا، مہا اور نوو کار کب ہے۔ مہا کے معنی عظیم اور نوو بلاشک و شبہ نوح ہیں؛ لہٰذا..... عملیہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان اس عظیم سیلاب نوح کے بعد فوراً آباد ہوا تھا جس نے ساری دنیا کو ویران کر دیا تھا؛ لہٰذا

» مارکنڈیہ پران اور بھاگوت میں اس کا بہت واضح بیان ہے کہ اس حادثہ میں تمام نسل انسانی ختم ہو گئی تھی سوائے سات مشہور عبادت گزار رشیوں کے جن کا میں نے بہت سے مقالات پر ذکر کیا ہے۔ یہ سات رشی ایک کشتی پر بیٹھ کر عالم گیر تباہی سے بچ سکے تھے اس کشتی کو شنو خود چلا رہا تھا۔ ایک اور عظیم شخصیت جو بچ جانے والوں میں تھی وہ منو کی تھی جس کو میں نے دوسرے مقالات پر ثابت کیا ہے کہ نوح کے سوا کوئی نہیں تھی..... لہٰذا

» تب بھگوان منو سے یوں بولے ٹھیک ہے ٹھیک ہے تم نے مجھے اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ اے زمین کے رکھوالے! تھوڑے ہی عرصہ میں پہاڑ، جنگل اور کانوں سمیت یہ زمین پانی میں ڈوب جائے گی۔ اس لیے اے زمین کے سردار تمام جانداروں کی حفاظت کرنے کے لیے تمام دیوتاؤں کے ذریعہ اس کشتی کو تعمیر کیا گیا ہے۔ اے ونا شعار..... جسے بھی قسم کے جاندار ہیں ان سبھی بے سہاروں کو اس کشتی میں چڑھا کر تم ان سب کی حفاظت کرنا؛ لہٰذا

» تب ساتوں سمندر موجزن ہو کر آپس میں مل جائیں گے۔ اور ان تینوں دنیاؤں

DUBOIS. in HINDU MANNERS, CUSTOMS & CEREMONIES P.48

P. 100

P. 416, 417

۳۵ مہینہ پران اویسے ۱۱ اشوک ۳۹ تا ۳۵

کو پوری طرح سے ایک کر دیا۔ گے۔ وہ دل شعلہ اس وقت تم اس دیدہ پئی کشتی کو حاصل کر کے
اس پر زمرہ خاندانوں اور پچھیل کو سوار کر دینا۔

ریسلب کی قیامت کے وقت جب اس طرح ساری زمین ایک بحر ذخار
میں ڈوب جائے گی اور ہمارے ذریعہ تخلیق کیا آغاز ہوگا تب میں دیدوں کی پھر بنیاد ڈالوں گا تب
منو مہی دہی ٹھہر کر بھگوان کی رحمت سے حاصل شدہ عبادت اور ریاضت میں لگے رہے جب
تک اس (سیلاب نما) قیامت کی پیشین گوئی کا وقت نہ آ گیا۔

یہ تو تھے حضرت نوح کے تذکرے اب پندت دید پر کاش اُپا دھیائے کی کتاب سے ہم
بھیوہ پران کے کچھ اشلوکوں کے ترجمے نقل کر رہے ہیں جن میں دیگر انبیائے کرام کے واضح تذکرے
ان کے اصل ناموں کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

آدم اور حوا دشمنوں میں سے پیدا ہوئے۔ جنت کے مشرقی حصہ میں پر مشور کے
ذریعہ بنایا گیا خوب صورت چار کوس کے رقبہ کا بہت بڑا جنگل تھا۔ گناہ والے درخت کے
نیچے جا کر بیڑی کو دیکھنے کی بیتابان سے آدم حوا کے پاس گئے۔ تھیں سانپ کی شکل بنا کر وہاں
نوراً شیطان نمودار ہوا۔ اس چاراک دشمن کے ذریعہ آدم اور حوا ٹھگ بیے گئے۔ اور شیطان
کے حکم کو توڑ ڈالا اور دنیا کا راستہ دکھانے والے اس پھل کو شوہر نے کھا لیا۔ ان دونوں کے ذریعہ
گولر کے پتوں سے جو انی غذا حاصل کی گئی تب ان دونوں سے بہت سی اولادیں پیدا
ہوئیں۔ سب مٹیچہ کہے گئے۔ آدم کی عمر نو سو تیس سال ہوئی۔

۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

..... اس سے نوح نامی بیٹا پیدا ہوا۔ اس نے پانچ سو سال تک راج کیا۔ اس کے سپہ سالار اور بھادرتین بیٹے ہوئے۔ دشمنوں کا بندہ نوح دھمت الوجود کے دھیان میں ہوتا تھا۔ ایک بار دشمنوں نے اسے خواب میں بتایا کہ اے پیارے نوح سنو! ساتویں دن حشر برپا ہوگا۔ تم لوگوں کے ساتھ کشتی میں نورا بیٹھ جانا۔ اے اندر کے بھکت اپنی جان بچاؤ، تم سر بلند ہو گے۔ اسی طرح مان کر اس بزرگ، ہستی نے تین سو ہاتھ لمبی پچاس ہاتھ چوڑی اور تین ہزار ہاتھ گہری خوبصورت کشتی ایجاد کی۔ سبھی جانداروں کے جوڑوں اور اپنے اہل خاندان کے ساتھ سوار ہو کر دشمنوں کے دھیان میں محو ہو گیا..... چالیس دن تک زبردست بارش ہوئی۔ بھارت و ریش پانی سے ڈوب گیا اور چار سمندر مل گئے اور بیکریاں ہو گئے..... اللہ والا بزرگ زیدہ نوح اپنے اہل خاندان کے ساتھ طوفانِ شتم چرنے پر وہاں رہنے لگا۔ نوح کے بیٹے سام، حام اور یاقوت نام سے مشہور ہوئے۔ سام کے بیٹے تین ابراہیم، منہور اور ہارن اس طرح ملیچھ نسل کے سردار ہوئے۔ ایک بڑے شکار دیش ہمالیہ سے آگے ہو کر (۱۱۱) دیش گئے۔ وہاں پہاڑوں کے درمیان اس اجانے سفید پوش گوسے رنگت والے معجز شخص کو دیکھا۔ خوش ہو کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا میں عیسیٰ ہوں۔ کوزاری ماں سے پیدا ہوا ہوں۔ میں سچائی کی تعلیم دینے والے ملیچھ دھرم کی تعلیم دیتا ہوں۔ یہ سن کر راجا نے پوچھا "دھرم کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں یہ سن کر عیسیٰ مسیح بولے سچائی کے زوال پذیر ہونے اور ملیچھ دیش کے حقانیت سے دور ہو جانے پر میں مسخ لہ قوربت کے مطابق طوفان سے قبل حضرت نوح ساڑھے چھ سو سال کے تھے۔

لہ ان اشکوں میں اصل مسکت میں نوح کی جگہ نوح (۱۱۱) سام کی جگہ سم (۱۱۱) حام کے لیے عام اور یاقوت کے لیے یاقوت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

لہ یہاں ابراہیم کی جگہ مسکت میں ابراہم (۱۱۱) (۱۱۱) لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قوربت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کا نام پہلا ابراہم ABRAM تھا اور بعد میں اللہ نے ان کا نام ابراہیم ABRAHAM رکھ کر کہا کہ تم تمام نسل انسانی کے سردار ہو گے۔ اس لیے میں تمہارا یہ نام رکھ رہا ہوں۔ یہ تینوں اقتباسات بھوشیہ پرانی کے پرتی لگ پر دو پہلے لکھنے سے جو تھے اسیان سے لیے گئے اشکوں کا ترجمہ ہیں۔

یہاں آیا ہوں..... اے راجا میرے ذریعہ ملیجھوں میں قائم کیے ہوئے دین کی باتیں سنو۔ ایشان کرو یا نہیں اول کوہم کر کے خدا کی عبادت کرو۔ انصاف اور سچائی کے ساتھ دل کو کیسو کر کے انسان آسانی خدا کی دھیان سے عبادت کرے۔ یہ خدا لا زال ہے۔ ایشور کی پاک اور نفع بخش اصل صورتی اس طرح روزانہ دل کے اندر حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے عیسیٰ مسیح میرا نام ہے۔ یہ سن کر راجا وہیں بیٹھی مسیح کا معتقد ہو گیا۔

۱۰ اس دوران اپنے پیروؤں کے ساتھ محمد نامی مقدس ملیجھ وہاں آئیں گے..... راجا بھوج ان سے کہے گا۔ اے ریگستان کے باشندے! شیطان کو شکست دینے والے معجزوں کے انکے براؤں سے پاک و صاف۔ برحق۔ باخبر اور خدا کی عشق و معرفت کی تصویر تمہیں منسکا ہے۔ تم مجھے اپنی پناہ میں آیا برا ظلم سمجو۔ راجا بھوج کے پاس رکھی ہوئی پتھر کی صورتی کے لیے محمد کہیں گے کہ وہ ذمیرا سمجھنا کھا سکتی ہے۔ یہ کہہ کر راجا بھوج کو ایسا ہی معجزہ دکھادیں گے۔ یہ سن کر اور دیکھ کر راجا بھوج بہت متعجب ہو گا اور ملیجھ دھرم میں اس کا اعتقاد ہو جائے گا۔

۱۱ یہ تریبوشیر پان کے جن اشوکوں سے یہاں آیا ہے وہ پنڈت وید پرکاش پادھیائے کے مطابق پرتی نگ پرتی سیرے کھنڈ اور دوسرے ادھیائے کے نمبر ۳۰ تک اشوک ہیں جب کہ پنڈت شری کلام شرما آپاریہ کے مطابق یہ پرتی نگ ادھیائے کے نمبر ۱۶ کے اشوک کے اشوک میں اصل بوشیر پان ہلے سامنے نہیں ہیں۔ پنڈت شری کلام شرما کے حوالے میں کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے مندرجہ بالا اشوکوں میں اصل سنسکرت میں عیسیٰ کی جگہ مینسی (Mēnsi) یا مہی کی جگہ ہینگ (हिमयंग) مسیح کی جگہ مینسی (Mēnsi) کے الفاظ ہیں یہی تک کا تریبوشیر پان پنڈت شری رام شرما چلنے لیا ہے۔

۱۲ یہ اشوک بوشیر پان کے پرتی نگ پرتی سیرے کھنڈ تیسرے ادھیائے کے ۱۶۱۵ نمبر کے اشوک ہیں۔ یہاں محمد کی جگہ اصل سنسکرت میں محمد (महामद) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملیجھ (मलिज्ज) لفظ اصل غیر آریہ نسل کے باشندوں کے لیے استعمال ہوتا تھا جیسے عرب غیر عربوں کے لیے عجم اور یہودی لوگ غیر یہودیوں کے لیے Gentiles لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے لفظ کا استعمال بڑے معنوں میں ہونے لگا ہے لیکن ویدیک زبان میں ایسا نہیں تھا۔

مذہب بالمشکوٰۃ سے آگے بتایا گیا ہے کہ رات میں کوئی غذا کا قاعدہ راجا بھوج کے پاس آکر بتائے گا کہ تم نے کھانے والا، چوٹی نہ رکھنے والا، واڑھی رکھنے والا، پاک جانوروں کو غذا بنانے والا، خدا کا مقرب بندہ ہے۔

بھوشیہ پران جس کے حوالے ابھی آپ نے دیکھے۔ یہ بھی ان ثبوتوں میں سے ایک ہے۔ جسے ہندو مت کے کچھ سیکھداروں نے اب چھپانا شروع کر دیا ہے۔ ہندوؤں کا ایک طبقہ آریہ سماج تو اب سرے سے اس کا انکار کرنے لگا ہے لیکن ساتن دھرمی جو قدامت پرستی کے باعث اپنے مکمل مذہبی ورثہ میں سے کچھ بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں اور یہی لوگ عظیم اکثریت میں ہیں، اسے مستند مذہبی کتاب مانتے ہیں۔ ایک دور وہ تھا جب سنسکرت عام آدمیوں کو سیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ البیرونی، گرفتمہ اور میکس ملر جیسے محققین نے انتہائی نمانقتوں اور پنڈتوں کی ناراضگی کے حوالہ میں اپنی کوششوں سے سنسکرت سیکھی تھی۔ اُس دور میں ان ثبوتوں کا عام لوگوں کے ہاتھ لگنے کا خطرہ نام نہاد پنڈتوں کو نہیں تھا۔ لیکن اب جبکہ سنسکرت زبان کو سرکاری سرپرستی میں دوبارہ زندہ کیا جا رہا ہے اور موجودہ سنسکرت سیکھنے والی نسل پنڈتوں کے فتنوں سے خوفزدہ بھی نہیں ہے، راجا کے پچھلے دور میں ویدوں کو پڑھنے کی عوام کے لیے ممانعت تھی، تو ہندوؤں کے کچھ گروہوں نے ان چیزوں کو اب غائب کرنا شروع کر دیا ہے جو مذہب کی اصل حقیقت کی طرف لے جاتی ہیں۔ خصوصاً وہ مواد جو دین اسلام کی تائید میں ہے گیتا پریس، گورکھپور جو ہندو مذہبی کتب کا سب سے بڑا پریس ہے۔ بھوشیہ پران کو پران ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ البتہ ساتن دھرم کے سب سے بڑے گرو پنڈت شری رام شرما آچاریہ جن کے چیلوں کی تعداد دس لاکھ سے زائد ہے، اسے تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تسلیم شدہ شانتی سنج، کے بھوشیہ پران کے حوالے ہم پچھلے باب میں (حضرت عیسیٰ ہندوستان میں؟ کے ذیل میں) دے چکے ہیں۔

بھوشیہ پران کے بیانات تو اتنے واضح ہیں کہ ان میں کوئی معنی ہی تحریف ممکن نہ تھی۔

بھاگوت میں حضرت محمد کا ذکر

البتہ دوسرے مقامات پر جہاں حضرت محمد کی رسالت کی پیشین گوئیاں ہیں۔ وہاں ترجمے بدل گئے ہیں۔ مثلاً شری مدبھاگوت پران میں موجود اس اشلوک کو دیکھیے۔

”اگیاں ہیتر کرتن سورج مداندھکارا شتم و دھام ہی تد دیتے ویلکیر۔“ [عجب شیلہ ادوار حیات میں اجتماعی خیر کے طلوع ہونے سے انسان کو حق کا فیضان حاصل ہونے والا ہوتی ہے محمد کے ذریعہ تاریکیوں کا خاتمہ ہو کر فہم و حکمت کا نور طلوع ہوگا۔] [۱]

مندرجہ بالا اشلوک میں محمد (موہمد) لفظ کو موح + مد میں تقسیم کر کے ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ موح (موہ) معنی لالچ اور مد (مد) معنی شراب ہیں۔ اس طرح مندرجہ بالا اشلوک کا ترجمہ یوں کیا جا رہا ہے۔

”جب بیشمار ادوار حیات میں اجتماعی خیر کے طلوع ہونے سے انسان کو حق کا فیضان حاصل ہونے والا ہوتی ہے اور شراب لالچ اور شراب جیسی تاریکیوں کا خاتمہ ہو کر فہم و حکمت کا نور طلوع ہوگا۔“

یہ تو تمہے پران۔ اب ویدوں میں حضرت سورج کا ذکر اور محمد کی صفات کے بیان دیکھیے۔ ان اس سے پہلے یہ ضرور سمجھ لیں کہ حضرت سورج کا ذکر و ویدوں میں منو (منو) کے نام سے ہے۔ حالانکہ انہی اور برہما کی طرح منو بھی مختلف شخصیات کے لیے استعمال ہوا ہے اور کل چودہ منو میں سے ایک منو کا بیان ہو رہا ہے حضرت آدم کا بیان ہے۔ لیکن پرانوں اور ویدوں اور دوسری مذہبی کتب میں سب سے زیادہ تفصیل سے جس منو کا ذکر آیا ہے وہ حضرت سورج ہی ہیں۔ نبی آخر الزماں کا ذکر جہاں کہیں محمد کی حیثیت سے آیا ہے وہاں ویدوں میں ’نرا شنس‘ (نرا شنس) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسے توریت اور انجیل میں آپ کے لیے فارقلیط (Paraclete) لفظ کا استعمال ہوا ہے جس کے معنی میں قابل تعریف (بہی معنی عربی میں لفظ محمد کے ہیں) اسی طرح ویدوں میں آپ کو نرا شنس کہہ کر پکارا گیا ہے جس کے ٹیک وہی معنی ہیں۔ انتہائی قابل تعریف شخصیت و سنسکرت کے

अःन हेतु कृत मोहमदान्कार नाश विधाय हि तदो दयते विवेकः

اس لفظ کا بالکل صحیح متبادل عربی لفظ 'مُحَمَّدٌ' ہے۔

مندرجہ ذیل وید منتروں کے ترجموں میں جہاں کہیں لفظ منو آیا ہے اس کی جگہ ہم 'نوح' ترجمے میں لکھیں گے اور زائفس کی جگہ ترجمے میں ہم محمد لکھیں گے۔ پہلے حضرت نوح کے تذکرے کی چند مثالیں دیکھیں۔

ویدوں میں حضرت نوح کا ذکر | لے اگنی نوح آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ ۱۔ مندرجہ بالا منتر کے

ذیل میں ویدوں کے مترجم رفعتہ نے اپنے انگریزی ترجمے میں نوح لکھا ہے کہ نوح لا جواب شخصیت اور انسانوں کے نمائندے تھے۔ تمام نسل انسانی کے باپ ریلاب کے بعد آدم ثانی کی حیثیت سے اور پہلی شریعت کے شروع کرنے والے تھے۔ اور دیکھیے:

لے اگنی ہم آپ کو نوح کی ہی طرح مذہبی پیشوا، داعی، مذہبی علوم سکھانے والا اور انتہائی عقل مند شخصیت مانتے ہیں۔ ۲۔

لے اگنی نوح نے آپ کا اور تمام نسل انسانی میں پھیلا دیا ہے۔ ۳۔

ادھر کے تمام منتروں میں اگنی روح احمد کو کہا گیا ہے۔ چاروں ویدوں میں اسی طرح نوح کا نام ۵۸ جگہ آیا ہے۔ ۵۱ مقامات پر رگ وید میں ۲ جگہ یجر وید میں ۱۴ جگہ ائوروید میں اور ۸ مقامات پر سام وید میں حضرت نوح کا نام سے ذکر موجود ہے۔ اب حضرت محمد کے نام کا تذکرہ دیکھیے۔

ویدوں میں حضرت محمد کا تذکرہ | لے محبوب محمد۔ مہیشی زبان والے۔ قربانیاں دینے والے۔ میں آپ کی

قربانوں کو وسیلہ بنانا ہوں؟ ۴۔

۱۔ رگ وید ۱۱-۲۲-۱

۱۔ رگ وید ۴-۱۳-۱

۲۔ یجر وید ۳-۱۳-۱

۳۔ ائوروید ۱۹-۳۶-۱

”میں نے محمدؐ کو دیکھا ہے۔ سب سے زیادہ اولوالعزم اور سب سے زیادہ مشہور۔
 جیسا کہ وہ جنت میں ہر ایک کے پیغمبر تھے۔“
 عظیم محمدؐ کی قوت میں اضافہ کے لیے اور پشان (مہدیؑ) جو کہ عظیم حکمراں ہے۔ اسی
 کے لیے ہم نعت بیان کرتے ہیں۔ اے انتہائی کریم خدا! ہمیں تمام معصیتوں سے نجات دے اور
 دشوار گزار راستوں سے ہمارا رتھ پار کر دے۔“ (گرفتمہ)
 مندرجہ بالا منتر کے ترجمہ کے ذیل میں گرفتمہ نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے کہ نرائشس (محمدؐ)
 اگنی کا ایک پر اسمرا نام ہے۔

رگ وید میں ۱۶ جگہ آپ کے نرائشس (محمدؐ) نام سے ذکر ہے۔ اسکا طرح بحر وید میں ۱۰ جگہ
 اتھرو وید میں ۴ مرتبہ اور سام وید میں ایک مقام پر اس نام سے آپ کا ذکر ہے۔ اس طرح چاروں
 ویدوں میں کل ملا کر ۳۱ جگہ ”محمدؐ“ نام سے آپ کا ذکر ہے۔

برسبیل مذکورہ یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ پنڈت امر ناتھ پانڈے جو کہ
 اہل اسمرا میں سے ہیں اور جنھوں نے عربی حروفِ تہجی پر ریسرچ کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ
 ہندو تہجی اور انکار کرتا ہے اکتیسویں بار ہندوانکار نہیں کرے گا۔ عربی کے حروفِ تہجی
 بھی ان کے نزدیک ۳۱ ہیں اور سورہ رحمان میں ۳۱ مرتبہ ہی اپنی نعمتیں گنانے کے بعد اللہ
 نے یہ سوال کیا ہے۔ ”پس تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔“
 اتھرو وید میں ۳۱ جگہ کا ایک سوتا سوسواں سوکت نرائشس (محمدؐ) کے ذکر سے منہ بہت
 اہم ہے۔

”لوگو! سنو! محمدؐ کو لوگوں کے درمیان مبعوث کیا جائے گا۔ اس مہاجر کو ہم ساٹھ ہزار
 اور نوے دشمنوں سے اپنی پناہ میں لیں گے۔ اس کی سواری اونٹ ہوگی جس کے ساتھ میں
 مادہ اونٹنیاں ہوں گی۔ جس کی عظمت آسمانوں کو بھی جھکا دے گی۔ اس عظیم رشی کو ۱۰۰ دیناں
 دس لاکھ تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کی گئی ہیں۔“

مندرجہ بالا مین منزوں کے ترجمے پر پڑت وید پر کاش اپا دھیائے نے اپنی کتابت میں کئی باب لکھے ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے کہ تمثیل زبان میں ۱۰۰ دینار سے مراد ۱۰۰ اصحاب صفحہ میں ۱۰۵ مالوں سے مراد دس عشرہ مبشرہ ہیں۔ تین سو گھوڑے سے مراد جنگ برد کے ۳۱۳ مجاہدین اور دس ہزار لاکھائیوں سے مراد دس ہزار اصحاب کا وہ لشکر ہے جو فتح مکہ کے وقت آنحضرت کے ساتھ تھا۔

یہ بات خصوصی طور پر قابل ذکر ہے کہ پرائوں اور دیگر مذہبی کتب میں تو بہت سے انبیاء کے قصے ہیں لیکن ویدوں میں صرف حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ کا تذکرہ ہے اور نبی آخر الزماں حضرت محمدؐ کی پیشین گوئیاں ہیں جو کہ ہر رسول کے صحیفوں میں ہیں۔ یہ بھی اس بات کا مستند ثبوت ہے کہ وید حضرت نوحؑ کے صحائف و زبرالاولین۔ اولین صحائف۔ آدرگرتھہ) ہیں۔ ایک (ضعیف) روایت یہ بھی ہے کہ حضرت نوحؑ کو دو صحیفے دئے گئے ایک طوفان سے قبل اور ایک طوفان کے بعد۔ اس لحاظ سے بھی زبرالاولین یعنی اولین صحائف میں جو جملہ لفظ آیا ہے (زبور یعنی صحیفہ اور زبور یعنی صحائف) ہر کتاب سے کہ بہت سے انبیاء کے لیے ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی نبی حضرت نوحؑ کو دئے گئے صحائف کے لیے ہو۔

رگ وید کے فترہ ۱۰-۱۶۳ میں رسولِ آخر کے لیے سمدرا دوت عربین (Samaritan Arban) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ڈکشنری و شال نالندہ شبر ساگر کے مطابق "س" کے معنی ساتھ، سمدرا (Samaritan) کے معنی ٹہر اور عرب (Arban) کے معنی مکہ عرب کے ہیں۔ "ن" (N) سفکرت میں اکثر نامد ہوتا ہے۔ اس طرح "سمدرا دوت عربین" کے معنی ہوئے "ٹہر کے ساتھ عرب و لاد"۔ عربی لفظ خاتم کے معنی ٹہر کے ہیں۔ آپ کو خاتم البیتین اس لیے کہا گیا ہے کہ جنیوں کے سلسلہ پر آپ نے آخری ٹہر لگا کر نئی نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔

دیوں میں ہندو مذہبی کتب میں اور دیگر آسانی صحائف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دو اور حقیقتوں (راحمہ اور محمود) کے سبھی واضح بیانات ہیں۔ جس کا تفصیلی ذکر ہم آئندہ کریں گے۔



خداوند جو غیر اسرائیلی لوگوں کو بھی اکٹھا کرتا ہے یہ کتاب ہے کہ یقیناً میں اس کے پاس
اولین کے علاوہ آخرین کو بھی لائوں گا۔ (بائبل، یسعیاہ نبی کی کتاب، ۵۶-۸)

یہ شہادت گہرے الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

(اقبال)

ویدک دھرم اور آخرت



عقیدہ آخرت اور پُتر جنم | آخرت کا عقیدہ اس لحاظ سے بھی بہت اہم ہے کہ تمام مذاہب اور تمام قوموں میں بہت بڑے گروہ ایسے ہیں جو توحید یعنی ایک خدا کے ماننے والے ہیں۔ رسالت کا تصور بھی ان تمام گروہوں میں کافی واضح ہے۔ حالانکہ آخری رسول حضرت محمدؐ کی رسالت کا اقرار وہ نہیں کرتے ہیں لیکن بنیادی عقائد میں سے آخرت ہی ایک ایسا عقیدہ ہے جو ان سب کے یہاں بالکل مسخ ہو چکا ہے۔ یومِ آخر جزا و سزا اور جنت و دوزخ کا کوئی واضح تصور ان کے یہاں نہیں ہے۔ کسی کے یہاں آواگون کا عقیدہ ہے، کوئی یومِ آخر کو مانتا ہی نہیں اور کوئی حساب و کتاب کا انکار کر کے یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے پچاسی پر چڑھ کر نمود بائبل سب کے گناہ معاف کر دیئے۔ موجودہ تہذیب، زبور اور انجیل میں بھی آخرت کا تصور بہت مبہم اور دھندلایا ہوا ہے لیکن ویدوں میں بہت تفصیل کے ساتھ دوسری زندگی، جزا و سزا اور جنت و دوزخ کے بیانات بہت صاف ستھری شکل میں موجود ہیں۔ آواگون کا عقیدہ ہندو سماج میں بہت بعد کے دور میں آیا۔ گو ایسے آثار ملتے ہیں کہ ویدک دور سے پہلے ہی آواگون کے ماننے والے تھے لیکن ایک پوری قوم بحیثیت مجموعہ بہت سے جنموں کے عقیدے کی قائل ہو جائے، ایسا کافی بعد میں ہوا۔ کسی عام ہندو سے معلوم کیجئے کہ اگر جزا و سزا کے طور پر بار بار اسی دنیا میں مختلف جسموں میں پیدا ہوتے رہنا ہے تو تمہاری مذہبی کتابوں میں سورگ (جنت)، نرک (دوزخ)، پرلوک (دوسری

دنیا آخرت) اور نیم دوت روت کافر شتم کا کیا مطلب ہے۔ وہ آپ کو کچھ نہ بتا سکے گا۔
 بیشتر ہندو عالم بھی ان کی بہت بے تکلیفی کا وہیں کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ویدوں سے مکمل
 طور پر کٹ جانے کی وجہ سے آخرت کے عقیدے میں بگاڑ آیا۔ آواگون کیسے آیا، اس کی حقیقت
 کیا ہے؟ اس پر ہم ویدوں میں آخرت کی مثالوں کے بعد روشنی ڈالیں گے۔ ابھی اتنا سمجھ لیں کہ
 آواگون کے سلسلے میں کلیدی لفظ پنتر جنم (पुनर्जन्म) ہی بار بار پیدا ہونے کا انکار کرتا
 ہے۔ سنسکرت میں پنتر یا پنہ (पुनः) کے معنی ہیں دوبارہ یا دوسری مرتبہ۔ پنتر جنم کا مطلب
 پورا دوسری زندگی یا دوبارہ زندگی نہ کرنا بار بار پیدا ہونا۔ اس سلسلے میں کچھ ہندو عالموں کے
 بیانات دیکھیے:

ہندو محققین کا اقرار وہ وید میں پنتر جنم کا ذکر نہیں ہے حالانکہ خوب ذکر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی نظر سے نہیں گزرا ہوگا۔ ویدوں

میں نہ صرف پنتر جنم کا ذکر دوسری حیات کے لیے ہے بلکہ بار بار جنم رآواگون کا انکار بھی ہے۔
 پنتر جنم کے لیے ایک لفظ پر تہ بجاوہ (पुनर्जावह) ہے..... وہ

اس سے مختلف ہو کر دوسری دنیا میں جا کر پھر پیدا ہوتا ہے۔

”پہلے بہتا چلے ہیں کہ پنتر جنم کا دوسرا ہم پر لوک (دوسری دنیا) ہے۔“

”مردے کا شاستروں میں پر لوک میں جانا کہا ہے۔“

”ویدوں میں دوسری زندگی کا وہی تصور موجود ہے جسے قرآن میں معاد یا آخرت

کہا گیا ہے..... ایک اور عالم راہل ساگر تیان کے خیالات اس موضوع پر دیکھیے۔“

ڈاکٹر راہل ساگر شنن اپنشنروں کی بیوی کا صفحہ ۴۷ مطبوعہ راج پال اینڈ سنز۔ دہلی

۱۹۶۵ء

پروک اور پنتر جنم ایک جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۶۳

۱۶۵

۱۶۵

۱۶۵

قدیم ہندوستانی ادب میں چھاندو گیتہ ہی نے سب سے پہلے پنز جنم یعنی دوسری دنیا ہی میں نہیں اس دنیا میں ہی اسل کے مطابق جاندار جنم لیتا ہے کی بات کہی۔ شاید اس وقت پچھلے مبلغین نے یہ سوچا ہو کہ جس اصول کی وہ تبلیغ کر رہے ہیں وہ آگے کتنا خطرناک ثابت ہوگا؟

ڈاکٹر فریدہ چوہان لکھتی ہیں۔ ویدوں میں پنز جنم ملتا تو ضرور ہے لیکن اس جنم کے بعد صرف ایک اور جنم کا بیان ہے۔ ہزاروں جنموں کا نہیں؟
 شرمی ستیہ پرکاش و دھیانکار لکھتے ہیں۔ ویدوں میں آواگون کا اصل نہیں ہے اس بات پر تو میں جو بھی کہیں سکتا ہوں؟

..... ویدوں میں آخرت ہے یا نہیں؟ یہ سوال بڑا عجیب سا ہے۔ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی پوچھے کہ انسان کے جسم میں روح ہے یا نہیں۔ پورے کے پورے وید آخرت کی تصدیق کرتے ہیں۔۔۔۔۔ یوم آخرت آسانی مذاہب کا ایک بنیادی اصول ہے اور وید پورے کے پورے اس کی گواہی دیتے ہیں۔۔۔۔۔ ویدوں میں بھی قرآن کی طرح تین اصولوں کو مذہب کے بنیادی اصول مانا گیا ہے۔ ۱۔ توحید ۲۔ رسالت ۳۔ یوم آخرت۔

چند ہندو محققین کے ان تبصروں کے بعد اب ویدوں میں یوم آخرت اور جنت و دوزخ کے بیانات دیکھیے۔

ویدوں میں آخرت کا تصور

اے اگنی اس مردہ انسان کو دوبارہ زندگی ملے گی۔
 ویدوں میں آخرت کے تصور کی یہ دو مثالیں ہیں۔ بار بار جنم نہ ہو کر دوسری حیات

نہ درشن و گرہن من ۱۱۱ ۱۱۱ پنز جنم اور وید ۱۱۱ ۱۱۱ آواگون ۱۱۱

۱۱۱ وید اور پنز جنم۔ پنڈت دگلا شکر سیتا رام۔ مطبوعہ ہندی رسالہ کانتی ۸ جولائی ۱۹۶۹ء

۱۱۱ اوپر کے حوالے ۱۱۱ بھی پنڈت دگلا شکر سیتا رام کے مضمون سے لیے گئے ہیں۔

۱۱۱ رگ وید ۱۱۱-۱۶-۵ ۱۱۱ رگ وید ۱۱۱-۱۶-۵

کنزل کے پھولوں سے بھری ہوئی پری پلیدی جھیلیں تیرے پاس آئیں گی ۔ ۷

یہ تھے جنت کی نعمتوں کے دیدوں میں کیے ہوئے چند وعدے اور اب دوزخ کا بیان دیکھیں ۔

اور سے پہلے شری مدیحا گوٹ پزان کے چار اشلوکوں کے ترجمے دیکھئے۔ یہاں بھی جو دوزخ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں وہ

دوزخ کی تفصیلات

قرآنی تصور سے بہت مشابہ ہیں۔

یہاں اس کے جسم کو بھڑکتی ہوئی لکڑیوں کے بیج میں ڈال کر جلایا جاتا ہے۔ کہیں خود اور

کہیں دوسروں کے ذریعہ کاٹ کاٹ کر اسے اپنا ہی گوشت اٹھلایا جاتا ہے ۔ ۸

دوست کی دنیا کے گتوں یا گدھوں کے ذریعہ جیتے جی اس کی آنتیں کھنی جاتی ہیں۔ سانپ

بچھو وغیرہ ڈسنے والے اور ڈنک مارنے والے جانداروں سے جسم کو اذیت پہنچائی جاتی ہے ۔ ۹

جسم کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیے جاتے ہیں۔ اُسے ہاتھیوں سے چروایا جاتا ہے۔

پھاڑکی چوٹیوں سے گرایا جاتا ہے یا پانی یا گڑھے میں ڈال کر بند کیا جاتا ہے۔ یہ سب سزائیں

اور اس طرح کی آندھ قمیس (AMH QMISS) اور رورو (RORU) نامی مذخول

کی اور بھی بہت سی عقوبتیں، عورت ہو یا مرد اس روح کو زندگی میں ہونے والے گناہ کے باعث

بھگتنا ہی پڑتی ہیں ۔ ۱۰

اور اب رگ وید سے ایک مثال۔

جو گنہگار ہیں ان کے لیے یہ اتھاہ گہرائی والا مقام وجود میں آیا ہے ۔ ۱۱

اس منتر کے تشریحی نوٹ میں دیدوں کے انگریزی مترجم گرنفٹھ نے لکھا ہے کہ

سائن آچار یہ کے مطابق یہ مقام نرک یعنی دوزخ (HELL) ہے۔

آخرت، جنت اور دوزخ کی مندرجہ بالا مثالوں کو دیکھیں اور فیصلہ خود کریں۔

کہ قرآن و احادیث میں بیان کردہ اسلامی تصورات سے یہ کتنی مماثلت رکھتی ہیں۔ ہزاروں

شعار و وید ۳۔ ۲۲۔ ۱۱ شری مدیحا گوٹ پزان ۳۔ ۲۰۔ ۱۵

۲۶۔ ۲۰۔ ۲

۵۔ ۵۔ ۲

سال پرانے ویروں میں یہ بیانات جہاں کے ہزاروں سال بعد اس سے ملتے جلتے انداز میں قرآن میں بیان ہوتا تھے کیا یہ ثابت نہیں کرتے کہ یہ آسانی صحائف میں؛ لفظی اور معنوی تحریفات سے گزرتے ہوئے، ہزاروں سال کی دھول میں کھمٹے ہوئے ان صحائف کو اگر امت کے چند ذمہ داران اللہ کی آخری اور صحیح کتاب قرآن پاک کی روشنی میں صاف کر لیا اور ان میں سے قرآن کی مدد سے ان حصوں کو نمایاں کریں جو دین اسلام کی تعلیمات ہیں اور پھر ہندو قوم کی ان کتابوں کی روشنی میں ان کو توحید رسالت اور آخرت کی دعوت دیا جائے تو کیا ان کو ان کے اصل مذہب دینِ قیم کی طرف بلانا زیادہ آسان نہ ہوگا؟

مندرجہ بالا نقل کردہ اشلوکوں اور متروں کے ترجموں کو دیکھیے۔ کہیں بھی بار بار مختلف جہوں میں جنم لیتے رہنے کا ذکر ملتا ہے؛ ایسا نہیں ہے کہ ہم نے آپ کے سامنے صرف ان متروں کا ترجمہ پیش کر دیا جن میں آخرت اور جنت و دوزخ کا صحیح تصور موجود ہے بلکہ دیدل کے کسی حصہ میں آواگون کا ذکر نہیں ہے۔ یہ سب بعد کی اختراع ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں مختلف ہندو محققین کے پیش کردہ حوالے بھی ثابت کرتے ہیں۔

اوپر نقل کردہ دید متروں کے ترجمے ہم نے ساتن و دھرمی ترجمے، آریہ سماجی ترجمے اور گرتھ کے انگریزی ترجموں کو سامنے رکھ کر کیے ہیں اور اب دیکھیں پنڈت درگاشنکر ستیا رتی کے چند تراجم جو انھوں نے اپنے آخرت سے متعلق مضمون میں دیئے ہیں۔

”وہ برتی کوڑے لگانے والا، شیطان کو مارنے والا، ہزاروں خوفناک اور غضبناک (فناؤں) کا شعور بحال کرنے والا اور سیکڑوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ وہ سائبان والا ہے۔

مرنے والے کو پانچ جنم دینے والا نہیں ہے۔ اے ہندوؤں! تم سب بگیلوں کے مالک کے ہو جاؤ گے۔ بار بار پیدا ہونے کا ذکر شیطان کی طرح قدیم زمانے کے لوگوں کے ذریعہ کیا جاتا رہا ہے۔ گناہگاروں کی طرح ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو مغلوب کرو۔ مرنے والوں کی دیوی عمر کو جلاتی ہے۔

آواگون کی اصل حقیقت | اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہندوؤں کے

آواگون کے عقیدے پر روشنی ڈالی جائے۔ دیدوں اور ہندو محققین کے جو حوالے ہم نے پیش کیے ہیں ان سے یہ تو بالکل واضح ہے کہ اصل ہندو مذہب میں موجودہ زندگی کے بعد ہمیشہ کی دوسری زندگی ہی کا تصور تھا۔ لیکن پھر بھی ہرگز کھرت کہانی، سرہو یا مالا اور ہر باطل عقیدے کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق آواگون کا عقیدہ بھی بالکل بے بنیاد نہیں ہے بلکہ متشابہات کی زبان میں بیان کردہ کچھ حقیقتوں کو قبل از وقت سمجھنے کی کوشش کرنے کی وجہ سے اصل مفہوم خبط ہو گیا اور اس آواگون کی کہانی نے جنم لے لیا۔ آواگون کی کہانی کی اصل بیک گراؤ مذہب میں جو بہت سی حقیقتیں ہیں وہ علم متشابہات سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کا عوام کے سامنے بیان کرنا فی الوقت مناسب نہیں ہے۔ البتہ اس پہلو کی کچھ نہ کچھ وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ باطل کو سمجھے بغیر اس پر بھروسہ دار نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس افادیت کے پیش نظر ہم ان حقیقتوں میں سے صرف دو کو ہی لایا۔ حکمانی زبان میں بیان کر رہے ہیں جن کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے آواگون کا عقیدہ وجود میں آیا۔

(الف) انسانی جسم میں کروڑوں اربوں زندہ جاندار موجود ہیں۔ ہمارے جسم میں جو خون گردش کر رہا ہے وہ بھی لاتعداد سرخ اور سفید کیڑوں (ریڈ اینڈ و ہائٹ بلڈ کارپسلس) پر مشتمل ہے۔ جو غذایہ ترکاریوں، سبزیوں یا گوشت کی شکل میں کھاتے ہیں اس میں لاکھوں جاندار جرثومے (Bacteria) موجود ہوتے ہیں۔ ان جرثوموں میں بہت بڑی تعداد ترکاری یا گوشت پکانے کے بعد بھی زندہ رہتی ہے جو دودھ، انڈا، شہد یا دوسری غذا میں ہم کھاتے ہیں اس کی بھی یہی شکل ہے۔ حد یہ ہے کہ سادہ پانی پیئے کی شکل میں بھی ہم روزانہ لاکھوں کروڑوں جانداروں کو اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں۔ یہ تمام غذائیں

انسانی جسم کے کارخانے میں داخل ہو کر مختلف تبدیلیوں کے عمل (Processes) سے گذر کر خون بنتی ہیں یا انسوس، پیشاب، پاخانہ و دیگر فضلات کی شکل میں خارج ہوجاتی ہیں۔ باپ کی پیٹھ میں جو زندگی کے کیڑے (جرثومہ حیات) اکٹھا ہوتے ہیں ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو ماں کے پیٹ میں داخل ہو کر نشوونما پا کر ایک نئی انسانی جان کی شکل اختیار کرتا ہے۔ جو جرثومے (جاندار کیڑے) ہمارے انسوسوں، پیشاب، پاخانے اور دیگر فضلات کے ذریعہ جسم سے خارج ہوتے ہیں وہ کہیں کھاد میں شامل ہو کر مختلف پیڑ پودوں کے جسم میں پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں سے کہیں وہ چوپایوں کی غذا کی شکل میں ان کے پیٹ میں پہنچتے ہیں۔ ان میں ایسے جرثومہ حیات (زندگی کے کیڑے) بھی ہوتے ہیں جو چوپایوں کے بچوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر ان جانوروں کے فضلات کی شکل میں بھی یہ جرثومے خارج ہوتے ہیں۔ کہیں چونٹیاں، مکھیاں، کیڑوں مکوڑوں کی غذا کی شکل میں ان کے جسموں میں داخل ہوتے ہیں۔ بہت سے جانور بہت سے دوسرے جانوروں کو کھاتے ہیں۔ مثلاً درندے جب چوپایوں کو کھاتے ہیں تو یہ جرثومے ان کے جسم میں منتقل ہوتے ہیں۔ کچھ ان کے بچوں کی شکل میں خارج ہوتے ہیں اور کچھ فضلات کے ساتھ خارج ہو کر زمین میں مل کر پھر پیڑ پودوں میں پہنچتے ہیں۔ ان کے ذریعہ پھر کسی اور جگہ کسی اور انسان کی غذا کی شکل میں اس کے جسم میں منتقل ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ ایک لامتناہی زخم ہونے والا سلسلہ حیات ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ جرثومہ حیات مختلف شکلوں، جسموں سے گزرتے اور سفر کرتے رہتے ہیں۔ اور سفر ہر اسٹیج پر لاکھوں جرثومہ حیات زندگی کے کیڑوں میں سے صرف ایک کسی انسان، جانور یا پیڑ پودے کی شکل میں اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کا سفر ختم ہوتا ہے۔ باقی جرثومے اس انسان، جانور یا پیڑ پودے کے جسم سے گذرتے ہوئے کسی اور جسم کی طرف منتقل ہونے کا اپنا عمل جاری رکھتے ہیں جب تک کہ ان کی منزل نہ آجائے۔ یوں سمجھیے کہ ایک انسان کی پیٹھ سے صرف ایک جرثومہ حیات رحم مادر میں داخل ہو کر بچے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یہ جرثومہ اپنی منزل کو پہنچ چکا لیکن اسی انسان کے جسم سے خارج ہونے والے دیگر لاکھوں کو وڑوں جرثومے

مختلف مقامات پر مختلف شکلوں میں نمودار ہونا ہیں۔ اس کے فضلات کے ذریعہ زمین میں مل کر ایک پڑ میں بہت سے جاندار جرثومے پنپتے۔ اب ان میں سے صرف ایک کی منزل آئی جو اس پودے کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ باقی سب جرثومے جو اس پودے کی پتیوں اور رگوں میں مختلف شکلوں میں موجود ہیں ان کی منزل ابھی نہیں آئی۔ وہ کسی بکرے کی غذا بنتے ہیں۔ اب بکرے کے جسم داخل ہو کر والے زندہ جانداروں میں سے صرف ایک کی منزل آئی جو کسی بکری کے جسم میں داخل ہو کر اس کے بچے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ باقی جاندار بکرے کو کھالینے والے کسی اور جاندار کے جسم میں داخل ہو گئے۔ یہاں بھی صرف ایک کی منزل آئی باقی پھر کہیں اور منتقل ہوئے۔ بکری کے دودھ پینے والے انسانوں کے جسم میں بھی داخل ہونے والے جرثوموں میں سے چند کی منزل آئی اور دیگر کہیں اور ان انسانوں کے فضلات کی شکل میں منتقل ہو گئے۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے یہ ہے آواگون کی ایک حقیقت۔ جیسے ہم کسی جگہ سفر کرنے کے لیے مختلف سواریاں بدلتے ہیں: رکشا، ٹرین اور ٹیکسی سے گزرتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچتے ہیں اور ان سواریوں میں سے کوئی بھی ہماری منزل نہیں ہوتی۔ اسی طرح مختلف جاندار مختلف سواریوں (رجانوں) میں سے گزرتے ہوئے اپنی آخری منزل پر پہنچتے ہیں۔ پچھلی سب اس کی سواریاں [Carriers] تھیں۔ ان جرثوموں، جانداروں کا مختلف پودوں، جانوروں، شیر، بھیڑیے، کتے، سوراگائے، بکری اور انسانوں کی شکل میں نمودار ہونا یا ان کے جسموں سے گزرنا، آواگون ہے۔ کوئی جرثومہ لاکھوں جسموں سے گزر کر اپنی منزل پا کر کسی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور نہ جانے کتنوں نے آج تک اپنی منزل نہیں پائی۔

اللہ کا قائم کردہ نظام حیات ایسا ہے جس کی بار بیکوں پر جتنا غور کریں عقل کی حیرانی بڑھتی جاتی ہے۔ اور قرآنی تنبیہات کی آواز کانوں میں گونجتی ہے۔ یہ کیا پھر تم غور نہیں تے؟ کیا پھر تم تفکر نہیں کرتے؟ کیا پھر تم تدبیر نہیں کرتے؟ کیا پھر تم شعور نہیں رکھتے؟ کیا پھر تم بصیرت نہیں رکھتے؟ کیا پھر تم ذکر نہیں کرتے؟

جب تدبیر کائنات کے نظم و حکمت کے مطابق ایک انسان کی شکل میں ایک جرثومہ حیات

نے اپنی منزل پالی تو اس کا سفر ختم ہوا۔ اب اس انسان کو ایک حقیقی کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کی اگلی زندگی میں اس کی دائمی جزا و مزا ہے۔ اس کو کسی اور جاندار کی شکل میں اس دنیا میں جنم نہیں لینا ہے۔ البتہ اس انسان کے جسم سے جو دوسرے جاندار گزر رہے ہیں اور جن کا سفر ابھی ختم نہیں ہوا ہے وہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔ اس مثال کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے سمجھیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ ”مجھ کو یکے بعد دیگرے ہر قرن کے بنی آدم کے بہترین طبقوں میں منتقل کیا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس موجودہ قرن میں پیدا کیا گیا۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جرثومہ حیات حضرت آدمؑ سے لے کر آپؐ کی پیدائش مبارک تک ہر دور کے افضل ترین انسان جسموں سے گذرتا ہوا بالآخر آپؐ کے جسم اطہر کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔“

لفظ جرثومہ حیات (زندگی کے کیرے) ہماری اپنی مقرر کردہ اصطلاح ہے۔ اس کی کوئی سائنسی اصل نہیں ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ سائنس کا نظریہ ارتقار (THEORY OF EVOLUTION) اور چینیائی نظریہ (GENETIC THEORY) دونوں ابھی نامکمل ہیں۔ اور خود سائنس ان کے نظریہ یا تصنیوی ہونے کو تسلیم کرتی ہے۔ پچھلے صفحات میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی بنیاد مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

”ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مقام نعمان میں بروز عرفہ روحوں سے وعدہ لیا گیا تھا اور آدمؑ کی صلب سے نکال کر ڈڑوں کی طرح پیدا کیا گیا تھا اور ان سے یوں گنگو ہونی تھی بناؤ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب روحیں کہنے لگیں۔ کیوں نہیں ضرور۔“ سہ

”حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں۔ میثاق کے وقت روحیں حضرت آدمؑ کی پشت سے نکال گئی تھیں۔ پھر پشت میں لٹادی گئیں۔ ضحاکؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے جس دن حضرت آدمؑ کو پیدا

سہ بخاری ج ۱۰ مشکوٰۃ۔ باب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔
سہ بخاری تفسیر ابن کثیر (مندرجہ ظہور اعتقاد پیشگاہ اوس۔ دہلی) جلد دوم ص ۴۴

کیا۔ اسی دن اُن کی پشت سے قیامت تک کی دنیا میں تمام آنے والی رو میں چینی ٹیٹیوں کی طرح نکال کر ان سے اپنی رُبوبیت کا اقرار لے لیا تھا اور فرشتے گواہ بن گئے تھے۔ ۷۔

مندرجہ بالا حدیث مختلف طریق سے مختلف اسناد کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک آنے والی تمام زندگیاں باریک کیڑوں کی شکل میں حضرت آدمؑ کی پشت میں موجود تھیں۔ جسے ان حدیثوں میں 'ذرواں کی طرح' یا 'چینی ٹیٹیوں کی طرح' جیسے الفاظ میں سمجھایا گیا ہے۔ اسی کا نام ہم نے اپنی اصطلاح میں 'جرثومہ حیات' رکھا ہے۔ ان جرثوموں کے مختلف طبقات سے گزرنے کا ذکر جس حدیث میں بیان ہوا ہے وہ پہلے نقل کی جا چکی ہے۔ پھر دیکھ لیجئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسولِ کریمؐ نے فرمایا۔ مجھ کو یکے بعد دیگرے ہر قرن میں بنی آدم کے بہترین طبقتوں میں منتقل کیا جاتا رہا ہے یہاں تک کہ میں موجودہ قرن میں پیدا کیا گیا ہوں۔ اس حدیث میں بنی آدم کے الفاظ استعمال ہونے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ رسول اللہؐ کو بنی آدم کے بہترین طبقات میں منتقل کیا جاتا رہا لیکن یہاں یہ اشارہ موجود ہے کہ دیگر زندگیاں بنی آدم کے بچاؤ دوسرے طبقات میں بھی منتقل ہوتی رہی ہوں گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آج کے سائنسی دور سے پہلے اس تشابہاتی علم کی حقیقت کھلنے کا انجام آداگون کے عقیدے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ہر آسمانی کتاب میں دو علم رکھے گئے تھے۔ ایک حکمت کا اور دوسرا تشابہات کا۔ تشابہات کا علم کسی اور دور کے لیے تھا۔ اس وقت اسے کھولنے کی اجازت نہیں تھی۔ رسولِ آخر الزماں حضرت محمدؐ کے جسمانی دور مبارک کے چودہ سو سال بعد۔ حادثہ کعبہ کے بعد وہ دوسرا دور شروع ہونے والا تھا۔ جس میں تشابہات کے علم کی حقیقتوں کو بتدریج کھلنا تھا۔ اس دوسرے دور کو ہم نے کیسے متعین کر لیا۔ اس کے ثبوت ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں انشاء اللہ آئندہ کسی موقع پر پیش کریں گے۔ فی الحال صرف اتنا سمجھ لیں کہ انسانی

۷۔ روحوں سے بیخبرانوں کو کیجئے۔ صفحہ ۱۵۳۔ ترجمہ کتاب الروح مصنف علامہ حافظ ابن قیمؒ۔

ترجمہ از مولانا رفیع معانی۔ مطبوعہ مکتبۃ الخلاص۔ دیوبند۔

عقل و شعور جب تک سائنسی دور آجانے کے بعد پختہ نہیں ہوا اُس وقت تک امتشاہات کے علم کو کھولنے کی کوششیں آواگون کے عقیدے جیسی گمراہیوں کی شکل میں برآمد ہوئیں۔ اسلام سے قبل دنیا کے تمام دیگر مذاہب کے بگاڑ اور ان کی دیوالیوں کے پیچھے یہی حقیقت کارفرما تھی کہ انہوں نے علم متشاہات کو قبل از وقت کھولنے کی کوشش کی تھی۔

آواگون کے پیچھے ایک اور حقیقت | آواگون کے بگڑے ہوئے عقیدے کے پس پشت جو اصل حقیقتیں پوشیدہ

تھیں اور جن کو نہ سمجھ سکنے کے باعث یہ گمراہ کن عقیدہ وجود میں آیا ان میں سے ایک حقیقت کی تفصیل ہم نے اوپر بیان کی اب آواگون ہاکی اصل بنیادوں میں ایک اور پوشیدہ حقیقت ہم بیان کرتے ہیں اور پھر آپ غور فرمائیں کہ کس طرح صاف ستھرے عقائد کج میں نہ آسکنے کے باعث گمراہیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ چند حوالے ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں جن سے انشاء اللہ صحیح وضاحت ہو جائے گی۔

۱۔ ستان دھرم کی تمثیل زبان کے بارے میں رنگ وید نے ہمیں پہلے ہی آگاہ کیا تھا کہ ہمیں حمد کے پیرائے میں واقعات کو تمثیل میں بیان کرتا ہوں۔

۲۔ کٹھ مہاشی اور کپتھشل وغیرہ وید کی شافروں میں ایک سو ایک موتوں کا ذکر ہے۔ ان میں حواس کی موت، جہالت کی شکل میں موت، بیماریاں، غم کے ذریعہ صبر کی موت اور شہوانیت و غصہ وغیرہ سب موتیں ہیں۔ ان سب کا علاج ہے۔

۳۔ ویدوں کا علم حاصل نہ کرنے سے عمل چھوڑ دینے سے، کاہلی سے، حرام مال کھانے سے برہمن کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

۴۔ مکمل ہوئی بات ہے کہ بیماری ہوا گناہ، جہالت ہوا کاہلی، ان سے آدمی کی حقیقی

۱۹۰۸-۲۱ سے ہندو رسالہ نارگ ویپ، اپریل ۱۹۰۷ء

۲۔ کیلیان گورکھپور، پروک پنر جنم آنک، جنوری ۱۹۶۶ء

۳۔ مہتر بابو گیان، پنڈت شری رام شری آچاریہ

حمت نہیں ہوتی لیکن بیماری اُس کے شالی محنت مندرجہ کی موت یقیناً ہے اور مرنہ اُس کے مثال انسانی اخلاق کی موت ہے، اُس کی روحانی موت ہے۔ جہالت دماغی سمجھ بوجھ اور ہوش و حواس کی موت ہے اور سستی و کاہلی اُس کی قوت عمل کی موت ہے۔ یہ سب روحانی موتیں ہیں، لیکن علاج مجسم دین کو سچا علم و کلام کو اور توبہ اُس کی روح کو اسی دنیا میں دوسری زندگی پر جہنم، عطا کر سکتے ہیں۔

دنیا کے ذریعہ اندر ہی اندر کس طرح ہماری انسانیت بار بار مر رہی ہے اور آتما (روح) حیوان بند ہی ہے۔ ایک آدمی جیسے ہی لاپرواہی اور اپنی قوم میں لوٹ کھسوٹ کا جرم کرتا ہے خدا کی نظر میں یہ گناہ اُس کی روح کو کتے کا روپ دے دیتا ہے۔ جیسے ہی اسی دنیا میں کچھ کرے گا ان عیوب کا مظہر ہے۔ شرمناک شہوانیت گو یا روح کو اس جرم کی علامت سوز جیسا بنا دیتی ہے۔ حماقت گدھے جیسا، شیطنیت سانپ جیسا، تکلیف دینے کی فطرت بچھو جیسا وغیرہ وغیرہ لیکن آتما کی یہ تبدیلی خدا کی طرف سے آخری سزا نہیں ہوتی۔ وہ تو پر لوک (آخرت) میں بدکاروں پر گناہوں کے جرم پوری طرح ثابت کرنے کے بعد دے گا۔

یہ نفس آواگون کے پس منظر میں ایک اور حقیقت۔ ویدوں میں تو صاف صاف صرف ایک بار دوسری دائمی زندگی کا ہی بیان ہے۔ جیسا کہ پہلے صفحات میں ہندو محققین اور ویدوں کے حوالے پیش کر کے بتا چکے ہیں لیکن وید کی کچھ شاخوں میں سینکڑوں موتوں کا ذکر ملتا ہے۔ اس دنیا کے اسی جسم میں بار بار روحانی طور پر مر کر مختلف حیوانی فطرتوں کا اختیار کرنا گویا ویسا حیوان بن جانے کے مترادف ہے۔ یہ حقیقت نہ سمجھ سکتے کے باعث اسی دنیا میں بار بار جسمانی موت مکر طرح طرح کے جانوروں کا روپ دھارنے کا عقیدہ آواگون بن گیا۔

یہ ایک مثال ہے کہ کس طرح اصل کتابوں کی اصل تعلیمات کی طرف توجہ کر کے بگڑے ہوئے اور گمراہ کن عقائد کے ماننے والوں کو صاف ستھرے عقائد پر لایا جا سکتا ہے۔

نہدی رسالہ مارگ دیپ۔ اپریل ۱۹۷۷ء

۱۱ - - - - - ۱۱

ویدوں کے کچھ دیگر احکامات

جُوئے کی ممانعت :- جو اکھیلنے والے شخص کی سانس اسے کو تپ ہے اور اس کی یوی بھی اسے چھوڑتی ہے۔ جاری کو کوئی ایک پھولی کوڑی بگاڑنا نہیں دیتا۔ اس کے بعد لگانا تیسرے منتر سے تیرھویں منتر تک جس کے ذاتی اور سماجی نقصانات مٹا کر تیرھویں منتر میں کہا گیا.....

بے جاری جو اکھیلنا چھوڑ کر کہتی کر۔ اس میں جو نفع ہو اس میں مطمئن رہو۔ شراب کی ممانعت :- شراب پینے کے بعد اس کا نشہ شراب پینے والے کے دل میں اپنی جگہ بنانے کے لیے جنگ کرتا ہے۔

بے خدا ریاضت نہ کرنے والے انسان شراب پی کر بدست ہو جاتے ہیں اور وہ تمہیں تکلیف پہنچانے کی طرت مائل ہوتے ہیں اس لیے تم ایسے لوگوں کو دولت ہرنے پر بھی اپنا سارا نہیں دیتے۔

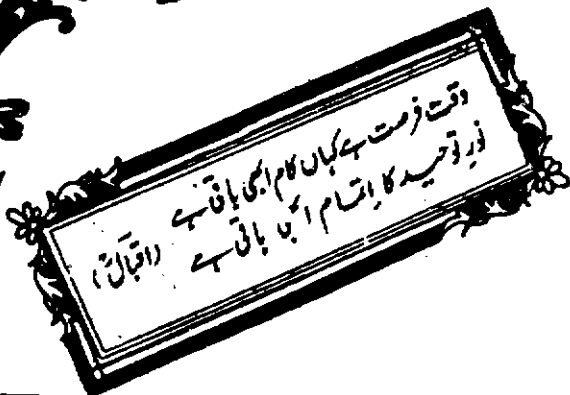
سنو کی ممانعت :- زیادہ دھن حاصل کرنے کی امید سے دھن ادا کرنے

والوں کے دھن کو لے لیں اور تم چھین لیتے ہو۔ شادی کے رسموں میں آسانی کا حکم :- جن راستوں سے ہمارے دوست رشتے دار لوگوں کے والد کے پاس پہنچتے ہیں ان راستوں کو کاشتوں سے

۱۲-۲-۸ تک لگ وید ۱۳-۲۲-۱۰ تک لگ وید ۲-۲۲-۱۰ تک لگ وید
۱۲-۵۳-۳۰ تک لگ وید ۱۲-۲۱-۸ تک لگ وید

صاف اور آسان کرو۔ لے
 مرد کو عورتوں کے کپڑے پہننے کی ممانعت ہے۔ اگر شوہر بیوی کے کپڑے
 پہنے تو اس پر جادوی طاقتوں کا عذاب ہوتا ہے۔ لے

عورت کی گھر بیلو زندگی کا حکم ہے۔ وہاں تم سب سے اچھی گھر والی بنو اور شوہر کے
 گھر میں رہتے ہوئے گھر کے ملازمین پر راج کرو۔ لے عورت شوہر کے گھر میں ماں بن کر نہ
 پاؤ۔ شوہر سے محبت کے رشتے قائم کرو اور بڑھاپے کی عمر تک اپنے گھر میں راج کرو۔ لے
 عورت کی حیا کے احکامات ہے۔ چونکہ برہمن نے تمہیں عورت بنا لیا ہے
 اس لیے نظریں نیچی رکھو اور پر نہیں۔ اپنے پیروں کو سینے ہوئے رکھو۔ ایسا لباس پہنو کہ کوئی
 تمہارا جسم دیکھ نہ سکے۔ لے



۲۰-۸۵-۱۰-۱۰-۱۰-۱۰

۲۳-۸۵-۱۰-۱۰-۱۰-۱۰

۱۹-۲۳-۸-۱۰-۱۰-۱۰

۲۶-۲۵-۸۵-۱۰-۱۰-۱۰

احادیث اور پُرانِ پیشینگوئیوں کی یکسانیت

مختلف پُرانوں میں الیگ (موجودہ دور) کے خاتمے کے قریب دنیا میں پھیلی براہیوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں ہم ذیل میں ہری و نش پُران اور وشنو پُران کے کچھ حصے نقل کر کے حدیثوں میں آخری زمانے کے صلاحت کی پیشین گوئیوں سے اس کا تقابل پیش کر رہے ہیں۔

ہری و نش پُران اور وشنو پُران
غیر ضروری ہونے پر بھی لوگ جھوٹے دیکھ
کریں گے اور تمہیں کھائیں گے۔

احادیث

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت آنے سے پہلے جھوٹوں کی پیدائش بڑھ جائے گی لہذا ان سے بچ رہنا۔

(مسلم)
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب امت تکلف کی جائے گی تو قیامت کا انتظار کرنا۔ سوال ہوا امانت کیسے تلف ہوگی؟ فرمایا جب حکومت اور سلطنت کا کام ناپی لوگوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

(بخاری)
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جب مال قیمت کو دولت قرار دیا

الیگ میں راجا اپنی عورتوں کے غلام بن کر رعایا کی حفاظت سے بے پرواہ ہو جائیں گے، بہادروں کا تخت و تاج پر حق نہیں رہے گا۔ حکومت کرنے والے کینوں کا طرز زندگی اپنائیں گے۔ دنیا کے سبھی لوگوں میں چوری کے رجحان میں اضافہ ہوگا۔ ایک دوسرے کا مال ہڑپ کر کے امیر بننا چاہیں گے۔ بچی فطرت والے ہی نہیں اونچے کھلانے والے ہی قرص لے کر ہڑپ کر جائیں گے

اس وقت دولت کی ہی پوجا ہوگی۔
شریف بے وقعت بچے جائیں گے اور کیسوں کو
کوئی ملامت نہیں کرے گا۔

اس بگ کے آخر میں یہی مصلحت نظر آئیں
مے عالم و حرم کو بیچنے والے ہو جائیں گے۔ خواص
اور عام دونوں مذہب کی آڑ میں بے راہ روی
اپنائیں گے۔ سیگ میں عالم اپنی عبادتوں کا
سود اکرے گا۔ عورتیں اپنی خوب صورتی
کو بیچنے لگیں گی۔ پوری زمین بدکار عورتوں
سے بھر جائے گی۔ عورتیں غریب شوہر کو
چھوڑ کر دولت سے ہی شادی کریں گی۔
جنسی بے راہ روی کی یہ حالت ہوگی کہ پانچ
یا سات سال کی لڑکی اور آٹھ ماہی سال
کے لڑکوں کی اولادیں ہونے لگیں گی۔ بیخ
لوگ شراب کباب چھوڑنے کا بیان کر کے
صاحب رائے اور صاحب نظر کہلا سکیں گے
لیکن دراصل وہیوں کے خلاف زندگی
گزاریں گے۔ عورتوں کی تعداد مردوں
سے زیادہ ہو جائے گی۔

جائے گے۔۔۔۔۔ جب مرد بیوی کی اطاعت کرنے
گئے۔۔۔۔۔ جب قوم و جماعت کے سربراہ اس
قوم و جماعت کے کینے شخص ہونے لگے۔۔۔۔۔
اور جب آدمی کی تعظیم اس کے شر اور نقتہ کے
ڈر سے کی جانے لگے۔

(تمذی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول
کریمؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ قیامت کی
علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا
جہالت کی زیادتی ہو جائے گی۔ زنا کثرت
سے ہونے لگے گا۔ شراب بہت پی جائے
گی۔ مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی عورتوں
کی تعداد بڑھ جائے گی یہاں تک کہ پچاس
عورتوں کی خبر گیری کرنے والا ایک مرد
ہوگا۔

(متفق علیہ)

ہری پوش پران اور وشمو پران کے یہ مضامین ہم نے ان دونوں پرانوں میں
چندت لکھی رام شرما کی بھی ہونی چھوڑنا چاہیے۔

نوع

ویدک دھرم میں کعبہ کی حقیقت

احمد کا ذکر ہو، محمد کا ذکر ہو، آخری علم قرآن کا ذکر ہو اور کعبہ کا ذکر نہ ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ ہندو قوم کا کعبہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ان کی مختلف طوائف نامعبادات اسی کا منظر ہیں۔ علامتیں باقی رہ گئی ہیں۔ اصل کعبہ کو یہ قبول گئے۔ ان کے تمام پرانے اہم منار کا قبلا رخ تعبیر ہونا جس کی وجہ انہیں نہیں معلوم، اس کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے ویدوں اور پرانوں میں کعبہ کے لیے بہت سے الگ الگ نام ہیں۔ آج بھی بہت سے ہندو خواص اس حقیقت سے واقف ہیں لیکن عوام لاعلم ہیں۔ ویدوں کے منتروں کے ترجموں کی حالت ایسی ہے کہ ان ترجموں کی مدد سے کعبہ کے بیانات ویدوں میں ثابت کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ ویدوں میں حقیقت کعبہ بہت طویل اور عجیبہ موضوع ہے جس کا حق باقاعدہ ایک پوری کتاب سے ہی ادا ہو سکتا ہے۔ بہر حال کعبہ کے لیے ویدوں اور پرانوں میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کا تجزیہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں جس سے کم از کم یہ ثابت ہو سکے کہ کعبہ کے بیانات مختلف ناموں سے ہندو مذہب کی کتب میں بکثرت موجود ہیں کعبہ کو ویدوں اور پرانوں میں جن ناموں سے پکارا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

इलायास्पद

नाभी कसल

दरु काबन

इलायید

प्राची कल

दाडू काबन

इलास्पद

नाभा प्रचीन्या

अदि प्रबकर तीर्थ

मक्तेश्वर

الاشید

नाभा प्रचीन्या

अदि प्रबकर तीर्थ

मक्तेश्वर

یہ تمام نام ویدوں اور پرانوں میں ایسے عظیم ترین تیرتھ (مقدس مقام) کے لیے استعمال ہوئے ہیں جس کا محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ جی نہیں ایسا نہیں ہے کہ ہزاروں سال قدیم یا قبل از تاریخ ہونے کی وجہ سے اس کا مقام علم میں نہیں رہا۔ ہندو کتب میں بیان کردہ دیگر تمام مقامات اور شخصیات کے اپنائیت اور حقیقت کے جذبے کے تحت ہندوستان سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ چاہے ان کی کوئی تاریخی حیثیت نہ ہو۔

شری رام اور شری کرشن کی کوئی تاریخی سند نہیں ہے اس کے کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے کہ شری رام کا تعلق موجودہ ایودھیا سے تھا اور شری کرشن کی جلنے پیدائش موجودہ تھراتھی لیکن ان شخصیات سے ہندو لوگ واقعی عقیدت ہے کہ ثبوت نہ ہونے کے باوجود ایودھیا اور تھراگان شخصیات کی جلنے پیدائش قرار دے دیا گیا۔ پھر اب ایسا کیوں ہے کہ ویدوں اور پرانوں میں بیان کردہ یہ عظیم ترین تیرتھ ہندوستان میں کہیں نہیں تصور کیے جاسکتے؟ اس کا محل وقوع نامعلوم کیوں قرار دیا جاتا ہے۔ آئیے اس تیرتھ کے ان سارے ناموں پر غور کریں۔

الاسپید (इलास्पद) ['ایل' - 'ایلیا' - 'الا' - 'الایا' - یسب الفاظ معبود کے معنوں میں سنسکرت زبان اور ویدوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس کا ذکر ہم باب نمبر میں کر چکے ہیں۔ 'س' (स) یہاں زائد ہے اور 'پد' (पद) کے معنی ہیں مقام۔ اس طرح 'الاسپد' کے لفظی معنی ہوتے 'مقام الا'۔ سر مونیر ولیم [Sir M. Monier Williams] کی سنسکرت انگلش ڈکشنری میں اس لفظ 'الاسپد' کے آگے لکھا ہے۔ 'Name of Tirth'۔ یعنی یہ ایک تیرتھ کا نام ہے ویدوں کے انگریزی مترجم گرتھ نے اس کا ترجمہ 'Ila's Place' کیا ہے یعنی 'الارائتھ' کا مقام۔ انھوں نے 'الا' کسی دیوتا کا نام تصور کیا ہے۔

الایاسپید (इलायास्पद) یہ لفظ 'الاسپد' کا ہم معنی ہے

پندت شری رام شرما آچاریہ نے ویدوں کے اپنے ہندی ترجمے میں اس کا ترجمہ

पृथ्वी का पवित्र स्थान کیا ہے یعنی زمین کا مقدس مقام۔

ناجھا پر تھیویا (ناभा पृथिव्या) ناجھ کے معنی ہیں نانات اور پر تھوی

کے معنی زمین۔ اس طرح ناجھا پر تھیویا کا مطلب ہوا، نانات زمین، تمام مسلمان اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ کعبہ کو نانات زمین کہا جاتا ہے۔ اب ایک وید منتر دیکھیے۔ جہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

इलायास्त्वा पदे वयं नाभा पृथिव्या अधि

ترجمہ: ہمارا مقام ان نانات زمین پر ہے۔

اب بتائیے الایا سپد کون سا متبرک مقام ہے؟ ویدوں کی اس تعریف کے بعد کیا کوئی

شک باقی رہ جاتا ہے؟

یہ منتر رگ وید کے ۲-۲۹ سلسلے کا چوتھا منتر ہے اس کے آگے کے تمام منٹروں کا ترجمہ دینا

یہاں طوالت کا باعث ہو جائے گا لیکن اسی سلسلہ میں گیارھویں منتر کا ترجمہ اس کو بالکل واضح

کر دیتا ہے کہ یہ کعبہ ہی کا بیان تھا۔ کیوں کہ گیارھواں منتر رسول اکرمؐ سے متعلق ہے۔ رگ وید

۲-۲۹-۱۱ میں کہا گیا ہے کہ:

جب انہی (احمدؑ) جسمانی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں تب وہ اُسُرد بعد میں آنے والے

اور نراثنس (محمدؐ) کہلاتے ہیں؟

آئیے اب باقی آئمہ الفاظ پر غور کریں۔

پہم پراں میں کہا گیا ہے یہ وہ تیرتھ ہے جہاں

سے سرشٹی (सृष्टि) یعنی مخلوق

ناجھی کمل (नाभि कमल)

کی پیدائش کا آغاز ہوا۔

قرآن شریف میں ہے کہ پہلا گھر بنی نوح نسان کے لیے بنا یا گیا مکہ میں ہے۔ لہٰذا اور

تخلیق کائنات کے مرحلوں میں کعبہ کی پیدائش کے بارے میں ہیں حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ مجاہدؒ۔ قتادہؒ اور سدیؒ نے فرمایا کہ آسمان و زمین کی

پیدائش کے زمانے میں پانی کی سطح سے سب سے اول کعبہ کا مقام نمودار ہوا۔ شروع میں یہ سفید

جنگ تھے جو مجھ ہو گئے تھے۔ پھر اس کے بعد زمین اس کے ٹپے سے پھیلائی گئی۔ لے
 نامی کمل کی ناسجا پر تھیویا سے لفظی مناسبت پر غور کیجئے اور پدم پران میں دی
 گئی اس کی تعریف پر غور کیجئے، کیا یہ کعبہ کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے؟

ہری ونش پران (हरिवंश पुराण) میں نامی کمل کا بیان دیکھئے۔ جلاک
 یہاں کچھ دیوالائی رنگ آگیا ہے۔ لیکن حقیقت کو آب اس قصہ میں سے برآسانی نکال سکیں
 گئے۔

بھگوان نے مخلوق کو پیدا کرنے کے ارادے سے اس کمل کو بنا کر اس کے اوپر سب سے
 بڑے عبادت گزار تمام جانداروں کے خالق برہما کی کو مقدر کر دیا۔ اس میں پوری زمین کی صفات
 پائی جاتی تھیں۔ اس برہما کی کائنات زمین ہی تھی۔ اس زمین کے دم سے نکلنے والی
 کونچلیں پہاڑوں میں تبدیل ہوئیں۔ ان پہاڑوں کا درمیانی حصہ ہی جمبو دیپ (जम्बूद्वीप)
 ہے۔ اسے بڑی عبادتوں کا مرکز اور عمل کرنے کی زمین اس نامی کمل کی جو چنگر دیاں ہیں ان میں
 ہی زمین کے اندرونی حصے کے پہاڑ اقد جا تھے، گھنٹا چاہیے۔ ایسا مقام ہے جسے گھنٹا
 بے حد مشکل ہے جو غیر آریہ قوم سے بھر لے۔ کمل کے نیچے شیطانوں کے لیے پاتال۔ اس کے سبھی
 نیچے لک (ردوزخ) نامی کمل کے چاروں طرف جو کیسے تھے انہی کو ایکٹا کا مرکز کہا جاتا ہے۔
 اوداس کے چاروں طرف پایا جلنے والا پانی رزمزم، کو چار سمتوں پر کہا گیا ہے۔ زیروست
 علوم کے مالک پرانے ہمار شیوں نے اسی طرح بتلایا ہے انکای نامی کمل ہی دنیا کی چیدائش کی
 جڑ ہوتا ہے۔ اسی نامی کمل سے پہاڑ، ندی اور دنیا کے مختلف خطے پھیلے تھے۔ اسے
 (ہندی سے اردو ترجمے میں بین القوسین الفاظ ہمارے ہیں)

لے صرف کعبہ میں ۵۔ رہبر فاروقی۔ بحوالہ تفسیر موابہ الرحمن مولانا امیر علی جلد ۳ ص ۱۵
 لے جمبو دیپ سے (آ) + اسیبو (असिब) + ڈویپ (द्वीप) (۱۵۶)

یعنی ہے جیونک + پانی + جزیرہ
 یعنی ہے ایسا پانی جہاں سے جیون شروع ہوا
 یعنی ہے کعبہ

سے (ص ۲۹۹ تا ۵۱۱) ہری ونش پران جگہ ۲ پنڈت شری رام شرما آچاریہ

ادِ پشکر تیرتھ (आदि पुष्कर तीर्थ) | لفظی معنی میں پرورش کرنے والے کا سب سے قدیم تیرتھ۔ یہ بھی پدم پران میں نام لکھا گیا ہے۔

کے لیے استعمال ہوا ہے۔

جو دل میں بھی پشکر تیرتھ کی خدمت کی خواہش کرتا ہے اس کے تمام گناہ و صل جاتے ہیں..... جو پشکر تیرتھ کی یا ترا کرتا ہے وہ لافانی ثواب کا حقدار ہوتا ہے۔ ایسا میں نے سنا ہے... سب تیرتھوں میں پشکر ہی قدیم ترین تیرتھ بتایا گیا ہے۔ قدیم پشکر جا کر ایشان کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ لے

جاہاں ایشان کرنے کا ذکر آیا ہے یہ زمرہ ماکتوہ معلوم ہوتا ہے اس سے قبل ص ۹۵ پر کہا گیا ہے کہ یہ ریشیوں کا خفیہ ترین راز ہے۔

سنگرت میں 'دار' کے معنی ہیں بیوی اور 'ون' معنی 'جنگل' یا 'بیل میں مکاشفات

داروکابن (दारु काबन)

جنتا کے ۱۲ ویں باب میں کعبہ کو عورت کہا گیا ہے اور مکہ کو قرآن میں ام القرائی یعنی بستری کی ماں کہا گیا ہے؛ اور عرب کو جنگل کہا جاتا ہے اس پیچیدہ تفصیل کو چھوڑتے ہوئے کہ کس طرح داروکابن کا مطلب کعبہ ہوتا ہے۔ آپ براہ راست داروکابن کے دانشمندی میں معنی دیکھیں۔ "مانندہ و شال شد ساگر" میں اس لفظ کے آگے جو معنی لکھے ہیں وہ یہ ہیں:

"ایک منہ (جنگل) کا نام جسے تیرتھ سمجھا جاتا ہے۔"

یہ لفظ جس وید منتر میں استعمال ہوا ہے اس کا ترجمہ دیکھ لیجئے۔

"لے پوجا کرنے والے دور ویش میں ساحل سمندر کے قریب جو داروکابن ہے وہ انسان

کا بنایا ہوا نہیں ہے اس میں عبادت کر کے ان کی مہربانی سے جنت میں پہنچو۔ لے

وید منتر خود بتا رہا ہے کہ "داروکابن" کہاں ہے۔

لے پدم پران نمبر اکتوبر ۱۹۴۳ء ص ۹۶ مہمان گورکھ پور

لے (رنگ ہید ۱۰-۱۵۵-۳)

ملکتیشور (مکتہ رور) مکتہ کے اس تیرتہ کو 'داؤد' کہہ کر اس کے بارے

میں لکھا ہے کہ یہ تیرتہ اس ویش میں نہیں ہے۔ لہ

(Sir M. Monier Williams) مونیر کی سنکرت انجمنش وائٹنری سے ایک

لفظ کے معنی دیکھ لینا کافی ہوں گے۔

مکتہ (مکتہ) → The City Of Mecca, Yagya.

یعنی مکتہ شہر، قربانی کی جگہ،

ملکتیشور کا مطلب ہوا 'خدا کا مکتہ' یا خدا کے لیے قربانی کی جگہ۔

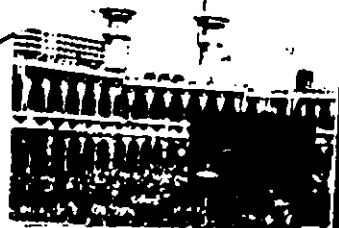
یہ کچھ مثالیں تھیں جن کی مختصر تفصیل مہنے بیان کی۔ ان کے علاوہ بھی مختلف مقامات

پر کتبہ کے لیے مختلف نام آتے ہیں مثلاً 'مندانور کچھ' (मन्दार वृक्ष) 'مندانور کچھ' (मन्दार वृक्ष)

(अव्व द्वीप) وغیرہ۔



یہ دور اپنے براہیم کی تلاش سے ہے
منکرہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ
اقبالہ



شری رام کرشن کون تھے؟ وید بتاتے ہیں

اصل حقیقت کی تلاش ضروری ہے | ویدوں کو پڑھیے اور رامائن و مہا بھارت کا مطالعہ کیجیے تو حیرت ہوتی ہے کسی طرح یقین نہیں آتا کہ یہ سب ایک ہی مذہب سے متعلق چیزیں ہیں بشری رام اور شری کرشن پر بنے ہوئے دیگر قصوں کا توفیر ذکر ہی کیا کریں۔

شری رام اور شری کرشن کی شخصیتوں سے اتنے افسانے منسوب ہیں کہ عام حقیقت پسند ہندو کو انھیں تسلیم کرنے میں زبردست پس و پیش ہے اس کے باوجود وہ ان ناقابل فہم شخصیتوں سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ قرآن اور سنت کی روشنی میں ویدوں کے مطالعہ سے اگر ہندو دھرم کے موجودہ رائج عقیدوں کو ان کے اصل دینِ قیم پر لایا جا سکتا ہے تو یہ بھی بے حد ضروری ہے کہ ان غیر ویدک قصوں کی اصل حقیقتوں کو ہم تلاش کرنے کی کوشش کریں کیوں کہ عقائد درست ہونے کے بعد اگر ان کو اپنی مقدس شخصیات کو چھوڑنا نہ پڑے تو انھیں اس صحیح دین پر واپس آنے میں کوئی تامل نہ رہے گا جسے (منو) حضرت نوحؑ نے ان کے سامنے پیش کیا تھا اور جو ہر نبی اپنی امت کے سامنے پیش کرتا آیا ہے اور آخر میں جسے حضرت محمدؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کیا آپ میسائیوں سے حضرت عیسیٰؑ کو چھوڑ دینے کی بات کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ان کے عقیدے کی درستگی ہی کی کوشش کریں گے اور انھیں بتائیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ

کو تو ہم سب اپنا رسول مانتے ہیں اگر یہی صورت حال ملن مقدس ہستیوں کے ساتھ بھی ہو اور تحقیق کرنے کے بعد ہم ہندو قوم کو بنا سکیں کہ ان مقدس شخصیات پر تو ہمارا بھی ایمان ہے لیکن اس شکل میں نہیں کہ ان کے ساتھ طرح طرح کی غلطیاں منسوب کی جائیں تو یہ تبلیغ دین کے مشن کی کتنی بڑی خدمت ہوگی۔ آپ کی نظر سے پہلے ہی گذر چکا ہے کہ ہمارے اسلاف میں سے بہت سے حضرات ان ہستیوں کے نبی ہونے کے امکان سے انکار نہیں کرتے تھے۔ اور ان کے نام کی بے ادبی کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ آج بھی ہمارے بہت سے علماء کا یہی مسلک ہے لیکن کوئی واضح تصور ان شخصیتوں کے متبرک ہونے کا ہمارے پاس نہیں ہے۔ کیونکہ آج تک ہم نے انھیں اسی روشنی میں دیکھا ہے جس میں ہندو قوم نے انھیں ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

ہندو ذہن کی کشمکش | ہندو ذہن کے اقرار اور انکار کی درمیانی کیفیت کا اندازہ گاندھی جی کی تحریر سے لگائیں۔ وہ لکھتے ہیں

وہ رمان اور بہا بھارت میں ہر عظیم شخصیت کو جو کچھ کہا گیا ہے سب کو میں لفظ بہ لفظ نہیں تسلیم کرتا ہوں۔ ان میں حتمی انداز میں ضروری اصولوں کا بیان ملتا ہے۔ میں رام اور کرشن کو ایسا نہیں مانتا ہوں کہ ان سے کبھی غلطی نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ دونوں تعصبات میں ان کی سیرت ملتی ہے۔ ان کو حرف بہ حرف تسلیم کرنے سے ہمارا دم گھٹنے لگے گا اور ہر طرح کی ترقی رُک جائے گی؟

دیکھا آپ نے۔ چھوڑ بھی نہیں سکتے اور اس شکل میں تسلیم بھی کرنے میں چمکیا بہت ہے جس شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ دراصل کوئی معیار نہیں جس پر پرکھ کر صحیح اور غلط کو الگ کر سکیں۔ وہ معیار تو صرف آخری اور غیر تبدیل شدہ دین ہی ہو سکتا ہے لیکن اس کی روشنی

(بیتہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نے شری بلرام اور شری کرشن کی اصل حقیقتیں سمجھنے کے لیے ایک پوری کتاب کی ضرورت ہے۔ جو وہ کتاب میں ہم صرف چند صفحات میں کچھ ضروری چیزیں پیش کر رہے ہیں۔ ان صفحات کے کچھ سے اگر تشنہ رہ گئے ہوں تو ہم معذرت خواہ ہیں۔ لے اپنا اور ستیہ، مہیشیہ، شری رام ماتھ سن ص ۱۵

میں کسی نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ خیر اور دیکھئے :

تلسی داس جی نے رام کے منہ میں کتنی ہی باتیں ڈالی ہیں جن کا مطلب میں نہیں سمجھتا
بالی سے متعلق سارا بیان ایسا ہے : ۷

”گیتا تاریخی گرتھ نہیں ہے لیکن مادی زندگی میں چھری جنگ کے ماحول میں ہر انسان
کے دل میں لگاتار چلنے والی کشمکش کا ہی اس میں بیان ہے..... مہا بھارت پڑھنے کے
بعد میرا یہ خیال اور پختہ ہو گیا..... مہا بھارت کو میں لفظی معنوں میں تاریخی نہیں مانتا۔
ویاس جھگوان نے اس کا استعمال صرف دھرم کا درشن کرانے کے لیے ہی کیا ہے.... گیتا
کے کرشن خیالی ہیں۔ میرا مطلب کرشن نام کے آثار سے گئے انسان کا انکار کرنا نہیں ہے۔
میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مکمل ریشالی، کرشن تصور راتی ہیں۔ مکمل اوتار کا انتساب ان پر
بعد میں ہوا ہے : ۷

مزید لکھتے ہیں :

”شاستروں (مذہبی کتابوں) کے وہ معنی جو حق کے خلاف ہوں صحیح نہیں ہو سکتے.....
دھرم گرتھوں کے نام پر جو کچھ چیتا ہے اس میں سبھی کو کلام الہی نہیں سمجھنا چاہیے۔ ۷

بندوؤں کے اس ترود کو سمجھنے کے
بعد آئیے دیکھیں کہ شری رام اور

شری رام اور شری کرشن کے زمانے

شری کرشن کے زمانے کے سلسلے میں بندو گرتھ کیا کہتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ شری رام تریاگی
میں پیدا ہوئے تھے اور شری کرشن دواپر میں۔ اب پہلے تریا اور دواپر کو سمجھیے بندوؤں
کے اعتقاد کے مطابق زمانے چار ہیں۔ سب سے پہلے ست یگ تھا۔ جب حق ہی حق تھا۔

۷ اجسا اور ستیہ، مرتبہ : شری رام ناتھ سنن ص ۱۷

۸ ہر یجن ۲۸ نومبر ۱۹۱۳ء ص ۱۴-۱۵-۱۶ - اناسکتی یوگ گاندھی جی کا ترجمہ گیتا ص ۱۳-۱۵-۱۶

۹ اجسا اور ستیہ مرتبہ شری رام ناتھ سنن ص ۳

۱۰ استروں کی سمیائیں۔ گاندھی جی۔ بحوالہ ہر یجن ۲۸ نومبر ۱۹۱۳ء

اس کے بعد منزل آتا رہا۔ اگلا زمانہ تریٹیاگ کہلاتا ہے۔ اس کے خاتمہ کے بعد دو اپریگ شروع ہوا اور دو اپر کے ختم ہونے کے بعد موجودہ کل یگ کا دور شروع ہوا۔ کل یگ پھر جب ختم ہو جانے کا دو بارہ ست یگ آئے گا۔ ان سارے یگوں میں کل یگ سب سے چھوٹے جو متفرق بیانات کے مطابق حضرت نوح کے سیلاب یا اس سے قبل سے شروع ہوا تھا اور ابھی جاری ہے۔ باقی سب یگ لاکھوں سال کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق جب سے زمین پر ہندوستانی زندگی کی شروعات ہوئی۔ ہندو عقیدے کے مطابق دو اپر اس سے پہلے اور تریٹیا اس سے بھی پہلے اور ست یگ ان سب سے پہلے لاکھوں سال یا کروڑوں سال پر پھیلے ہوئے زمانے ہیں۔ انہیں زمانوں میں شری رام اور شری کرشن کا وجود مانا جاتا ہے جسے اگر ہم صحیح تسلیم کریں تو ہمارے عقیدے کے مطابق یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ شخصیات انسانی جنوں کے دور سے پہلے کی ہیں۔ انسانی جسم کے دور سے پہلے لاکھوں سال پر پھیلے ہوئے سلسلے کی روایات ہمارے یہاں بھی ملتی ہیں۔ اس وقت زمین پر جنوں کا راج تھا اور ان میں بھی بہت سے رسول آئے۔ خیر یہ ایک الگ موضوع ہے لیکن یہ واضح ہے کہ شری رام اور شری کرشن کا وجود اگر تھا تو یہ اس زمین پر انسانی جسم سے پہلے کی بات ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ رینا کی اکثر دیوتاؤں کے پیچھے حقیقت احمدی کا گڑا ہوا تصور ہے۔ کہیں ان قصوں کا تعلق بھی اسی سے تو نہیں؟

پہلے شری رام کو لیں۔

شری رام کی کہانیاں تمام دنیا میں | آج ایک عام تصور یہ ہے کہ شری رام کی عزت یا پرستش صرف ہندوستان میں ہوتی ہے۔ جی نہیں۔ رام کی دیوتاؤں میں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔

ہ جاوا میں دشنو کے اوتار رام کے لیے اتنی عقیدت تھی کہ انہیں وہ غیر ملکی نہیں مانتے تھے بلکہ وہ رام کی جائے پیدائش جاوا ہی مانتے تھے۔ رام کتھا کا پرچار وہاں گھر گھر میں تھا۔ تھی تھی لینڈ کے سمرٹوں کا رام لقب۔ قدیم راجدھانی کا ایودھیا نام اور متند دودکانا

۱۴۲ قتر مہادگیان جلد ۱ پنڈت شری رام شرما سنہ

سرگوں اور بٹلوں کے راجائن کے کرداروں پر نام، اداکاری اور ڈراموں میں رام کے موضوع کی مقبولیت سے صاف ظاہر ہے کہ رام کتنا تھائی تہذیب کی ایک جیتی جاگتی اور مقبول روایت ہے۔ ۹۔ ۷

انڈونیشیا میں بھی رام کلچر ملتا ہے۔ ملیشیا اسلامی ملک ہے لیکن رام کتنا کے بغیر وہاں کے باشندوں کا کوئی کام پورا نہیں ہوتا۔ سلطان کے القاب میں سے ایک لقب ہے سری پاڈاکا (Siri Padaka) جس کا مطلب ہے جیسے ہجرت رام کے نمائندے کی شکل میں ایودھیا میں کام کرتے تھے اس طرح ملیشیا کے سلطان رام کے نمائندے ہیں۔ تھائی لینڈ کے موجودہ نریش کا لقب رام ہے۔ وہاں کے مشہور زمانہ مندر 'ایمرالد بڈھا' (Emerald Budha) کی واٹ (گیلری) میں پوری راجائن و دیوتوں پر لکھی ہے۔۔۔۔۔ انڈونیشیا سمیت ان سبھی ملکوں میں راجائن کا پاتھ باقاعدہ طریقے سے پوتا ہے اور یہ کسی مذہب کے لیے خاص نہیں ہے۔ جزیرہ ہالی کا عیسائی معلم عیسائی منتروں کے ساتھ راجائن کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔ ملیشیا کے مسلمانوں کے نکاح کے موقع پر جب تک راجائن کا کوئی سین نہیں کھیلایا جاتا تب تک شادی کی رسومات پوری نہیں مانی جاتیں۔ ۱۰۔ ۷

اس مضمون کا مقصد اردو والی اصحاب کو مسٹر حلاوی دیکھا رسام، سابق وائس پرنسپل گورنمنٹ ٹریننگ کالج، راج مہندری، دکن کی ایک تصنیف سے متعارف کرانا ہے۔ جس کا نام ہے 'رام مہر کا فرعون ہے'۔

یہ نسبت حیرت خیز معلوم ہوتی ہے لیکن مطالعہ کے بعد استہزاء و استعجاب سے بدل جاتا ہے۔ ۱۱۔ ۷

مندرجہ بالا تحریروں پر کسی کو حیرت نہ ہو۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ آنے والے ملیشیا کے

۷ (ڈاکٹر شیور شاد سنگھ - دھرم پیک سہ ماہی اپریل ۱۹۷۶ء ص ۸)

۸ (ڈاکٹر شیور سہ ماہی - نونیت ہندی ڈائجسٹ - جون ۱۹۶۸ء ص ۸۵-۸۶)

۹ (معارف جلد ۳ جنوری تا جون ۱۹۳۷ء از: سید سلیمان ندوی ص ۱۰۶)

ایک فوجان سے ہم نے انڈونیشیا اور ملیشیا کے بارے میں مندرجہ بالا کی تحقیق کی تو انہوں نے زیادہ تر کی تصدیق کی۔ سٹانی لینڈ کی راجدھانی بنکاک کا نام تو ابھی کچھ عرصہ پہلے تک ایو سیاتھا اور مصر کے دیوتاؤں کے نام 'رام' ہمیں بکثرت ملتے ہیں مقامات اور زبانوں کے تلفظ سے 'را اور رام' میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ کیوں کہ سنسکرت میں 'م' آخر میں زائد ہوتا ہے۔ ویدوں میں رام کو 'را' کی طرح ہی لکھا گیا ہے۔ (۱۲) اور پرہندی نام کی آواز دیتی ہے۔

رامچندر جی کی پیدائش سے پہلے بھی رام کتھا تھی | رامائن کے خالق بال میل کے ہی بیان

سے لگتا ہے انہوں نے رام کا تعارف نازد کے ذریعہ حاصل کیا یعنی بال میل سے پہلے بھی رام کی کتھا چلی آرہی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رام چندر جی کی پیدائش سے پہلے یہ قصے موجود تھے یعنی یہ واقعات اگر سچ کچھ بھی ہونے ہوئے ہوں تو ان واقعات کے وقوع سے پہلے ہی ان کے قصے موجود تھے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقبل کی کچھ خبریں تھیں جو دی گئی تھیں۔ کیا یہ حقیقت احمدی پر بنے بنائے قصہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو مستقبل کی خبر کی حیثیت رکھتا تھا لیکن اس کو گزرے ہوئے واقعات کچھ کر کتابیں لکھ لی گئیں۔ آئیے آگے غور کریں۔

وید راز کھولتے ہیں | ڈاکٹر شیو پرشاد سنگھ دھرم گی میں لکھتے ہیں :
وگ وید میں اس لفظ رام، کا صرف ایک مرتبہ استعمال

ہوا ہے۔ وہ بھی جاہ و جلال والی معزز ہستیوں کے ضمن میں۔ جس سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ وہ کوئی راجا تھے لیکن ان سے رامائن کی کہانی کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ۱۷
جس کہ رام چرترا نس میں جو کہ غیر دیک لٹریچر میں ہندوؤں کی سب سے مستند کتاب مانا جاتی ہے یہ کہا گیا ہے کہ :

'ویدوں میں رام کو تینوں جہانوں کا گرو کہا گیا ہے۔ ویدوں نے تشریحی رام چندر جی کے سند بنام صفات اخلاق اور اعمال کبھی بے گنتی بتائے ہیں' ۱۸

۱۷ دھرم گی ۴ اپریل ۱۹۰۶ء ص ۱۷۷ رام چرترا نس میں کا رامنا پرشاد پوت دار گیتا پریس، گوگھوپور۔ ۱۸

اگر مندرجہ بالا دونوں بیانات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ ویدوں میں رام کا نام ایک مرتبہ رام لفظ کے ساتھ آیا ہو گا باقی دوسرے مقامات پر انھیں کچھ اور کہا گیا ہو گا۔
تینوں جہازوں کا لفظ بھی حقیقت احمدی کے نظریہ کو آگے بڑھاتا محسوس ہوتا ہے یعنی احمد
محمد اور مقام محمود پر فائز ہونے کے بعد محمود۔

بہر حال جب وید متروں میں ہم نے رام کو دیکھا تو رامائن کی کہانی کے بجائے ہمیں کیا پایا
وہ آپ بھی دیکھیں۔

प्र तद् दुशीमे पृथवाने वेने प्र रामे वोचमसुरे मध्वत्सु।

اب اس کا لفظ بلفظ ترجمہ دیکھیے :

تद् = तत (۱) - وہ اس (۲)

दुशीमे - दु:खी (۱) - قابل شکست (۲)

पृथवाने - زمین جمل

वेने - نانت سے متعلق (۲)

प्र रामे - پروردگاری رام یا پروردگار رام یعنی روحانی نام

वोचम - بیان کروں (۱)

सुर - رشی (۱)

मध्व - ایک جبریا کا نام جہاں غیر آریہ دلچھے رہتے تھے (۱) یعنی مکر ہے

वत्सु - بیٹا، سہوت (۱)

لے دیکھو ۱۰-۹۳-۱۳ سے ترجمہ میں ہم نے تین مقامات سے مدد لے لی۔ نانندہ و شامل شبراگر (۱)؛
سر نویر سنسکرت انگلش ڈکشنری (۲)؛ اور ویدوں کا آریہ سماجی ترجمہ (۳)۔ ہر لفظ کے ترجمہ کے آگے ہم نے
مندرجہ بالا تینوں کتابوں کے محقق لکھے ہیں، مگر یہ مسلم ہے کہ کس لفظ کا ترجمہ ہم نے نہیں کیا۔ یہاں
کتابوں کے لیے ہم نے بالترتیب (۱) (۲) (۳) اور (۴) کے محقق استعمال کیے ہیں۔

۱۔ مध्व سے مراد مکر ہے، یعنی وہ لفظ ہے جس سے اس مقام کا نام زمین پر لگایا گیا ہے۔

۲۔ مध्व (۱)۔ اس لفظ کا لفظ 'मध्व' سے لیا گیا ہے، جس کا ایک شکل 'मध्व' ہے۔

یہ تھے اس منتر کے ہر لفظ کے الگ الگ معنی۔ پورے منتر کا ترجمہ یوں ہوا۔
 "زمین اس ناقابل شکست ریشماخت زمین کو کہ نبوت روحانی شخصیت رام کا بیان کروں،
 کیا ہمیں بتانا پڑے گا کہ اس وید منتر میں رام کسے کہا گیا ہے؟ اور کیا یہ بھی بتانا پڑے گا
 کہ اکثر ویدوں کے ترجمے میں رام لفظ کا ترجمہ ہی رام نہیں کیا جا رہا ہے اور منتر کے دیگر الفاظ
 سے بھی دیگر معنی مراد لیے جا رہے ہیں۔

گر فقہ نے مندرجہ بالا منتر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بہت اہم اور پراسرار منتر ہے۔
 اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کے مختلف خطوں
 میں جہاں جہاں آریں پھیلے، 'رام' کے نام

سے کہانیاں کیوں پھیلیں؟ جاوا۔ انڈونیشیا، ملیشیا اور تھائی لینڈ وغیرہ میں بدھ مت کے
 ماننے والوں کی آبادیاں تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا تعلق ہندوستان سے ہو گا لیکن لفظ 'رام' پھر
 بھی غور طلب ہے۔ ویدوں میں احمد لفظ بھی آیا ہے۔ 'محمد' کے لیے بمعنی لفظ 'اشمس'
 استعمال ہوا ہے کیا رام کے بھی کچھ معنی ہیں؟ نالندہ و شمال شہد ساگر (ڈکشنری) کے مطابق
 رام کے جو مختلف معنی ہیں وہ یہ ہیں:۔ ایسور۔ گھوڑا تین کی تعداد۔ واجارام چند رجبی کا نام۔
 آئیے ان سب پر غور کریں:

ایسور _____ ایسور تو واضح ہے لیکن.....

گھوڑا، _____ گھوڑے کی تشریح بہت پیچیدہ ہے۔ آسان زبان

میں اتنا سمجھ لیں کہ اس لفظ کا تعلق حقیقت احمدی سے ہر مذہب میں ہے۔
 مثلاً قرآن شریف میں سورہ انفال کی آیت "میں دشمن سے مقابلے کی تیاری کے لیے
 قوت" اور گھوڑے سے تیاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پچھلے دور میں تو آیت کا مطلب
 واضح تھا لیکن موجودہ دور میں اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ گھوڑے آج کی جنگ میں استعمال
 نہیں ہوتے۔ قرآن شریف اپنے عمومی انداز بیان میں اگر صرف "قوت" سے تیاری کرنے
 کا حکم دیتا تو لڑائی کا تمام ساز و سامان اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہو جاتا۔ پچھلے دور میں گھوڑے

اور موجودہ دور میں دوسرے ذرائع 'قوت' کے مفہوم میں ہی آجاتے۔ پھر یہ الگ سے گھوٹنے کا لفظ بھی تیار ہی میں کیوں استعمال فرمایا۔ جس کی افادیت صرف پچھلے دور میں تھی آج کے دور میں نہیں ہے۔ کئی ممتاز مفسرین کلام اللہ کی اس آیت پر زور کے ہیں اور گھوڑے کے مفہوم پر زور کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا گھوڑے سے مراد کوئی اور قوت بھی ہے؟

قرآن عزیز کے الفاظ سے مختلف زمانوں میں مختلف مفہوم اخذ کیے جانے پر ممکن ہے کچھ حضرات کو اتفاق نہ ہو۔ موجودہ دور میں تدریجی القرآن کا دروازہ بالکل بند ہو جانے سے ایسا جو پیدا ہو گیا ہے کہ قرآن کے مفہام کو کبھی جامد سمجھا جانے لگا ہے۔ اور یہ غلط فہمی پیدا ہونے لگی ہے کہ اس کے تمام رموز و اسرار گھولنے کا حق ادا ہو چکا۔ ہمارے تفاسیر کے ذخیروں میں سب سے آخری تفسیر بھی پچاس سال سے زیادہ پرانی ہو گئی جبکہ مادی ترقی کی رفتار آج اتنی تیز ہے، جتنی کبھی نہ تھی۔ اگر جلد ہی امت میں ایسے افراد سامنے نہ آسکے جو جدید علوم سے واقفیت رکھنے کے ساتھ ساتھ قرآن فہمی کے اہل ہوں تو وہ وقت بالکل سر پر ہے جب قرآن پر فرسودہ (Out of date) ہونے کا الزام آجائے گا۔ یہ موضوع ایک پوری کتاب کا متحمل ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ صرف ایک مثال حاضر ہے۔

ترجمہ: 'اور وہ (ہی) جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے'... (سورہ لقمان: ۳۴)

کسی دور میں آیت کے اس حصے کے مفہوم میں یہ بھی شامل کیا جاتا تھا کہ رحم ماد میں لڑکا ہے یا لڑکی، اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ پھر اس مفہوم میں تبدیلی کی گئی اور یہ کہا گیا کہ لطف قرار پانے کے بعد جب تک بچے کی شکل نہ بن جائے اس وقت تک اس کی جنس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ بچے کی عادت و اطوار اور خصائل کیا ہوں گے، یہ صرف اللہ کے علم میں ہے اور یہ بھی کہ لطف کب قرار پائے گا اور بچہ کب پیدا ہوگا۔ صحیح الاعضاء اور صحیح الذیاع ہو گا یا نہیں، یہ بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، لیکن آج اس مفہوم کو کبھی چھوڑنا پڑے گا اور قرآن کے انہیں الفاظ کے کچھ اور مفہوم متعین کرنا ہوں گے!

مضنی خلیوں (Sex Cells) کے بغیر بدن کے کسی بھی حصے کے خلیے سے

اپنی منشاء کے مطابق خصائل والے افراد پیدا کرنے کی کوشش جاری ہے اور منیڈک میں کامیابی ہو چکی ہے۔ برصغیر کے مطابق لڑکا یا لڑکی پیدا کرنا انسانی دسترس میں ہے۔ زہرِ شہ کو اٹلی کے ایک اسپتال میں ایک بائجہ عورت سے وہ تاریخی ولادت ہوئی جس میں بچہ کالڑکی ہونا استقرارِ حمل سے پہلے ہی طے کر لیا گیا تھا۔ یہ عمل کروموزوم ڈیکوجنٹیشن سے منجانب سے ممکن ہوا۔ پیدائش کا وقت مقرر کرنا اب عام کامیابی ہے۔ ۹۔ ۱۰

یہ کلام الہی کا اعجاز ہے کہ وہی الفاظ بدلنے والے زمانہ کی ترقی کا ساتھ ہر دور میں دیتے ہیں۔ الفاظ تبدیل نہیں ہوتے ان کے مفہوم تبدیل ہوتے ہیں۔ بہر حال بات گھوڑے کی چل رہی تھی۔ بائیل میں متعدد مقامات پر احمد کے سفید گھوڑے (White horse) پر سوار ہونے کا ذکر ہے۔ مثلاً مکاشفاتِ یوسف میں نہد و نہب میں تو اشومیدہ [Ašv Mē] بے حد پر اصرار چیز ہے جسے آج تک کوئی عالم حل نہیں کر سکا ہے۔ جگہ جگہ اشومیدہ کو ہی اس قوم کی اصلاح اور نجات کا ذریعہ بتایا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اشومیدہ کے ذریعہ کلنگ یعنی ورجہ دور میں فلاح پائیں گے (اشومنی گھوڑا اور میدہ معنی قربانی)۔ یہ بھی نظر میں رکھیں کہ سنسکرت میں گھوڑے کے لیے لفظ عرب (Ara) بھی استعمال ہوتا ہے۔ عرب کے معنی ہیں گھوڑا۔ ملک عرب اور اندر راجھی کا ایک نام ہے۔ بہر حال اس کی اصل اور تہذیب کے بولنے والے محققین اور اہل علم کے ہی سمجھ سکنے کا موضوع ہے۔ ہم رام کے اگلے نمونوں پر آتے ہیں۔

تین کی گنتی — حضرت احمد جیسے اسکے تین دور یا تین جہتیں ہونا تھیں یہ ہم جانتے ہیں جسلمانی دور سے قبل احمد۔ اس دنیا میں محمد اور وفات کے بعد مقامِ محمود پر فائز ہو کر محمود۔ اس طرح رام وہ لفظ ہے جس کے نمونوں میں بیک وقت انشاء اور حمد دونوں شامل ہیں۔ بالکل آگنی کی طرح اور آگنی ہی کے بیان میں ویدوں میں رام کا استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ آگنی کا اجلا ہے کہ ایک ہی لفظ کے تمام معنی ایک ہی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۳۔ ۱۴۔ اسلام اور انقلابِ زندگی۔ ڈاکٹر جی۔ اے۔ جیل۔ رنگ محل۔ پبلسیشنز منظرِ گنگر۔ ص ۱۳۔ ۱۴۔
۱۵۔ مکاشفاتِ یوسف (۱۹۔ ۲۰) ۱۵۔ نامزدہ و شمال شہد سگر

رایا میں کاراز

یہ تو تھی شری رام کی تشریح۔ اب دیکھئے ان کے پیدا ہونے کا مقام ایودھیا بتایا گیا۔ سیتا کو ان سے منسوب کیا گیا۔ رام ان کی حقیقت کا نام لکھا گیا۔ ہنومان سے سیتا کی مدد کرنے کا بیان ہوا۔ بھرت کو اُس کا بھائی بتایا گیا اور یہ تمام مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبریں تھیں جنہیں ماضی میں وقوع پذیر کچھ کر کہانی بن گئی۔ حالانکہ ان تمام ناموں کی حقیقتیں مختلف تھیں۔

ایودھیا (आयोध्या) لفظ آ + یدھ سے بنا ہے۔ آ (अ) کے معنی ہیں 'نہیں' اور یدھ (इध) کے معنی 'جنگ'۔ ایودھیا یعنی وہ مقام جہاں قتال ممنوع ہے۔ ہر طرح کی جنگ اور خون حرام ہے۔ عربی میں اس مفہوم کا مترادف لفظ 'دارالسلام' یا 'بیت الحرام' لکھا ہے۔ شری رام یعنی احمد کی پیدائش ایودھیا یعنی دارالسلام (مکہ) میں ہوئی بتائی گئی تھی۔ بس رام کی جائے پیدائش ایودھیا سے ہندوستان میں ایک شہر موسوم ہو گیا۔ سیتا کو اُن سے منسوب کیا گیا تھا۔ سیتا لفظ کے سنسکرت ڈکشنری میں معنی ہیں 'راجا کی بیوی' (राजा की स्त्री) یعنی کعبہ۔ لکہ کو اُمّ القریٰ یعنی بستیوں کی ماں قرآن نے بتایا ہے اور بائبل میں بھی مکاشفات یوحنا میں مکہ کو عورت (WOMAN) کہا گیا ہے۔ سیتا بجائے کعبہ کے رام کی بیوی سمجھ لی گئیں۔ سیتا کا ذکر دیروں میں دو مقامات پر ہماری نظر میں ہے یہ لیکن دونوں جگہ مترجمین کو بے حد دشواری پیش آئی ہے کیوں کہ وہاں بھی رام ان والی کہانی کا تو کیا کسی عورت کا مفہوم لینے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ لفظ سیتا کا ڈکشنری میں ایک اور مطلب یہ ہے: 'کھیت میں ہل سے بنائی گئی پہلی لکیر'۔

جب نام کا اصل مفہوم کعبہ میں آجائے گا تو مندرجہ بالا مطلب بھی سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔ کھیت میں ہل سے بنائی گئی پہلی لکیر سے مراد ہواگا 'زمین پر وجود میں آنے والا پہلا مقام' یعنی کعبہ۔

رام چتر رانہس میں بتایا گیا ہے کہ سیتا کو ان نے خود سیتا کو رام کے سپرد کیا تھا۔ رام ان

کا مطلب تھا رام۔ آئیں (राम + आचर) یعنی رام کا آنا۔ یا رام کا گھر۔ یہ کہانی یا کتاب کا نام ہو گیا۔ رام چتر مانس میں بتایا گیا ہے کہ جنہوں نے اگنی کو بتایا۔ ہنومان جی انہیں کے دوت یعنی بھیجے ہوئے ہیں۔ ہنومان کا مطلب ہے ہنن (हन्न) کرنے والی مقدس ہستی۔ یعنی دراصل کو، نقصان پہنچانے والی مقدس ہستی۔ رشیوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ رام کے میناکے اغوا (अग्रव) کے بعد ہنومان انہیں چھڑائیں گے۔ یہ کہہ کر پرغال بنالیے جانے کے بعد اللہ کی غیبی مدد کے آنے والے کا نام تھا۔ بھرت کے معنی نیک۔ نیکوں کو آپ کا بھائی بتایا گیا ہے اور آپ کی غیر موجودگی میں مکہ یعنی اسلامی سلطنت کی آپ ہی کے نام پر بھرت کے ذریعہ حکمرانی کرنے کی اطلاع تھی۔ یہ رام کے بھائی بھرت بھی رمان کی کہانی میں قہر پگنے روایت باقی ہے مطلب بھول گئے موت کے بعد اوتھی کو اٹھا کر لے جلتے ہوئے رام ست ہے۔

ہزاروں سال سے بند رکھتے چلے جانے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ رام ست ہے بلکہ رام رام ست ہے۔ یعنی رام کا رام یا احمد کا خدا ست ہے۔ روایت باقی رہ گئی مطلب بھول گئے ہندو روایات میں ایک بہت اہم منتر کا ذکر آتا ہے جسے رام جی کا تاڑک منتر کہتے ہیں یعنی رام جی کا پار لگانے والا یا نجات دلانے والا منتر۔ وہ منتر یہ ہے :

रामाय नमः - ॐ राम - रामाय नमः (رام - رامائے نر) اس کا مطلب ہے رام کے رام کی عبادت کرو۔

یعنی جن رام چند رجی کو جسمانی شکل میں دنیا میں مانتے ہیں۔ ان کی طوت خود پر منسوب کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے اپنی عبادت کرنے کو نہیں بلکہ اپنے سے اوپر کسی اور رام کی عبادت کو سبھاٹ کا ذریعہ بتایا تھا۔

بہت لمبا سلسلہ ہے جس کی مختصر ترین تفصیل اس دیوالا کی حقیقت بھولنے کے لیے آپ کے سامنے رکھی گئی۔ اب شرعی کرشن کو لیں۔

شری کرشن کی حقیقت

ویدوں میں شری کرشن کا نام جگہ جگہ ہے۔ بالکل واضح ہے لیکن اپنے تصورات یا فہم کی غلطی کی وجہ سے ترجموں

میں کہیں شری کرشن کا نام ترجمے میں نہیں لکھا جا رہا ہے کیونکہ وہاں کہیں مہا بھارت کے واقعات یا ممکن چرانے یا گویوں سے چھریڑ چھاؤ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ وہاں تو انھیں ہر جگہ مات صاف راگنی کہا گیا ہے۔ دوسری کتابوں میں بھی ان کے احمد ہونے کا اشارہ ہے۔

”بھگوال کے چند ہی واس کی شری کرشن کیرتن میں شری کرشن کو جنت اور پاتال کے پیدا کیے جانے کی وجہ قرار دیا گیا ہے..... انھیں کو شری رام کی شکل میں راوٹن کو ختم کرنے والا بتایا گیا ہے۔“

گیتا میں شری کرشن کہتے ہیں کہ میں ہی رام ہوں۔ ۱۰
گیتا جسے ویدوں کا خلاصہ کہا جاتا ہے اس میں شری کرشن کہتے ہیں کہ میرا نام پاوک
راگنی کا ایک نام ہے۔ ۱۱

رگ وید ساتویں منڈل تیسرے موکت کے نزدیک چھ منتر کے درمیان میں جو مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں انھیں دیکھ کر ایک اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ (ان تمام منٹروں کا پورا ترجمہ ہر سنسکرت لفظ کے معنی دے کر ثابت کرنا بہت طویل ہو جائے گا۔)

۱۔ کرشن (कृष्ण) ۲۔ اگنی (अग्नि) ۳۔ پاوک (पावक) (راگنی کا ایک نام)
۴۔ یون (यवन) (یعنی مسلمان)۔ ۵۔ یوشٹ (युष्त) (یعنی اگنی)۔
۶۔ رگنی (रुक्मिणी) (یہ شری کرشن کی بیوی کا نام بتایا جاتا ہے)۔ ۷۔ برج (ब्रज)
(یہ وہ مقام بتایا جاتا ہے جہاں شری کرشن کی راس یلا ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سترہ امیا ہے)
دلچسپ بات یہ ہے کہ ان منٹروں میں شری کرشن اور ان سے منسوب کہا نیوں کے الفاظ رگنی اور برج بھی آئے لیکن اس کے باوجود یہاں ان وید منٹروں کے موجودہ ترجموں میں

۱۔ وشور ہتیر۔ ڈاکٹر زمین لال گوتم ۱۹۵۱ء گیتا (۱۰-۳۱) ۲۔ گیتا (۱۰-۲۳)
۳۔ نانندہ وشال شبر ساگر ۴۔ نانندہ وشال شبر ساگر ۵۔ نانندہ وشال شبر ساگر

زہ کہیں شری کرشن کا نام نظر آتا ہے اور نہ رکنی اور برج کا۔ پرتا بھی کیسے؟ یہاں بھی اگر صحیح ترجمے کیے جائیں تو مہا بھارت کی واضح کہانی کی جگر کچھ اور ہلے گا۔

بہر حال ذکر یہ تھا کہ گیتا جسے شری کرشن کی زبان میں ویدوں کا خلاصہ کہا جاتا ہے اس میں شری کرشن نے اپنے آپ کو نام اور آگنی بتایا ہے اور ویدوں میں شری کرشن کا ذکر آگنی کی حیثیت سے ہی کیا گیا ہے۔

جب شری رام ہی سمجھ میں نہیں آئے۔ آگنی کا ماہر سمجھ میں نہیں آیا تو شری کرشن کو کون

کہتا؟

لگ بھگ کے ایک منتر میں رسول مقبول کے نام کی 'نرا شنس' (محمدؐ) کی حیثیت کا ذکر ہے اور اعلیٰ ہی منتر میں ان کی کرشن (محمدؐ) کی حیثیت کا ذکر ہے۔ شری کرشن کا ایک نام ویدوں میں مہین مدن، رکھا گیا۔ اللہ نے انھیں سب کچھ بیان فرمایا تھا۔ ہم نے ان الفاظ پر افسانے لکھے، حقیقتیں کھودی۔

منسکرت لفظ مہین (महीन) کا ہوا (मही) یعنی کیونکہ منسکرت میں زن (न) آفریں مکرزائد ہوتا ہے اور مدن (मदन) کا نہ (मद) یعنی۔ (महीन) محمدؐ ہوجانا ہے۔ زبانوں کے تلفظ میں فرق کے علاوہ کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اور کتنی عجیب بات ہے کہ اصل منسکرت لفظ مہین مدن (महीन मदन) کے معنی بھی باطل وہی ہیں جو عربی لفظ محمدؐ کے ہیں یعنی محبوب ترین پرکشش ترین ذات سمجھو صفات!

ایسے ثبوت موجود ہیں کہ پانڈو دنیا کی پانچ بڑی مذہبی قوموں کو کہا گیا تھا۔ کورو دنیا کے باقی تمام مادی وسائل اور ہتھیاروں اور دولت کے ذخیرہ پر قابض حکومتوں کو کہا گیا تھا اور مستقبل کے لیے یہ خبر دی گئی تھی کہ یہ پانچوں پانڈو بھائیوں کی طرح جی پر ایک ہو جائیں گے اور ان کی باطل کی مسلح طاقتوں سے فیصلہ کن جنگ ہوگی جس میں نپتے پانڈوں کا ساتھ شری کرشن دیں گے اس حق و باطل کے موکر۔ غزوہ ہند میں حق کی فتح کی خوشخبری دی

گئی تھی نہ بس اسکی غزوہ ہند کو مہا بھارت و یک زبان میں کہا گیا جو معرکہ اسی پیش آنا باقی ہے اسے ماضی کے واقعات سمجھ کر ان پر بھی افسانے بن گئے۔

اسی مقدس ہستی اور مکھن چرانے کا الزام۔ استغفر اللہ۔ ماکھن چور کا مطلب کیا تھا اور کیا سمجھا گیا۔ ماکھن لفظ मख کی ابجری ہوئی شکل سے بنا ہے۔ سنسکرت میں (मख) نمک کے معنی میں شہر مکہ۔ (مروہیم نو نیرس سنسکرت انجمنش ڈکشنری) اور اسی ڈکشنری میں ماکھ (माख) لفظ کو نمک (मख) سے بنا ہوا بتایا گیا ہے۔ یہ نمک کی ابجری ہوئی

شکل ہے۔ ایک یا مکھن کا مطلب ہوا کہ کا سب سے قیمتی گہر خانہ گہر۔ اور ماکھن چور کا مطلب ہوا چھٹی خفیہ طریقے پر خانہ گہر چنے چلنے رکھنے والا یا یوں کہیے کہ جس کا خانہ گہر سے مدد جانی بلا جاتا ہو۔
شری کرشن جی کو گوپال بھی کہا گیا ہے۔ گوپال کے معنی ہیں سرپرست اور محافظ اور گوپ کے معنی میں چھپانے والی۔ کعبہ جی کا ایک نام دارو کا بن بتایا گیا تھا۔ اور دارو کے معنی بیوی کے ہیں خفیہ طریقے سے آنے والا بیوی، چھپانے والی یہ نام انصاف ہو سکتا ہے کہ ان فرضی الزامات کی بنیاد بنے ہوں جو شری کرشن اور گوپال کی چھپ چھپاؤ کی شکل میں دیدیاں کیے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دریچے کھلنا شروع ہو گئے ہیں | ہندی اخبار آج گورکھ پور کے ہر چھوٹی

شمارے میں صفحہ ۸ پر میر پارلیمنٹ شری رام کرشن کش دہا کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا سنسکرت خیز عنوان ہے "کیا کعبہ اور کرشن میں کوئی سمبند ہے؟" گویا قدرتی طور سے شری کرشن یا موہن دین کے عالم گیر دیوالائی افسانے میں جیسی ہوئی اصل حقیقت کی تلاش کی سمت میں کچھ دریچے کھلنا شروع ہو گئے ہیں۔ اگرچہ ابھی یہ دریچے ان تلسا شیوں کے غبار آلود ذہنوں کے ساتھ کھل رہے ہیں لیکن اگر وہ دین کی روشنی میں رام کرشن وغیرہ نام بھی حقیقت احمدی محمدی کے گمبے ہوئے خیال عنوان ثابت ہو سکتے ہیں تو اس انکشاف حق کا پہلا داعیہ خود ہماری مخاطب پڑوسی قوم ہی میں پیدا ہو رہا ہے۔

مضمون نگار نے اس مضمون میں یہ بھی لکھا ہے۔

غزوہ ہند کی تاریخ کے بارے میں آئندہ مضمون ہوں گے۔ سنسکرت میں آخر میں ہندو (ہندو) اکثر زیادہ ہوتا ہے۔

ہیں دو اور کا دیشش کے درشن کے لیے گیا۔ راستہ میں ایک جھیل تھی جہاں گاؤں نے مجھے بتایا کہ یہ وہی مقام ہے جہاں 'کاوا' لوگوں نے اجرن کو شکست دے کر ان سے گویوں کو جین لیا تھا۔ میدانے پنڈے سے پوچھا کہ یہ 'کاوا' کون ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ یہاں کے قدیم باشندے ہیں..... میرے من میں یہ بات اٹھنے لگی کیا اس کا واجاتی اور کعبہ میں کوئی رشتہ و تعلق ہے..... کاوا واجاتی عرب ساگر کے مشرقی کنارے پر اور کعبہ کا مندر عرب ساگر کے بحیم کنارے پر۔ کعبہ مسلمانوں کا مقدس تیرتہ ہے..... محمد صاحب نے بتا کر کا مقبلہ کیا لیکن فیاضی کے ساتھ کعبہ کی حیثیت بھی باقی رکھی۔ اتنے کشادہ دل تھے کہ اپنے کفر دشمنوں سے بھی پیار کرتے تھے۔ خیر یہاں بات کاوا اور کعبہ کے مندر کی ہے..... اگرچہ میرے اس قول کا کوئی ٹھوس ثبوت میرے پاس نہیں ہے لیکن حالات کی شہادت ایسی ہے جو میرے اس قیاس اور تصور کی تائید کرتی ہے۔ اب تو یہ بلا اختلاف ثابت ہو چکا ہے کہ بھارت اور عرب دیشوں کا مندر اور خشکی کے راستے سے تعلق آریوں سے بہت پہلے سے تھا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ مذہبی گھائی کی تہذیب کا ارتقا سارے ہند میں ہوا تھا..... بھارت میں کوئی تاریخ نگاری کی روایت نہیں رہی ہے لیکن خوش قسمتی سے عربوں اور مصریوں میں کچھ تاریخ نویسی کی روایت رہی ہے..... مذہبی گھائی میں ایک سادھی اتسوپ سونے کے تار کے کام والا ایک تاج اور رنگ برنگے پتھر لے میں جو لگ بھگ دو ہزار سال پرانے ہیں..... انھیں ہرکانین نام کے ایک نامعلوم آریہ قبیلے کے باقیات و آثار مانا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق یہ آریہ قبیلہ دوسری صدی قبل مسیح میں فارس چلا گیا تھا۔ یہ ثابت شدہ ہے کہ پرہلاڈ کے رام دشرتہ والے رام نہیں تھے۔ پرہلاڈ رام کے بہت پہلے ہو چکے تھے۔ سادھی کہانی بھارت کے باہر ہونی گھٹنا سے متعلق ہے..... حالات کی شہادت تو پوری طرح ثابت کرتی ہے کہ بھارت کے قدیم باشندوں کا واؤن اور کعبہ کے مندر اور اس سامراج کے معمار سے گہرا ربط و ضبط رہا ہوگا۔ لیکن..... تحقیق کی مزید ضرورت ہے۔

شری کرشن کی زندگی سے منسوب ادبیت کی تفصیلات ہیں جن کی ان صفحات میں

گنجائش نہیں ہے۔ مقصد صرف ایک گزری ہوئی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا تھا اور یہ واضح کرنا تھا کہ ان ناموں پر لگے الزاموں پر مذاق اڑانے کے بجائے ہمیں دکھ ہونا چاہیے۔ ان الزامات کو دھونے کی کوشش کرنا چاہیے اور ان ناموں کو لیتے وقت ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

ان توہمات کے پیچھے ہمیں حقیقتوں کی وضاحت کا دوسرا اہم مقصد ہم شروع میں بیان کر چکے ہیں۔ تبلیغ امدیج دین سمجھانے کی حکمت ہم نہ صرف اس مقدس ہستی کے تمام ناموں کا ہندوؤں سے زیادہ احترام کرتے ہیں بلکہ اس کے ناموں کے ساتھ کسی قسم کا انتہام بھی ہمیں برداشت نہیں ہونا چاہیے۔



ویدوں میں آنحضرت کا مقام محمود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسانی نام احمد اور زمین نام محمد ہے۔ زمینی دور کے بعد آپ کو مقام محمود پر فائز کیا گیا ہے جس کی ہم سب اذان کے بعد دعا کرتے ہیں۔ ویدوں میں آپ کی تینوں حیثیتوں کا ذکر ہے۔

• جس انہی کا تمام وسیع ولا متناہی روپ کبھی ختم نہیں ہوتا اسے بغیر جسم والی روح کہتے ہیں یہ مقام احمدی کا ذکر ہے، جب وہ پیکر جسمانی میں ہوتے ہیں تب اسے سب سے بعد میں آنے والا اور تراشنس (محمد) کہلاتے ہیں اور جب کائنات کو منور کرتے ہیں تو ماتریشوا ہوتے ہیں اور اس وقت وہ ہوا کی طرح (روحانی) ہوتے ہیں۔

اوپر والے منتر میں ماتریشوا آپ کی تیسری حیثیت کا ذکر ہے اور ظاہر ہے یہ مقام محمود ہے۔ ویدوں کے انگریزی مترجم گرفتہ نے لکھا ہے کہ یہ سب سے پر اسرار لفظ ہے۔ ایک دوسری جگہ بھی ایک ہی منتر میں ان تینوں حیثیتوں کا بیان دیکھئے۔

• انہی کا پہلا ظہور سورگ لوک (جنت کی دنیا) میں بجلی (نور) کی شکل میں ہوا۔ ان کا دوسرا ظہور ہم انسانوں کے درمیان ہوا۔ تب وہ جات وید زمین پیدا ہوتے ہی علم رکھنے والا (لامتی) کہلائے۔ ان کا تیسرا ظہور جل (ویدوں میں جل روحانیت کی علامت ہے) میں ہوا۔ انسانوں کی فلاح کا کام کرنے والے ہمیشہ خوفناک رہتے ہیں۔

ویدک دھرم میں دجال کا بیان

دجال کا ظاہر ہونا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ مختلف احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسانی قالب میں دجال بن کر نکلے گا۔ وہ بے پناہ قوتوں کا مالک ہوگا اور کوئی اس کے مقابلے پر ٹک نہیں سکے گا۔ وہ تمام روئے زمین کو فتح کرنا چلا جائے گا اور اپنے آپ کو خدا کہہ دے گا۔ جو لوگ اس سے اپنا ایمان صحیح سلامت سمجھا سکیں گے انھیں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ ظاہر ہوں گے اور حضرت مہدی علیہ الرضوان سے فیضان حاصل کر کے دجال کو قتل کریں گے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال کے فتنے سے ڈرایا ہے یہ روئے زمین پر سب سے بڑا فتنہ ہوگا لیکن آپ کے فرمانے کے مطابق آپ سے پہلے کسی نبی نے یہ خبر نہیں دی کہ دجال کا نام ہوگا۔ آپ نے یہی فرمایا کہ دجال مدینہ اور مکہ میں داخل ہونے پر قادر نہیں ہوگا۔ دجال کا واضح بیان بائبل میں بھی ہے وہاں اسے جانور (Beast) اور سمجھوٹائی (False Prophet) اور مسیح کی ضد (Anti-Christ) کہا گیا ہے۔ لیکن ہندو مذہب میں اس کے لانا ہونے کا اشارہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے صاف الفاظ میں لانا نہیں کہا گیا۔ لیکن لانے دجال کے کانے ہونے کے سبب سے قریبی کیفیت کا بیان ہندو مذہب میں ہی ہے۔ وہاں اسے آندھک آسٹر (अंधक आस्र) کہا گیا ہے۔ آسٹر یعنی بعد میں آنے والا اور آندھک یعنی اندھے کی طرح۔ ہری ونش پران میں آندھک آسٹر یعنی دجال کی جو تفصیل آئی ہے وہ ہم نقل کر رہے ہیں۔ پرانوں کے بیشتر حصوں کی طرح یہ حصہ بھی دیوالائی رنگ اختیار کر گیا ہے۔ پھر بھی دجال کے بیان کی واضح جھلکیاں موجود ہیں۔ نہ

پر گر کر (مبارک) انہیں تباہ کرنے لگا۔ اندھک آسُر (دجال) نے زبردست غصہ اور
 جھگڑائے ساتھ کہا میں ان دن (۳۳۰-۳۳۱) جنگل یا صحرا یعنی عرب کے مالک کو جنگ
 کے لیے دعوت دے رہا ہوں۔ یہ سن کر بھوتیشور بھگوان رُدر ترشول لے کر (ترشول کی
 شکل لفظ اللہ کی طرح ہوتی ہے یعنی اللہ کی مدد لے کر) اندھک آسُر (دجال) کو مارنے
 کے لیے پہلی امت اور دوسری امت کے ساتھ اس کے سامنے آگئے؟ لے
 انھوں نے انہی کی شکل کے ترشول کو اندھک آسُر (دجال) پر چلایا جو کہ شیطانوں
 کے راجہ کے دل پر بیٹھا..... مندر اچل (مکتہ) کی گئی ہوئی شو بھا (وقار) دوبارہ لوٹ
 آئی۔ ۲۷

آخیریت کے پروے اک بار پھر اٹھادیں
 پھر مل کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی ملا دیں
 سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی
 آ اک نیا شوال اس ویس میں بنا دیں
 دنیا کے تیرتوں سے اونچا ہوا پنا تیرتہ
 دمان آسماں سے اس کا کس ملا دیں
 ہر جگہ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
 مارے پجاریوں کو تے پیت کی چلا دیں!

شکری بھی شامی بھی بھگتوں کے گیت یہ ہے و دھرتی کے بانیوں کی گئی پریت میں ہے
 (اقبال)

۲۷ ہری وکٹس پران پنڈت مشری رام شرما آچاریہ ص ۵۰۲-۵۰۳

۲۷ ص ۵۰۳

باب ۱۸

یہ راز — راز کیوں ہے ؟

ہندوؤں میں چلے آ رہے چند سربستہ راز | ہم اپنے آپ کو حضرت
 دنیا سے جہالت کے اندھیرے کو دور کرنے کے لیے اٹھے تھے۔ ہم نے اس زمین پر خدا کی بادشاہ
 قائم کرنے کا عزم کیا تھا۔ ذرا سوچئے کیا ہم اب بھی اس منصب کے اہل ہیں، بلا علمی کے اندھیرے کو
 دور کرنے کے دعوے دار خود کتنی عظیم مجرمانہ لاعلمی کا شکار ہیں؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں
 کہ ہم جو کچھ بہت بڑی تحقیق کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور ممکن ہے کہ آپ
 کو یقین کرنے میں بڑی دقت پیش آرہی ہو، ان تمام حقیقتوں سے ہندو خواص خوب
 اچھی طرح واقف ہیں۔

۱۱۱ | ہندو اس بات سے واقف ہیں کہ ان کا سب سے بڑا تیرتہ (اسے یہ آدپشکر تیرتہ کہتے
 ہیں) مکہ میں ہے۔ ان کا اصلی شیونگ مسلمانوں کا حجرِ سودہ ہے۔ (شیونگ کسی گندی چیز کا
 نام نہیں ہے۔ شیو کے معنی خدا اور ننگ کے معنی نشان یعنی خدا کی نشانی)

۱۱۲ | یہ بات بھی ہندوؤں میں مسلمانوں سے راز میں رکھی گئی کہ جاں کنی کے وقت نزع کی
 تکلیف سے بچانے کے لیے مرنے والے کے کان میں 'آن کہی' کی سرگوشی کی جاتی تھی۔ بیان
 کیا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں ہندو حضرات پر جب نزع کا عالم طاری ہوتا تھا تو انھیں پنگ
 سے اٹھا کر زمین پر نٹا دیا جاتا تھا.... اور نزع کی تکالیف سے بچانے کے لیے چپکے چپکے مرنے
 والے کے کان میں 'آن کہی' کہی جاتی تھی مگر اس 'آن کہی' کے الفاظ عام ہندوؤں کو معلوم نہ

تھے۔ لیکن اکبر اعظم کے عہد میں ایک برہمن نے یہ الفاظ بتا دیئے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ الفاظ
اکھروید میں موجود ہیں۔ چنانچہ دبستان المذاہب مطبوعہ نول کشور پریس میں بھی موجود ہے۔

لا الہ الا انت سبحانک انی انا عبدک
لا الہ الا انت سبحانک انی انا عبدک

جنم بلیغہ پر اب ہوتی توجیہ نام محمد

ترجمہ: لا الہ الا کہنے سے پاپ مٹ جاتے ہیں۔ اِلَّا اللہ کہنے سے پروردگار (امت عالم) مل
جاتی ہے۔ اگر ہمیشہ کی بہشت چاہتے ہو تو محمد کا نام جپا کر۔

یہ ہے ان کی بھی کا مفہوم جو مرتے وقت کسی زمانے میں عالم نزع میں مرنے والوں کے کان
میں کہی جاتی تھی۔ لے

ترجمہ کرنے والوں نے اس 'اُن' کی ترجمے میں حضور کے دوسرے دور اور مقام محمود
کا راز نہ جاننے کی وجہ سے حالانکہ تھوڑی سی تبدیلی کرنی ہے لیکن پھر بھی ملتا جلتا مفہوم سامنے
آ گیا ہے۔ آئندہ کسی موقع پر اس منتر کی اصل اہمیت ہم بیان کریں گے۔

ہندو خواص کا یہ مسلہ عقیدہ ہے کہ ایک دن پوری ہندو قوم قرآن پر ایمان لائے
گی لیکن یہ سبھی ان رازوں میں سے ہے جنہیں ہندو عوام سے اور بالخصوص مسلمانوں سے
پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔

ڈیوبانس لکھتا ہے۔

جب برہمن اپنے بچوں کو اپنا وارث بناتے ہیں تو بچے کو اس طرح جھٹاتے ہیں
کہ اس کا منہ مشرق کی طرف ہو اور خود مغرب کی طرف منہ کر کے اپنے بچے کے کان میں
سرگوشی کرتے ہیں۔ اے بیٹے یاد رکھنا خدا ایک ہے۔ وہی پیدا کرنے والا، پالنے والا اور
بچانے والا ہے اور ہر برہمن کو خفیہ طریقے سے اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ لیکن یہ
کبھی جان لو کہ یہ ایک ایسا راز ہے جو اگر تم نے لوگوں کے سامنے بیان کر دیا تو تمہاری...

خوش قسمتی کے دن ختم ہو جائیں گے؛ لے

سیلاب والے فنوک حضرت نوح کی حیثیت سے ہندو اتنی اچھی طرح جانتے ہیں کہ قصے کہانیوں میں بچوں کو سنتے ہیں۔ مثلاً رسالہ "منگل" کا ادارہ پڑھیں۔ ۷۷

میرے ننھے مٹے دوستو! ایک بار پرینکار (قیامت خیز) باڑھ آئی۔ ساری پرتھوی ڈوب گئی۔ یہ کتا کئی گڈوں نے کئی طرح سے کہی ہے۔ ویدوں اور متیسیر پران میں بھی اس کا ورژن (بیان) ملتا ہے۔ اس باڑھ کی کتا بائبل میں بھی ہے۔ ایٹور نے حضرت نوح سے کہا ایک بڑا جہاز بنا کر اس میں اپنے پر لیا کے سدیوں (افراد) کے علاوہ دو دو سر پرانی (جاندار) کو چڑھا لو۔ نوح نے ویسا ہی کیا۔ اس کے بعد چالیس دن تک لگاتار بارش رات دن ہوتی رہی۔ صرف حضرت نوح اور ان کے جہاز میں سوار پرانی (جاندار) ہی بچے۔ اس آنگ (شمارے) میں حضرت نوح اور باڑھ پر آدھارت (مبئی) ایک روچک (دلچسپ) کتا پرست (حاضر) ہے۔ کیسی لگی تمہیں؟

اسنیہ (پیار)

تمہارا آئندہ چاچا۔

ہندو بالا عبارت میں نوح سے پہلے حضرت کانفہ تارا ہے کہ کہنے والے حضرت نوح کو مسلمانوں کے پیغمبر کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن پھر بھی انھوں نے بچوں کے سامنے بائبل کا ذکر تو کیا اور سائوں و قرآن کا ذکر نہیں کیا۔

اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ چند ہندو علماء ایودھیا کی اصل حقیقت سے واقف ہیں اور دیگر ہندو خواص کے سامنے انھوں نے اسے اس حیثیت سے پیش کیا ہے کہ ان کی اصل ایودھیا پر مسلمانوں کا قبضہ ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی نگاہیں ایودھیا کی بابر مسجد کی

Hindu Manners, Customs & Ceremonies - by DUBOIS. ۱۱۳

۷۷ بچوں کا رسالہ "منگل" کے شمارے ۱۰/۱۱ میں صفحہ ۱۵ پر لکھا ادارہ لفظ۔ لفظ پڑھیں۔

(برکٹ میں لکھے اردو ترجمہ کے الفاظ ہمارے ہیں)

بازیابی کی تحریک سے آگے نہیں ہیں۔ لیکن چند ہندو خواص کے سینوں میں یہ آرزو بلب رہی ہے کہ انہیں اپنی اصل ایودھیا کو آئیب دن مسلمانوں کے قبضہ سے آزاد کرانا ہے۔ یہ ان کے سینوں میں چھپا ایک انتہائی خفیہ راز ہے۔ جو چند لوگوں کی زبان پر بھی آیا ہے۔

ساجد رشید کو انٹرویو دیتے ہوئے شیو سینا کے چیف بال ٹھاکرے صاحب کی زبان پر یہ خواہش ایک مرتبہ آئی لیکن پھر وہ الفاظ کو دبا گئے اور ساجد صاحب نے بھی آگے نہیں کر دیا۔ ایک سوال کے جواب میں بال ٹھاکرے صاحب نے کہا تھا:

”دیکھئے آپ اتنا پیچھے مت جائیے۔ اہم کی بات کیجئے تاریخ میں بہت پیچھے جاؤں گے تو میں آپ کو ایسی بہت سی مسجدیں بتا سکتا ہوں جو پہلے مندر تھے۔ جن کے نشانات ابھی باقی ہیں۔ کیا آپ انہیں ہندوؤں کو دینے کو تیار ہیں۔ میں کہتا تو نہیں چاہتا اور نہ میں کوئی ادھیکار جتا ہا ہوں۔ آپ کی بات پر کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ بہت پیچھے جاؤں گے تو آپ کا جو مکہ ہے اس میں پہلے بت تھے۔ اب اگر ہم کہیں کہ یہاں پہلے ہمارے لوگوں کے بت تھے اس لیے یہ ہم کو دو تو کیا آپ اس بات کا نہیں گئے۔ میں کہتا ہوں آج کی بات کرو، پرانی بات چھوڑو۔“

اس طرح کی بہت سی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔ ہم بہت خوشی اور فخر کے ساتھ اُن کو ان کا یہ پرانا معبد واپس کریں گے لیکن اسی وقت جب وہ ویدوں اور قرآن و احادیث کی پیشین گوئی کے مطابق اپنا کھویا ہوا اصل دین پا چکے ہوں گے۔

انہی عام ہندو ان حقیقتوں سے لاعلم ہیں۔ یہ تمام حقیقتیں انہیں **ہماری غفلت** کی کتابوں کی تفصیلات سے مکمل ثبوتوں کے ساتھ ہمیش کی جا میں گی۔
 نو موجودہ شکل میں رام اور موجودہ شکل میں رام جنم بھومی کا وجود ہی نہیں رہے گا اور تاریخ اس طرح خود کو دہرائے گی جس طرح بت پرست عرب اور تین سو ساٹھ برسوں والی اصل ایودھیا۔
 رکعبہ ہمیں چودہ سو سال پہلے دہرائی جا چکی ہے۔

الغرض ان تمام رازوں کو ہزاروں سال سے ہندو خواص سینہ بہ سینہ مسلمانوں اور ہندو

عوام سے چھپاتے آ رہے ہیں۔ ہندو خواص سے نکل کر اب یہ راز بہت سے ہندو عوام تک بھی پہنچ رہے ہیں لیکن قوموں کو ہدایت دینے والی قوم مسلمان قوم کو ان کی خبر نہیں۔

ہندو علماء یہ بھی جانتے ہیں کہ تبدیلی کا وقت قریب ہے ان کی انانیت ان کو روکے ہوئے ہے کہ وہ ہندو عوام کے سامنے حق کا اعلان کر سکیں، لیکن مسلمانوں کے سامنے تعقیقی ثبوت پیش کرنا پڑ رہے ہیں اور پھر بھی وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سب مجھولی روایتوں پر مبنی ایک خیالی افسانہ ہے۔ اوپر بیان کیے ہوئے تمام رازوں کے تحریری حوالے نہیں پیش کیے جاسکتے۔ کیوں کہ حق الامکان ان کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے جس کی وجہ سے زبانی تذکرے ہی ہوتے رہتے ہیں لیکن ان تمام انکشافات کو ہم ثابت کر سکتے ہیں۔ ہمیں ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آپ کفار کہہ کر نفرت کرنے کے بجائے قریب جا کر تو دیکھیں آپ کو کبھی ثبوت مل جائیں گے۔

قرآن، رسول اور بیت اللہ کی حقیقتوں کو جاننے والے جانتے ہوئے بھی چھپا ہے
ہیں اس بات کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے: **يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ ابْنَاءَهُمْ**
”وہ اسے ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں“

ہندوستان کی ہندو قوم کے علماء بھی بطور خاص ان حقیقتوں کو اپنی کتابوں اور
روایتوں کی روشنی میں خوب اچھی طرح سے پہچانتے ہیں۔

ہزاروں سال سے ساتھ رہنے والے پڑوسیوں کے انوکار و خیالات کا جب تک
ہمیں صحیح علم نہیں ہوگا ہم ان کی نفسیات کو نہیں سمجھ سکتے اور نفسیات کو کبھی بغیر صحیح رُخ
پر دعوت بھی پیش نہیں کر سکتے۔ کیا اسے مجرمانہ لاعلمی نہیں کہا جائے گا؟ کیا اس لاعلمی پر
اللہ کی عدالت میں ہمیں مواخذہ کا خوف نہیں ہونا چاہیے؟ کیا اب بھی ہمارے جاگنے کا
وقت نہیں آیا ہے؟



سابقہ صحائف پر ایمان



انگریزی مقولہ ہے: *Seeing is believing* ایک غلط فہمی کا ازالہ یعنی دیکھنے کے بعد یقین کیوں دیکھیں؟ پچھلے چند ابواب میں ہم نے ویدوں میں پائی جانے والی قرآنی تعلیمات کی جو چند مثالیں پیش کی ہیں رادوان جیسے مفضل بیانات سے دید بھرے ہوئے ہیں، انھیں دیکھنے کے بعد شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ ویدہ گم شدہ آسمانی صحائف کا مجموعی نام ہے جن کا خصوصی تعلق حضرت آدمؑ و نوحؑ سے رہا ہے یہ بیانات اخلاقی یا سماجی اصلاحات سے متعلق نہ تھے جنھیں ہزاروں سال قبل کسی مفکر نے مرتب کیا ہو بلکہ یہ دین کے بنیادی عقائد اور حقیقت احمد و محمدؐ سے متعلق وہ خالص رموز و بیانات تھے جو ہر دور میں انبیاء علیہم السلام نے پیش کیے تھے۔ البتہ ویدوں میں حقیقت احمدی ایک مخصوص محوری موضوع بھی ہے۔

یہاں چند ذہنوں میں یہ شبہات پیدا ہو سکتے ہیں کہ ہم اسلام و ہندو مذہب کو یکساں ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا دونوں مذاہب کو ملا کر کوئی نیا دین بنا رہے ہیں یا دین اسلام کی فوقیت اور برتری کو گھٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں شیطانِ رجیم کی ایسی تمام کوششوں کے خلاف جن کے ذریعہ ایسے خیالات کا شائبہ بھی وہ ہمارے دماغوں میں پیدا کر سکے اور ہم اللہ کی مدد کے طالب ہیں۔ ابلیس لعین کی ان تمام چالوں کے مقابلہ میں جن کے ذریعہ وہ مخلص قارئین کو دین کی اشاعت کے موثر ترین طریقے کے خلاف بدعنوان کر سکے۔

دین صرف اسلام ہے لیکن..... قرآن میں دو مقامات پر واضح انداز میں اللہ

تبارک و تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ دین اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین قابل قبول نہیں لیکن دونوں جگہ یہ تصریح بھی فرمادی کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دین اسلام کی ہی تعلیم دی تھی۔

آپ کہہ دیجیے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر جو ہمارے اوپر اُتارا گیا ہے اور اس پر جو ابراہیم اور اسمعیل اسحاق اور یعقوب پر اولاد یعقوب پر اُتارایا گیا ہے اور اس پر جو موسیٰ و عیسیٰ اور (دوسرے) نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ کے فرماں بردار ہیں اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ (آل عمران: ۸۴-۸۵)

تمام انبیاء پر نازل کردہ تعلیمات پر ایمان رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ سب دین اسلام کے ہی داعی تھے۔ اب دوسرے مقام پر ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اس میں جو اہل کتاب نے اختلاف کیا وہ آپس کی ضد سے اس کے بعد کیا کہ ان کو صحیح علم پہنچ چکا تھا۔ اور جو اللہ کی آیتوں سے انکار کرے گا سو اللہ یقیناً جلد حساب لینے والا ہے۔ (آل عمران: ۱۹)

یہاں بھی یہ واضح ہے کہ اہل کتاب کو دین اسلام ہی پہنچا تھا۔ پھر انھوں نے اسے بدل ڈالا۔ اس بات کو دوسرے انداز میں بیان کرتے ہوئے قرآن عزیز کہتا ہے:

ترجمہ: اور انسان تو ایک ہی امت تھے پھر انھوں نے اختلاف کیا۔ (یونس: ۱۱)

کوئی مقدس صحیفہ اصلاً منسوخ نہیں ہوا | قرآن نے متعدد مقامات پر یہ واضح کر دیا ہے

کہ صحیح اور اصل دین ہر دور میں اور ہر زمانے میں اسلام ہی تھا۔ تمام مخالفت اور اللہ کی کتابوں میں دین اسلام کی ہی تعلیمات تھیں۔ آج ایک عام غلط فہمی مسلمان ذہنوں میں یہ ہے کہ حضرت

محمد مصطفیٰ کے تشریف لانے کے ساتھ ہی پچھلے تمام انبیاء کے لئے ہوئے دین منسوخ ہو گئے اور قرآن آج لانے کے بعد پچھلے تمام انبیاء پر نازل کردہ صحائف منسوخ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے یہ بات تو ہمارے بنیادی عقائد ہی کے خلاف ہے تمام انبیاء اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر ایمان لانے بغیر تو ہم مسلمان ہو ہی نہیں سکتے۔ اور جب تمام انبیاء دین اسلام ہی لانے تھے تو ان کے لئے ہوئے دین کے منسوخ ہونے کا مطلب کیا ہے؟ قرآن نے اللہ کی کسی کتاب کو منسوخ نہیں کیا بلکہ جگہ جگہ اللہ کا یہ ارشاد قرآن پاک میں ہے کہ قرآن ان سب کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

اس عام غلط فہمی کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔

- ۱۔ ہر نبی کا دین اسلام تھا لیکن شریعتیں جدا تھیں۔ ارشاد باری ہے ،

”تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک خاص شریعت اور ماہ رکھی تھی.....“

(المائدہ: ۴۸)

دین اور شریعت میں فرق ہے دین تو بنیادی عقائد کا مجموعہ ہے جیسے توحید رسالت آخرت اور تقدیر پر ایمان لانا تمام انبیاء کی کتابوں میں ایک ہی دین اسلام کی تعلیم تھی لیکن شریعت ہر رسول کی جدا تھی۔ دین پر عمل کرنے کے طریقے یعنی عبادات و قوانین جیسے چرمی شرب کی سزائیں کا نام شریعت ہے۔ ہر صاحب شریعت رسول کے آجانے کے بعد ان کی لائی ہوئی شریعت نافذ ہوئی اور پچھلی شریعتیں منسوخ ہوئیں۔ رسول آخر حضرت محمد کی بعثت کے ساتھ شریعت محمدی نے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ دین اور شریعت کے مفہوم گٹھڑ ہو جانے کی وجہ سے یہ خطرناک غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ پچھلے تمام انبیاء کے دین اسلام سے منساف تھے اور وہ اب منسوخ ہو گئے۔ غیر مسلموں کو دعوت دینے کے لیے پہلے ان کو ان کے اصل دین اسلام کی طرف بلایا جائے گا جسے وہ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ بعد میں ان کو شریعت محمدی پر عمل کرنے کو کہا جائے گا۔ پہلے ان عقائد کی درستگی ہوگی جن میں بگاڑ آیا ہے اس کے بعد ہی عملی زندگی میں دین کے نفاذ کا نمبر آئے گا۔ رسول اکرم نے بھی دین کی اجسبیت کے دور میں یعنی مکی دور کی شریعت

میں مشرکین مکہ سے یہی کہہ کر دعوت کی ابتدا کی تھی کہ میں تمہارے سامنے کوئی نیا دین لے کر نہیں آیا ہوں بلکہ اصل دین ابراہیمؑ کو پیش کر رہا ہوں جس کا پیرو تم اپنے آپ کو بتاتے ہو۔

۲۔ پچھلی تمام کتب مقدسہ منسوخ ہو گئیں۔ اس زبردست غلط فہمی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ

آج یہ مقدس کتابیں اپنی اصل حالت میں دستیاب نہیں ہیں اس اشکال کا حل ہم دیدوں کے باب میں ”مفتی کیسے نہیں کی سُرخی کے ذیل میں صفحہ ۲۰ پر پیش کر چکے ہیں۔

حق و باطل کی ٹلی جلی موجودہ شکل میں ان کا باطل منسوخ ہے اور ان کا حق جوں کا توں مقبول ہے اور اس امت کا فریضہ اسی حق و باطل کو الگ الگ کر کے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرنے والا تحقیق کا کام ہے۔

پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب | قرآن حکیم نے جگر جگر اہل کتاب کو اپنی کتابوں پر عمل کرنے کی دعوت

دی ہے اور ان پر عمل نہ کرنے پر ملامت کی ہے۔ مثلاً دیکھیے :

”اور ملے نبی) یہ (یہودی) تم سے کیسے فیصلے کرتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم (موجود) ہے پھر یہ اس کے بعد بھی منہ موڑ رہے ہیں اور یہ لوگ ایمان لانے والوں کے ساتھ نہیں ہیں۔“ (المائدہ : ۴۳)

”کہہ دیجئے اے اہل کتاب تم سرگرمی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورت اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں؟“

(سورہ مائدہ : ۶۸)

کیا یہ آیات واضح طور پر اس حقیقت کی طرف نشاندہی نہیں کر رہی ہیں کہ اہل کتاب کو انہی کی کتابوں کے رُخ سے دعوت دی جائے ورنہ کیا مفہوم متعین کریں گے۔ آپ ان آیات کا جن میں ان کو تورت اور انجیل کو قائم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کتابوں پر اگر یہ لوگ صدق دلی سے ایمان لے آئیں اور ان کے تحریفی حصہ کو چھوڑ کر ان میں جو اللہ کا کلام ہے اس کے جو من بن جائیں تو اپنی ہی کتابوں میں ان کو وہ حقیقتیں ملیں گی

کہ اسلام اور قرآن کو مانہ بغیرہ نہیں سکتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے متعین ہو کر ان کتابوں کا کون سا حصہ کلام اللہ ہے اور کتنا حصہ تخریف شدہ ہے۔ اس کے لیے ہمیں محنت کرنا پڑے گی۔ ہمیں پھر وہیں لوٹنا پڑے گا جو ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ قرآن کی روشنی میں دوسرے ادیان کا مطالعہ ہمیں کرنا ہی پڑے گا تاکہ ان میں سے ہم کلام اللہ کو الگ کر سکیں اور اس پر ایمان لانے کی ان اقوام کو دعوت دے سکیں۔

قرآن میں اہل کتاب ہی کو نہیں ہمیں بھی بار بار پھیلے کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔
 یہ سب مومنین ایمان رکھنے میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور

اس کے رسولوں پر (سورہ بقرہ : ۲۸۵)

ذرا غور فرمائیں کہ پھیلے کتابوں پر ایمان لانے کے حکم کا کیا مطلب ہے ؟ نہ صرف قرآن خود یہ کہتا ہے کہ ان کتابوں میں تبدیلیاں ہو گئی ہیں بلکہ ان کتابوں کے ماننے والے بھی ان میں تبدیلیاں کا اقرار کرتے ہیں۔

آج یہ سمجھا جاتا ہے کہ صرف اتنی سی بات مان لینے سے کہ یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں ، ان پر ایمان لانے کی بات پوری ہو گئی۔ قرآن میں اگر صرف تذکرے کے طور پر بھی ان کتابوں کی آمد کا بیان ہوتا تو کبھی ہم پر یقین کرنا فرض ہوتا کہ یہ کتابیں اللہ نے نازل کی تھیں۔ ان پر ایمان لانے کے الفاظ جگہ جگہ کیوں استعمال ہوتے ہیں کہ اس کے بغیر مومن ہی نہیں ہوں گے؟ مطلب صاف ظاہر ہے ان کتابوں کے ان حصوں پر ایمان لانا متفقہ ہے۔ ہے جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے اور وہ حصے تب ہی واضح ہوں گے جب ان پر کلام کیا جائے گا۔ یہ ہماری آست پر فرض کفایہ ہے اور ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو اس کے اہل ہیں کہ اس طرف توجہ کریں تاکہ ہم ان کتابوں پر ایمان لاسکیں جیسا کہ حکم ہوا ہے اور اہل کتاب کو انہی کتابوں کے رُخ سے دعوت اسلام پیش کر سکیں۔ جیسا کہ قرآن کا منشاء ہے تب ہی ہم اسلام کو ان کے مذہب کی حیثیت سے پیش کر سکیں کہ دیکھو! دین ہر دور میں ایک ہی تھا۔ جب اسلام۔

یہ تضاد کیوں محسوس ہو رہا ہے؟ قرآن اہل کتاب کو اپنی کتابوں پر عمل نہ کرنے پر

مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ (سورہ مائدہ: ۴۴)

قرآن اہل کتاب کو توریت انجیل اور پھیلپی تمام کتابوں کو قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

(المائدہ: ۶۸)

اور قرآن ہی ان کتابوں میں تحریر کا ذکر کرتا ہے۔

”..... کلام کو اس کے صحیح مقامات سے جڑے رہتے ہیں۔“ (المائدہ: ۴۱)

پھر قرآن ان کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

ترجمہ: ”اس نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے حق کے ساتھ۔ ان کی تصدیق کرنے والی جو اس

سے پہلے آچکی ہیں اور اس نے آمارا تھا توریت وانجیل کو: (آل عمران: ۳۱)

اور قرآن اہل ایمان سے ان پر ایمان لانے کو کہتا ہے۔

ترجمہ: ”کہہ دو کہ تم تو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسمعیل

اور اسمٰئیل اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر

جو دوسرے انبیاء کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا اور ہم ان میں سے کسی کے درمیان بھی

فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ ہی کے حکم بردار ہیں۔“ (البقرہ: ۱۳۶)

قرآن کی آیات میں باہم تضاد کہیں نہیں ہے۔ پھر یہ بظاہر تضاد ان آیات میں کیوں

محسوس ہو رہا ہے؟ ذرا ٹھہریے۔ چند احادیث پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ بعض احادیث قرآن کے

بعض حصوں کے مطلب واضح کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) حضرت

عمر بن خطاب سرکارِ دو عالم کے پاس توریت میں

سے کچھ حصہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ توریت میں سے کچھ حصہ ہے۔ آنحضرت خاموش

رہے۔ پھر حضرت عمر نے (ان کو) پڑھنا شروع کیا۔ اور حضور کا چہرہ مبارک متغیر ہونے

لگا۔ (یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر نے کہا۔) ”عمر تم کو کہتے والیاں تمہیں گم کریں۔ کیا تم حضور کے

چہرہ اقدس کو نہیں دیکھتے؟ حضرت عمر نے چہرہ انور پر نگاہ ڈالی اور کہا۔ میں اللہ کے غضب

کیا احادیث میں بھی تضاد ہے؟

اس کے رسول کے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر موسیٰ تمہارے درمیان ظاہر ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو یقیناً تم گمراہ ہو جاتے (حالانکہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میرا زمانہ نبوت پاتے تو وہ بھی یقیناً میری ہی پیروی کرتے۔ (روای بکوال مشکوٰۃ باب الاعتصام) اب دوسری حدیث دیکھیں :

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا :

..... بنی اسرائیل سے روایت کیا کرو یہ گناہ نہیں ہے.... (بخاری بکوال مشکوٰۃ باب کتبہ المسلم)

یعنی بنی اسرائیل کے پاس جو علم ہے اسے سن کر دوسروں سے بیان کرو۔ اس کی عملی مثال حضرت سلمان فارسیؓ ہیں جو سابقہ عیسائیت سے ہی اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی صحائفِ خبریں لے کر تلاشِ رسولؐ میں مدینہ آئے تھے اور جب انھوں نے بزمِ رسالت میں آکر یہ تورات و انجیل والی علمی روایات سنایں تو چہرہ انورؐ جگمگا اٹھا اور نہ صرف آپ نے خود یہ صحائفِ خبر خوش ہو کر سنی بلکہ تمام صحابہ کو یکجا کر کے انھیں بھی سنائی۔

اور اب تیسری حدیث کا ایک حصہ جو بخاری و مسلم سے ماخوذ ہے اور سابقہ صحائف کی

کافی انادیت کا آئینہ دار ہے۔

..... یہود مدینہ رسول اللہؐ کے پاس رسالت کی نیت سے آئے اور ذکر کیا ہمارے

لیک مرد و عورت نے بدکاری کی ہے ان کے بارے میں آپؐ کیا ارشاد فرماتے ہیں آپ نے فرمایا : تمہارے یہاں تورت میں کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا۔ ہم تو اسے رُمو کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہؓ بن سلام نے فرمایا۔ جوٹ کہتے ہو تورت میں سزا کرنے کا حکم ہے۔ لاؤ تورت پیش کرو۔ انھوں نے تورت کھولی لیکن آیتِ رجم پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کی سب عبادت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عبداللہؓ سمجھ گئے اور فرمایا۔ اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ ہاتھ اٹھایا تو سنگ لگنے کی آیت موجود تھی اب ان کو اقرار کرنا پڑا پھر حضورؐ کے حکم سے زانیوں

کو نگہ کر دیا گیا.... (بحوالہ تفسیر سورہ المائدہ ابن کثیر)

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مسئلہ میں تورات میں اسلامی شریعت کے مطابق حکم موجود تھا رسول اللہ نے یہودیوں کا فیصلہ انہی کی کتاب میں ان کو وہ حکم دکھا کر کیا۔
اب ذرا غور فرمائیں کہ کیا ان تینوں احادیث میں بھی تضاد ہے؟

صحیح پس منظر میں دیکھیے | جی نہیں پہلے واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ مدنی زندگی کے ابتدائی ایام میں جبکہ ابھی صحابہ کرام علم کے اعتبار سے بچہ نہیں تھے

تھے۔ حضرت عمرؓ حصول علم کے شوق میں یہودیوں کے ایک مدرسہ بیت المدرا س میں جا کر آدینہ سنتے تھے اور نوٹ بھی کرتے تھے۔ وہیں سے تورات کے اوراق رسول اکرمؐ کے پاس لے کر آئے تھے

آپؐ بہم ہوئے اور بدائع فرمادیا اس دور میں صرف دین محمدی کا اتباع ہی مطلوب تھا اور دوسرے علماء

کا شوق نہ صرف غیر ضروری بلکہ خطرناک تھا۔ بعد میں مدنی دور کے آخری حصہ میں جب یہ اتحاد الہی کو جوگیا کہ اب آپؐ کے اصحاب قرآن کی روشنی میں صحیح اور غلطی پر کھ کرنے کے قابل ہو گئے تو آپؐ نے

توریت اور انجیل کے وہ حصے نقل کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے۔
دوسری حدیث اسی دور سے متعلق ہے اور تیسرے واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر

مصلحت کا تقاضا ہو اور اہل کتاب پر اتمام حجت کرنا ہو تو دین اسلام اور شریعت محمدیؐ کے مطابق ان کی کتابوں میں جو تعلیمات پائی جاتی ہیں وہ ان کو انہی کی کتابوں میں دکھا کر حجت پرستی

کرنا چاہیے۔ یہی وہ حصے ہیں جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے انھیں بخیریت سے پاک حقیقتوں قائم کرنے کی قرآن کے نازل ہونے کے بعد بھی اہل کتاب کو تلقین کا سبب ہے کہ جب تک انھیں

قائم نہ کریں گے وہ کسی اصلاح پر نہ ہوں گے اور قرآن کے تصدیق شدہ اسی حصے پر یومئذ سے قرآن ایمان لانے کو کہتا ہے۔



عورت کا طلاق کا کار

کیا ہندو اہل کتاب ہیں؟ جب یہ معلوم ہو جائے کہ ویدوں میں آسمانی کلام ہے اور ہندو قوم کو احمدؑ سے آسمانی نسبت بھی ہے اور وہ قیامت

آدمؑ اور قوم نوحؑ ہے تو سب سے پہلا سوال فطری طور پر یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہندو قوم کو اہل کتاب کہا جاسکتا ہے؟ اس سوال کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھیں کہ ہندو قوم کو کم از کم خبر اہل کتاب کا درجہ تو دیتے رہے ہیں۔ دیکھئے۔

لیکن مسلمان اس معاملے میں بڑے روادار ہیں اور عربوں نے ہندوؤں کو کفار و مشرکین کے زمرے میں شامل نہیں کیا ہے بلکہ خبر اہل کتاب کا درجہ دیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب 'عرب و ہند کے تعلقات میں بڑی محققانہ بحث کی ہے'۔

”سندھ کی سب سے قدیم عربی تاریخ صحیح نامہ کے فارسی ترجمہ میں یہ مذکور ہے۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد (سندھ) کے لوگوں کی درخواست قبول کی اور ان کو اجازت دی کہ سندھ کی اسلامی سلطنت میں اسی حیثیت میں رہیں جس حیثیت میں عراق اور شام میں یہودی، عیسائی اور پارسی رہتے ہیں۔“

”بلاذری میں یہ توضیح ہے کہ — ہندوستان کا بت خانہ بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں اور مجوسیوں کے آتش کدے کی طرح ہے۔“

۱۔ اسلام میں دوسرے مذاہب اور اہل مذاہب کی حیثیت۔ از مولانا شاہ حسین الدین ندوی بطور ملاحظہ جلد ۱ ص ۱۸۰
۲۔ صحیح نامہ اریلیٹ جلد اول ص ۱۸۰ بجوار رسالہ صافت
۳۔ صحیح نامہ اریلیٹ جلد اول ص ۱۸۰

ہندو قوم کو ہم کفار و مشرکین کے زمرے میں شامل کریں یا اہل کتاب سمجھیں۔ یہ معلوم ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مختلف گروہوں سے معاملات و تعلقات کی نوعیت قرآنی احکامات کی روشنی میں مختلف ہے اور اس سے بھی ہم بات یہ ہے کہ کسی گروہ کو دعوت دینے کا صحیح طریقہ کا قرآن و سنت کی روشنی میں بھی متعین ہو سکتا ہے جب ہمیں اس مخصوص گروہ کے لیے استعمال ہونے والی قرآنی اصطلاح کا علم ہو۔

اب آئیے خود کریں کہ مشرکین تو اہل کتاب کو بھی کہا گیا ہے۔ یہودی حضرت عزیرؑ کو اور عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا ماننے کے بعد مشرکین کی صف میں شامل ہیں۔ بہت سے مسلمان بھی اپنے عقائد یا اعمال کی بنیاد پر مشرک سے بری الذمہ قرار نہیں دے جاسکتے معلوم ہوا کہ مشرکین کا اطلاق اہل کتاب پر بھی ہو سکتا ہے۔ یہی شکل کافرین کی بھی ہے۔ قرآن عزیز کا ارشاد ہے کہ :

ترجمہ: "انھوں نے یقیناً کفر کیا جو کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تین میں کا تیسرا ہے....." لہ
کفر کے معنی ہیں انکار کرنا۔ دین اسلام کے مسلمہ عقائد سے کسی درجہ کا انکار بھی کفر قرار پائے گا حتیٰ کہ مخصوص موقعوں پر مسلمان بھی کفر کی زد میں آئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مشہور حدیث ہے کہ :

"جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔"

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شرک کی طرح کفر کے مختلف درجات ہیں جن میں سے کسی نہ کسی درجہ کی زد میں دنیا کے ہر مذہب کے ماننے والے آئے بغیر نہیں رہتے۔ کافر مطلق کا صفت میں آج کے دور میں ہم کسی کو رکھ سکتے ہیں تو وہ ملحدین کی جماعت ہے جس کے پاس کسی خدا کا تصور ہی نہیں ہے۔ ان کے علاوہ جتنے گروہ یا اقوام ہیں وہ کسی نہ کسی درجہ میں کفر میں ملوث ہو ہی جاتے ہیں لیکن مکمل کافر نہیں کہے جاسکتے۔

ہندو قوم کے پاس شرک میں ملوث ہونے کے باوجود خدا کا تصور ہے۔ کلام الہی سے

بہم سہی سہی لیکن رشتہ ہے۔ رسولوں کا تصور بہت بگڑ جانے کے باوجود بھی کسی کسی شکل میں موجود ہے اور مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوگا، یہ بھی ملحدین کی طرح وہ نہیں کہتے بلکہ ان کے پاس آواگون کے غلط عقیدے کی شکل میں بھی جزا اور سزا کا تصور ہے۔

اس طرح اگر ہم کافرین مطلق یا مکمل کفر کرنے والوں ہی کو کافر کہیں تو کم از کم اس گروہ میں ہندو قوم کو ہرگز شمار نہیں کر سکتے۔
پھر کیا ان کو اہل کتاب کہا جا سکتا ہے؟

جب ہر قوم کی طرف اللہ کے نبی آئے تھے تو صرف یہودیوں اور مسیحیوں ہی کو قرآن نے اہل کتاب کیوں کہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب وہ لوگ ہیں جن کا کتاب اللہ سے (چاہے وہ بگڑی ہوئی شکل میں ہو) رشتہ قائم ہے اور یہ رشتہ کسی نبی کے واسطے سے ہے۔ یعنی اس کتاب کے لانے والے نبی کی نبوت کا بھی وہ اقرار کرتے ہیں۔

اہل کتاب کی اس تعریف پر ہندو قوم پوری نہیں اترتی۔ کتاب ہونے کے باوجود اس سے ان کا رشتہ کٹا ہوا ہے اور نبی ویو مالاؤں میں گم ہے۔

اہل کتاب نہیں اہمیتین ہیں | ہندو قوم کو اگر ہم اہل کتاب نہیں کہہ سکتے تو ان کے لیے کون سی قرآنی اصطلاح مقرر کریں گے

یہ جاننے کے لیے ہمیں ۴۰۰ سال پیچھے کی طرف لوٹنا پڑے گا کیوں کہ وہاں ایک قوم ہمیں ایسی ملتی ہے جو اپنے آپ کو ایک رسول (حضرت ابراہیم) کی امت کہتی تھی لیکن رسول کی کتاب (صحف ابراہیم) اس کے پاس نہیں تھی۔ یعنی کتاب سے اس کا رابطہ منقطع تھا۔ قرآن نے اس قوم کو "آئینوں کا گروہ" کہا۔

"آئی" کا مطلب بے پڑھا لکھا نہیں تھا۔ اس معنی میں اس لفظ کا استعمال بعد میں ہونے لگا۔

ہازجاج نے تفریح کی ہے کہ آئی وہ ہے جو امت عرب کی صفت پر بولے پڑھا لکھا ہذا عرب کی مخصوص صفت تھی۔ بعض علماء کے خیال میں آئی ام کی طرف منسوب

ہے..... چونکہ بے پڑھے لکھے شخص کی حالت گویا وہی ہوتی ہے جس حالت پر کہ اس کو ماں نے جنتا تھا اس لحاظ سے اس کی نسبت ماں کی طرف کی جانے لگی۔ امام باقرؑ کی طرف یہ خیال منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ اس کو اتم القرئی (مکتہ) کی طرف منسوب بتاتے تھے۔ چونکہ اہل مکہ یعنی قریش من حیث المقوم بے پڑھے لکھے ہی تھے اس وجہ سے بے پڑھے لکھے شخص کو اُمّی کہا جانے لگا..... ۱

ہندو قوم کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اس ۱۴۰۰ سال پرانی قوم کی طرح اہل قبلہ ہیں۔ ان کی تمام مذہبی رسومات میں قبلہ سے متعلق مناسک کی جھلک ہے اور ان کے تمام قدیم مناد و آج بھی قبلہ رو کھڑے ہیں۔

آیتوں کی تعریف جب ہم قرآن میں مضمون پڑھتے ہیں تو ہمیں اس مفہوم کے الفاظ ملتے ہیں: "اور ان میں سے ایک دوسرا گروہ آیتوں کا ہے جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں بس اپنی بے بنیاد امیدوں اور آرزوں کو لیے بیٹھے ہیں اور محض وہم و گمان پر چلے جا رہے ہیں؛ مگر مندرجہ بالا تمام صفات کی طرح قرآن کی بتائی ہوئی یہ تعریف بھی ہندو قوم پر سونپی صد پوری اترتی ہے۔

آیتوں کے تذکرے میں قرآن نے یہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ اُمّی اہل کتاب نہیں ہیں بلکہ ایک مختلف گروہ ہیں۔

..... اور آپ اہل کتاب سے اور امتیوں سے دریافت کیجئے کہ تم اسلام لاتے ہو چاہتے معلوم ہوا کہ Believers یعنی خدا پر کسی نہ کسی شکل میں ایمان رکھنے والوں کو قرآن دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اہل کتاب اور اُمّی۔ اور امتیوں کو جو خصوصیات قرآن اور علمائے قرآن نے بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

۱) کتاب کو نہیں جانتے۔ ان کا کتاب کے بارے میں علم گمان اور قیاسات پر مبنی ہے۔

۲) قدیم امت عرب کی طرح اہل قبلہ ہیں اور اتم القرئی یعنی مکہ سے ان کا گہرا تعلق ہے۔

یعنی ان کی عبادات میں کعبہ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج کی دنیا میں صرف ایک ہندو قوم ہی ایسی ہے جو اسی ہونے کی اس تعریف پر پوری اترتی ہے۔

اب دوبارہ آپ قرآن میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ امتیوں کے قرآن نے دو گروہ بتائے ہیں جن کے ذریعہ رسول کا پیغام دنیا کو پہنچنا مقدور ہوا۔ ایک پہلا گروہ جو ۱۴۰۰ سال پہلے عرب میں تھا اور جس میں محمد رسول اللہ کی بعثت ہوئی تھی اور ایک بعد میں آنے والا ۵ آخرین گروہ ہے۔

یہی وہ بعد والا گروہ ہے جس کی قبول اسلام کی خبر قرآن نے مختلف مقامات پر دی ہے اور احادیث نے جس کی وضاحت کرتے ہوئے ہندوستان کی ہندو قوم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دعوت کا طریق کار احادیث کی روشنی میں۔۔۔۔ اس قوم کو دعوت

دینے کا طریق کار بتایا ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث میں آپ خود ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عمار حنفیؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے یہ حدیث بیان کی جس نے نبی کریمؐ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ یقیناً اس امت کے آخری حصہ میں ایک قوم ہوگی جس کا ثواب ابتدائی دور کے لوگوں (یعنی صحابہ کرامؓ) کے ثواب کے مانند ہوگا۔ وہ نیکیوں کا حکم دیں گے۔ برائیوں سے روکیں گے اور فتنہ پروروں سے جنگ کریں گے۔ ۵۳

حضرت ابو عبیدہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا ہم سے کبھی بہتر کوئی ہو سکتا ہے کہ ہم نے (آپ کے ہاتھ پر) اطاعت قبول کی اور آپ کے شانہ بشانہ چھا دیا۔ فرمایا۔ ہاں۔ تم لوگوں کے بعد

۱۰ دیکھئے سورہ جمہ آیت ۲-۳

۱۱ یہ مضمون تفصیل سے باب امیں بیان ہوا ہے۔

۱۲ یہ بھی بحوالہ مشکوٰۃ باب ثواب خذہ الامۃ

ایک قوم ہوگی۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں گے جب کہ انھوں نے مجھے دیکھا بھی نہ ہوگا۔" ۱۷
 حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ
 رسول کریم نے (ایک دن صحابہؓ سے) پوچھا۔ ایمان کے لحاظ سے کون سی مخلوق تمہارے نزدیک
 سب سے عجیب اور عزیزیت والی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ "فرشتے۔" فرمایا: ان کے
 ایمان میں کیا عجیب بات ہے؟ وہ ایمان کیوں نہ لائیں جب کہ وہ اپنے پروردگار کے قریب بہتے
 ہیں۔ صحابہؓ نے کہا۔ پھر یا رسول اللہ! وہ انبیاء ہیں۔ فرمایا: وہ ایمان کیوں نہ لائیں
 جب کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ صحابہ نے کہا۔ پھر یا رسول اللہ! وہ ہم لوگ ہیں۔ فرمایا:
 تم ایمان کیوں نہ لاتے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ نے
 فرمایا: بے شک تمام مخلوقات میں ایمان کے اعتبار سے قوی اور عجیب ترین حقیقتاً ایک
 قوم ہوگی۔ وہ میرے بعد ہوں گے۔ وہ کچھ صحیفے پائیں گے۔ ان صحائف میں کتاب ہے
 جو کچھ ان صحائف میں ہے اس پر وہ ایمان لائیں گے۔" ۱۸

مندرجہ بالا حدیث میں کتاب سے مراد قرآن ہے۔ یعنی ان کو ان صحائف میں
 قرآن نظر آئے گا۔ اس مفہوم کو تقویت قرآن کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی ملتی ہے۔

"یے شک یہ قرآن، اولین صحیفوں میں ہے۔" ۱۹

دیکھا آپ نے احادیث بتاتی ہیں کہ یہ قوم براہ راست قرآن پر ایمان نہیں لانے گی
 بلکہ پہلے وہ اپنے صحائف کو پائے گی یعنی یہ وہ قوم ہوگی جو اپنے صحائف سے کٹی ہوگی اور گویا
 انہیں دوبارہ دریافت کر لے گی۔ ان صحائف میں اسے قرآنی تعلیمات نظر آئیں گی اور اس
 رُخ سے وہ اسلام قبول کرے گی اور اس طرح اس قوم کا ایمان عجیب ترین ہوگا اور اتنے مرتبہ
 والا ہوگا کہ ان کا ثواب صحابہؓ کے ثواب کے مانند ہوگا۔

اب تک آپ جان ہی چکے ہیں کہ دنیا کی مذہبی اقوام میں وہ کون سی واحد قوم ہے

۱۷ اس مضمون کی حدیث احمد اور ترمذی نے بھی نقل کی ہے، رزق بن حرام مشکوٰۃ۔ باب ثواب خذہ الامتہ
 ۱۸ یہ بھی بحوالہ مشکوٰۃ۔ باب ثواب خذہ الامتہ ۱۹ سورۃ الشعراء: ۱۹۹

جس کے پاس آسانی سمائلت میں اور وہ ان سے کئی ہوئی ہے۔

.....قرآن کی روشنی میں | دعوت کی ابتدا کی بنیادیں قرآن شریف میں جگہ جگہ بیان ہوئے
والے مضمون کی روشنی میں ایمان باللہ، آخرت پر ایمان

اور عمل صالح ہیں۔

بیلے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور جو عیسائی ہیں اور صاحبین میں
سے جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور صالح عمل کرے سوان کے لیے ان کے پروردگار
کے پاس مان کا اجر ہے اور نہ کوئی اندیشہ ان کے لیے ہے اور نہ وہ کوئی غم کریں گے؟ (سورہ بقرہ: ۷۷)
دنیا میں تمام مذاہب کے بنیادی طور پر توحید اور آخرت کے تصورات ہی میں بھگاڑ آیا۔
ہر مذہبی قوم نے بعد میں آنے والے رسول کا انکار اسی لیے کیا کہ وہ نئے آنے والے رسول کے کہنے
پر اپنے بگڑے ہوئے توحید اور آخرت کے تصورات کو درست کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور

اس کے علاوہ جو غلط اعمال انھوں نے اختیار کر لیے تھے انہیں بھی بدلنے کو تیار نہیں تھے۔ یہودیوں
پر حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کی رسالت کا انکار کیا۔ اگر وہ اپنے بگڑے ہوئے توحید و
آخرت کے عقائد سے رجوع کرنے کو تیار ہوتے اور اعمال بد چھوڑنے کو تیار ہوتے تو حضرت
عیسیٰ کو رسول تسلیم کرنے میں مانع کوئی تاثر نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ یہی تعلیمات تو لائے تھے۔ اسی
طرح انہیں تین بنیادوں میں تبدیلی ہوجانے کا وجہ ہے عیسائیوں اور یہودیوں نے حضرت
محمدؐ کی رسالت کا انکار کیا اور نہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ رسولِ برحق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ
قرآن نے صرف ان تین بنیادوں کا ذکر کر کے ان تمام مذہبی گروہوں کو بشارت دے دی کہ
اگر تم انہیں درست کر لو تو پھر تمہیں کسی خوف کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایمان و رسول
آخرت اور قرآن پر بھی لانا ضروری ہے۔ پھر قرآن نے صرف ان تین ارکان کا ذکر کر کے کیوں
سر مذہب کے ماننے والے کو خوشخبری دے دی؟ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عظیم حکیم اللہ
رب العزت کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ اگر وہ ان تین بھگاڑوں کو درست کر لیں تو رسول اور
قرآن پر ایمان وہ ضرور لائیں گے۔

یہ تینوں بنیادیں توحید، آخرت، اور عمل صالح ہم ہندو قوم کو ان کی ہی مذہبی کتب ویدوں میں سے نکال کر دے سکتے ہیں۔

دعوت کے طریق کار کے سلسلے میں قرآن ایک ہدایت اور دیتا ہے۔

”آپ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلائیے، حکمت سے اور رُودوں پر رقت طاری کرنے والی، اچھی نصیحت سے، اور ان کے ساتھ پسندیدہ طریقہ سے مباحثہ کیجیے“۔
 حکمت سے بلانے کا مقصد نہ تو احساسِ کمتری کا شکار ہونا ہے نہ حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے سے گریز کرنا۔ حکمت حکومتِ وقت کی چابکدہسی یا اکبر کے دینِ الہی جیسے کسی مذہب کو ماننے کا نام بھی نہیں ہے لیکن اینٹ کا جواب اینٹ اور پتھر کا پتھر، بے تنگ اسلام نے اس کی بھی اجازت دی ہے۔ بلکہ بعض حالات میں حکم دیا ہے۔ حالات کے صحیح تجزیہ کا نام حکمت ہے۔ کسی موقع پر اللہ کے رسولؐ نے بلالؓ و خبابؓ کی جلتی ریت پر دردناک ازیتیں دیکھ کر صبر کیا ہے اور کسی موقع پر فتنے کو چلنے کے لیے اسلامی افواج کو پیش قدمی کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک اسلام کی غربت کا دور تھا اور دوسرا مضبوطی کی طرف بروہتی ہوئی اسلامی حکومت کا۔ دعوت کے لیے بھی مختلف ادوار میں مختلف طریق کار استعمال کیے گئے پہلے تین سال خفیہ تبلیغ کی حکمت عملی اختیار کی گئی حالانکہ اس وقت بھی حق حق ہی تھا۔ اس کے بعد پورے مکی دور میں ظلم و ستم کی بھیجی میں تپتے ہوئے ہر جبر کو رضائے الہی کی خاطر ہتھ پونے، دینِ حنیف کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا اور پھر پیغمبر کے طور پر وہ دور بھی آیا جس میں ظلم کو لاسرا رکھتے ہی کھیل دیا جاتا تھا۔ تبلیغ کی یہ حکمت اگر مہنے اس ہستی سے نہیں لی، جسے حکیم مطلق نے اپنے فضلِ خاص سے نوازا تھا تو ہمیں ہر مرد پرے پر شکست ہوگی، حکمت کی تعلیم اللہ کے رسولؐ کی تعلیم کا ایک جزو ہے۔

..... اور وہ (رسولؐ) تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے.....

کتاب و قرآن کی تعلیم کے ساتھ حکمت کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ اس ارشاد

سے نکائیں:

وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا ہوگی اسے یقیناً خیر کثیر عطا ہوا۔ اور نصیحت تو بس صاحبانِ فہم ہی قبول کرتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ: ۱۲۶)

ہندو مذہب کو اس کی کھوئی ہوئی حقیقت دیکھئے | ہندو کو

کہہ کے ہم نے دیکھ لیا۔ مذہب تبدیل کرنے کے بعد وہ اپنے معاشرے سے کٹ جاتا ہے۔ ہندو سماج میں مسلمانوں کے خلاف نفرت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور اس نو مسلم کو ہم اپنے ساتھ ایڈجسٹ نہیں کر پاتے۔ اس کے شادی بیاہ اور روزگار کے مسائل مزید الجھ جاتے ہیں۔ جیسے مدینے کے انصار نے مکے کے مہاجرین کو بھائی بنایا تھا اس کی ادنیٰ سہا شال بھی ہم اس بے چارے کو فراہم نہیں کر پاتے۔ کبھی کبھی تو بدول ہو کر نو مسلم کی واپس پرانے مذہب کی طرف لوٹنے کی مثالیں بھی دیکھنے میں آئی ہیں۔ یہ تو ان چند افراد کا معاملہ ہے جو اسلام قبول کرنے کی ہمت کرتے ہیں۔ اکثریت مسلمانوں کے بگاڑ کو دیکھ کر اسلام کی خوبیوں ہی سے متاثر نہیں ہوتی۔ ایسے حالات میں دعوت کی صرف ایک ہی مؤثر شکل ہے۔ ہندو کو مسلمان نہ کر کے ہندو مذہب کو اس کی بھولی ہوئی اصل حقیقت پر لایا جائے۔ یہ افراد کی نہیں قوم کی تبدیلی کا راستہ ہے۔

موجودہ دور میں اسلام کا طرزِ تبلیغ و دعوت، کتاب و سنت سے اصولی طور پر تمام مذاہب کے ماننے والوں کے لیے اور خصوصی طور پر ہندو قوم کو دعوت دینے کے لیے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے سابقہ مذہب کو اس کے اصل گم شدہ اسلام کی طرف بحال کرنے کا انداز اختیار کیا جائے۔ ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے تبدیلی مذہب، ارتداد اور دھرم پر یورتن کا الزام عائد ہو۔ یہ غلط مسخ شدہ طریقہ ہمارا نہیں، عیسائی مشنریوں کی درآمد کردہ بدعت سیئہ ہے۔ ہمیں اسے چھوڑ کر اس وقت ملتِ آدم و نوح کے معاملے میں وہی طریقہ دعوت اختیار کرنا ہوگا جو خود حضورؐ نے ملتِ ابراہیمی کے سامنے اسلام کے تعارف کے لیے اختیار فرمایا

دو زبردست حادثے | تبلیغ میں حکمت کی اتنی زبردست اہمیت قرآن نے کیوں رکھی ہے اس کے واضح ثبوت تاریخی واقعات میں ہیں تھے

ہیں۔ اسی صدی میں دو عورت تاریخ میں ایسے آچکے ہیں جب مسلمانوں کے حکمت عملی سے کام دینے سے غیر مسلمین کی حکمت عملی کامیاب ہوئی اور دونوں مرتبہ کروڑوں کی تعداد میں پوری پوری قومیں اسلام میں داخل ہوتے ہوتے لوٹ گئیں۔ ان دونوں زبردست حادثوں میں سے ایک کا تعلق روس سے ہے اور دوسرے کا ہمارے ملک ہندوستان سے۔

روسی کمیونسٹ انقلاب کے رہنما کریم لینن تمام مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام سے بہت متاثر ہوئے تھے اور روسی عوام کے قبولِ اسلام کی خواہش رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں یاد کیا جاتا ہے کہ ان کی اسلام سے دلچسپی ایک بزرگ بقرخان سے ملاقات کا نتیجہ تھی جن سے وہ کافی متاثر ہوئے تھے اور جن کے فیضِ صحبت کا لینن پر بہت اثر تھا۔ بہر حال لینن نے کوشش کی لیکن علمائے مہرک لاطینی وغیرہ دانش مندی اور برطانوی حکومت کی حکمت عملی سے یہ زریں موقع ضائع ہو گیا۔

اس سانچے کی تفصیلات ایک ہندوستانی کمیونسٹ لیڈر نے بیان کی ہیں جن کے لینن سے ذاتی تعلقات تھے۔ محمد عبداللہ ریٹائرڈ آئی۔ بی۔ ایس کی زبان میں سینے، ایم این رائے (M.N. Roy) ہندوستان کے معروف لیڈر تھے اور ۱۹۲۱-۲۸ کے درمیان وہ کمیونسٹ انٹرنیشنل روس کے فعال کارکن تھے۔ جرمنی، فرانس اور چین کے مزدوروں کی تحریک میں انھوں نے اہم خدمات انجام دیں۔ لینن سے ان کے اچھے تعلقات تھے اور انھیں کے ایک ساتھی اور ہندوستانی نے اس وقت کے سیاسی حالات کے تحت ہندوستان چھوڑ کر روس میں پناہ لی تھی۔ ان سے بھی لینن کے ذاتی تعلقات تھے۔ انھوں نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لینن کی اسلام سے دلچسپی اور عقیدت کے بارے میں جو مباحث کی وہ قابلِ ملاحظہ ہے۔

زادِ روس کے دور کے خاتمے پر جب لینن برسرِ اقتدار آئے اور انھوں نے

کیونٹ حکومت قائم کرنی تو ایک دن اپنے قریبی دوستوں کی میٹنگ طلب کی اور اس میں انھوں نے فرمایا..... ہم اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن اس کو برقرار رکھنے اور اس کو چلانے کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ ہم ایسے نظریہ حیات کو اپنائیں جو انسانی فطرت کے مطابق ہو، اس لیے کہ انسان کو اپنی بقا کے لیے صرف روٹی نہیں چاہیے بلکہ اس کی روح کی تسکین کے لیے ایک مذہب کی بھی ضرورت ہے۔ میں نے تمام مذاہب کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ میرے نزدیک سوائے ایک مذہب کے کسی اور میں یہ صلاحیت نہیں ہے جو ہمارے نظریہ کیونٹزم کا ساتھ دے سکے۔ اس لیے میں ابھی اس مذہب کا نام ہی بتلاؤں گا۔ اس بارے میں رائے قائم کرنے میں آپ جلدی نہ فرمائیں اس لیے کہ یہ سوال کیونٹزم کی نوبت اور حیات کا ہے۔ آپ وقت لیں اور غور کریں۔ ہو سکتا ہے میں غلطی پر ہوں لیکن ہمیں اپنے تصنیف کے بارے میں ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہو گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے مادی رجحانات میں کیونٹزم پر پورا اترتا ہے۔

یہ سن کر مجمع میں شور ہونے لگا تو لینن نے ٹھنڈے دل سے پھر غور کرنے کی ہدایت دی کہ آج سے پورے ایک سال کے بعد ہم پھر ملیں گے اور اس وقت طے کریں گے کہ کیونٹزم کو کوئی مذہب اختیار کرنا چاہیے یا اور کون سا؟

برطانوی حکومت کے حکمہ خارجہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اس میں برطانوی سلطنت کے لیے بڑا خطرہ محسوس کیا کہ اگر کیونٹزم اور اسلام مل جائیں تو روس کو برطانیہ پر ایک ناقابل تسیز قوت اور فوقیت حاصل ہو جائے گی۔ فوری انھوں نے ایک مشد کھڑا کیا۔ اسلام کے لیے ملکہ کسزم جیسا خدا سے منحرف اور ملحدانہ نظریہ قابل قبول ہو سکتا ہے؟ علمائے ازہر نے جو اس سوال کے پس منظر سے واقف تھے ایسا فتویٰ صادر کر دیا جو برطانوی حکومت چاہتی تھی۔ یہ فتویٰ طبع کروا کر دنیا کے کونے کونے میں تقسیم کروا دیا گیا حتیٰ کہ روس کے اسلامی ملاقوں میں اس فتوے کی کاپیاں ابھی تک بعض مسلمانوں کے پاس ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس کا علم لینن کو ہو گیا۔ انھوں نے اپنی حیرت کا اظہار کیا اور کہا۔ میں سمجھتا تھا کہ مسلمان سمجھ دار ہوں گے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے وہ بھی اور مذاہب کی طرح بڑے کٹر اور دقیانوسی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکیم دھری کی دھری رہ گئی اور اس کے مخالفین نے اہلینا کا سانس لیا۔ ۱۷

اب غیر مسلمین کی کامیاب حکمت عملی کی ایک دوسری مثال دیکھیے جس کا تعلق ہندوستان

سے ہے۔

یقین کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر جو ہر یجنوں اور ہندو پس ماندہ ذاتوں کے سب سے مقبول رہتا تھے، ہندوستان کی پوری برہمن آبادی کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے خواہش مند تھے۔ تاہم وہی جی کہ جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے ڈاکٹر امبیڈکر سے پوچھا کہ تم کن سا اسلام قبول کرنا چاہتے ہو۔ شیخ مسلمان والا یا سنی مسلمان والا۔ اگر شیخ ہونا چاہو تو ان میں بھی بہت سے مذہبی فرقے ہیں۔ کس فرقے کا اسلام قبول کرو گے؟ اگر سنی ہونا چاہتے ہو تو ان میں بھی بہت سے مذہبی فرقے ہیں۔ دیوبندی، بریلوی، وہابی وغیرہ اور ان سب میں آپس میں ایسی ہی نفرت ہے کہ ایک دوسرے کو داخل اسلام نہیں مانتے۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے اس گفتگو کے بعد اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ اسلام میں ذات پات نہیں ہوتی اور اسی لیے میں اس مذہب کو پسند کرتا تھا۔

یہ وہ عبرت کی داستانیں ہیں جن کی سیاسی ابھی تاریخ کے صفحات میں خشک سہی نہیں ہونے پائی ہے۔

کاش ہم یہ سمجھ لیں کہ۔۔۔ رسول اکرم کی پوری دعوتی زندگی حکمت پر عمل پیرا ہونے کا عملی نمونہ تھی۔ اسلام کی غربت کے اس دور میں اللہ کے رسول نے اس قوم سے کہا تھا کہ میں تمہارے پاس کوئی نیا دین لے کر نہیں آیا

۱۷ محمد عبد اللہ (ریٹائرڈ۔ آئی۔ اے۔ اے) کے مضمون سے ماخوذ

مطبوعہ رسالہ سویت یونین (اردو) جلد ۲۰ جون ۱۹۸۲ء

ہوں بلکہ دین حنیف اور دین ابراہیمی ہی پیش کر رہا ہوں۔ کیا اسلام کی غربت کے اس دور میں ہم اس قوم کے سامنے دین اس حیثیت سے پیش نہیں کر سکتے کہ ہمارا دھرم کوئی نیا دھرم نہیں ہے بلکہ ہم بھی نوح (منو) کو پیغمبر مانتے ہیں اور ان کا پیغام جو تمہارے پاس ہزاروں برس کی دھول میں دھندلا گیا ہے۔ اسے اللہ کی آخری اور بیچ کتاب کی روشنی میں صاف کیا جاسکتا ہے۔

یقین کیجئے یہ قوم بڑی متلاشی ہے صدیوں سے ان افراد کی جو انہیں ان کا دھرم سمجھا سکیں جسے یہ آج تک خود بھی نہیں سمجھ سکی ہے لیکن اس سے چھٹی ہوئے ہے کہ یہ ان کا دھرم ہے۔

سونا تھ کے مند کو ڈھانے والے محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ہی تو البریونی آیا تھا جس کے یہ آج تک احسان مند ہیں کیونکہ اس نے ان کے دھرم کو بھینے کی کوشش کی تھی۔ البریونی کا انداز کچھ اور تھا۔ اس کام کو بہتر طور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ کیا ہم اسلام کو اس حیثیت سے ان کے سامنے پیش نہیں کر سکتے کہ یہی تمہارا اصل دھرم تھا اور قرآن کی روشنی میں ان کے دھرم کی گتھیاں سلجا کر یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ یہی دین ہے جسے نوح (منو) نے پیش کیا تھا۔

انکار مت کیجئے۔ یہ نہ کیجئے کہ کہاں صاف ستمرا پاکیزہ مذہب اسلام اور کہاں دنیا بھر کی خرافات کا مجموعہ ہندو دھرم! کوئی مماثلت ہی نہیں!!! وہ سرے سے کوئی دھرم ہی نہیں ہے!!!

اس نسخ پر کام کرنے سے پہلے ان کے دھرم کا مطالعہ کرنا ہرگز نا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی حدیث نقل کی ہے کہ "قریب ہے وہ شخص اسلام کی ایک ایک کڑی علیحدہ کر دے جس نے اسلام میں ہی آنکھیں کھولیں اور جاہلیت سے بالکل نا آشنا ہے؟"۔

چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں بہت بڑی تعداد میں ہمارے علماء نے تورت زبور اور انجیل کو کس حال ڈالا لیکن کتنے علماء ایسے ہیں جنہوں نے ہندو دھرم کا مطالعہ کیا ہے کچھ کوششیں سامنے آئیں تو وہ اس انداز کی ہیں جن میں ہندو مذہب کی موجودہ کتب کے غلط ترجموں میں ہندو مذہب کی خرابیاں تلاش کر کے اسلام کی خوبیوں سے تقابل کیا گیا ہے۔ بات چلے ہی ہو لیکن ایسی اردو کتابوں کا ترجمہ اگر آپ ہندوؤں کے سامنے رکھ دیں تو وہ بجائے تسلیم کرنے کے اور متغیر ہو جائیں گے۔

مثبت انداز میں ان کی تمام مذہبی کتب کا جائزہ لیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ اسلام کو ان ہی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کر سکتے ہیں اور انہیں تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔

کہ از کم اتنا تو کیجئے | اس تحقیقی کام کو ہر ایک فوری طور پر شروع نہیں کر سکتا صرف ہندی جاننے سے بھی کام نہیں چلے گا۔ اصل گراہی ویدوں پر انوں اور اپنشدوں کے ہندی ترجموں سے پھیل ہے۔ امت میں سے ایسے افراد کو سنسکرت سیکھنے کے لیے سامنے آنا ہوگا جن کی دینی بیک گراؤ نہ ہو۔ یہ کام بظاہر محنت طلب ہے۔ لیکن اگر اللہ کے رسول کے کاتب حضرت زیدؓ چند دن میں سریانی سیکھ سکتے تھے۔ مولانا حمید الدین فراہیؒ سریانی اور عبرانی سیکھ سکتے تھے۔ البرونی سنسکرت سیکھ سکتے تھے تو ہمارے قرآن و حدیث کا علم رکھنے والے نوجوان سنسکرت کیوں نہیں سیکھ سکتے۔ اگلے چند برسوں میں جب تک امت میں ایسی کھوپ تیار ہو اس وقت تک ایک کام ہے جو ہم کر سکتے ہیں۔ نغزوں کی خلیج کو پاتے کا کام۔ وہ کام جو امریکہ کے مسلمانوں نے شروع کیا ہے۔ اس کا ایک مختصر خاکہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

امریکیوں کی مثال | تین سال قبل امریکہ کے میاؤں اور سیوڈیوں نے ملتِ ابراہیم کی بنیاد پر ایک فورم قائم کیا جس کا مقصد ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش اور مذہبی منافرت کو ختم کرنا تھا۔ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد سبب اتنی ہو گئی ہے کہ ان کو بحیثیت ایک اقلیت کے اب تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ مسلمان

علماء نے اس فورم سے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ ہمارے بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ پھر آپ نے اس فورم سے یہیں کیوں طبعہ رکھا ہے۔ فورم کی از سر نو تشکیل ہوئی اور اس کا نام مسلم عیسائی یہودی لیڈر شپ فورم (Muslim, Christian, Jews Leadership Forum) رکھا گیا۔ تینوں نے مل کر کہا کہ ہم سب حضرات ابراہیمؑ کے پیرو ہیں۔ مذہبی اختلافات کے معاملے میں اپنے اپنے مسلک پر چلے رہنے کے باوجود ہم میں بہت کچھ مشترک ہے اور ان مشترک قدروں کو ہمیں ایک دوسرے کے سامنے نمایاں کرنا چاہیے۔

پہلے آٹھ آٹھ علماء ہر فرقے کے اکٹھا ہوئے اور انہوں نے دو دو گفتگوں کے چھ وقتوں میں آپسی تبادلہ خیال کیا۔ اپنے اپنے عقائد اور مذہبی خیالات سے ایک دوسرے کو آگاہ کرایا۔ فورم کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا۔ پھر ایک عملی سطح کا زیادہ نمائندہ افراد کا اجلاس بلا لیا گیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو اپنی معاشرت، تہذیب، تہوار اور مذہبی رسومات سے آگاہ کرایا۔ پھر ہر مکتبہ ۱۹۷۶ کو امریکی ریاست ڈیٹروٹ (DETROIT) میں مزید نمائندہ افراد کا ایک عمومی اجلاس ہوا۔ اس میں ۲۹ مسلمان، ۳۶ یہودی، ۹۱ عیسائی اور دیگر مذاہب کے افراد بھی شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں تینوں مذاہب کے علماء نے تقاریر کیں۔ مسلمان عالم دین ڈاکٹر مرتضیٰ حسین صدیقی نے جن کی پیدائش ہندوستان کی ہی ہے۔ ان تینوں جلسوں میں شرکت کی اور رہن سہن، معاشرت اور دیگر باہمی مذہبی مسائل پر تفصیل سے تمام نمائندوں سے تبادلہ خیال کیا۔ اس کے بعد سے آج تک یہ فورم بہت اچھے نتائج کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اس وقت اس فورم کے ترجمان رسالہ ہیلائن [HAELAN] جلد ۷، شمارہ ۲ سے کچھ حوالے ہم آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ اگرچہ ۸ صفحات کا یہ رسالہ لفظ بہ لفظ دیکھنے کے قابل ہے لیکن متعارف کرنے کے لیے ہی جن اقتباسات کو نقل کرنا ضروری ہے وہ ہم پیش کر رہے ہیں۔

عیسائی پادری آسکر جے۔ آئس نے اپنی تقریر میں کہا۔

..... حضرت ابراہیمؑ دنیا کے تین بڑے مذاہب کے باؤ آدم میں۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام۔ ان تینوں مذاہب میں ایک خدا کا عقیدہ، بہت سے انبیاء کو تسلیم کرنے کی کیسانت

اور دوسروں کے مقابلے میں انسانی زندگی کو زیادہ قدر و قیمت جیسی قدر میں مشترک میں۔ ایسے ذاتی ماحول میں انہماک و تقسیم سے ہمارے اندر باہمی اعتماد اور اپنائیت پیدا ہو چلی ہے اور اس کے ساتھ ہی سب کی سلامتی کی مخلصانہ فکر بھی ہے۔

..... پچھلے مارچ میں ٹیلی ویژن پر ایک پروگرام دکھایا گیا جس میں شیعہ مسلمانوں کو دہشت گردوں کی حیثیت سے پیش کیا گیا تھا۔ تینوں مذاہب کے علماء اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ٹیلی ویژن کارپوریشن کو اس سلسلے میں ختمی مراسلے بھیجے کہ چند لوگوں کی شرارت کی وجہ سے پوری قوم کے بارے میں خراب تصور پیش نہ کیا جائے۔

..... ستمبر کے مہینے میں استنبول میں ایک یہودی عبادت گاہ پر بمباری ہوئی۔ جب آخری رسومات کے یہ ڈیڑھ گھنٹے میں یہودی اکٹھا ہوئے تو انھیں فورم کے دو مسلم علماء کے تعزیتی خطوط موصول ہوئے جن میں بائیس اسن کی خواہش کا اعادہ کیا گیا تھا۔ ایک عالم نے آخری رسومات میں شرکت کی.....

امام مرزا حسین صدیقی نے اپنے خطاب میں فرمایا :

..... یہ اور دیگر بہت سے اختلافات اسلام، یہودیت اور عیسائیت میں ہیں لیکن بہت سی مشترک قدریں بھی ہیں جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ احترام اور باہمی صلح کا مطلب یہ ہے کہ جب اختلاف کریں تو بھی باہمی اعتماد و عزت اور نرم خوئی کا خیال رکھیں۔ گفتگو دلائل کے ساتھ ہو اور اچھے سے اچھے انداز میں ہو۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں قرآن کا مشورہ ماننا چاہیے۔ اور اہل کتاب سے مباحثہ مت کرو۔ بجز منہذب طریقے سے..... (العنکبوت: ۴۶)

انگریزی جرنل Haelan مہود Ecumenical Theological Centre ص ۵
Detroit, Michigan. Vol VII, No 2

انگریزی جرنل	HAELAN	جلد ،	نمبر	ص
۱	-	-	-	۶
۲	-	-	-	۶
۳	-	-	-	۶
۴	-	-	-	۱۵

دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب کی دعوت کیسے دی جائے ؟
 اس عنوان کے تحت عیسائی پادری نے بتایا : ہم اپنے آپ کو ایسے دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں کہ دوسروں میں ہمارے ساتھ شامل ہونے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے ۔
 مسلمان عالم امام عبداللہ الامین نے کہا : ہم ان تمام لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دیتے ہیں۔ جو ایک خدا اور آخرت میں ایمان رکھتے ہیں ۔

ہمارا خدا کے بارے میں کیا عقیدہ ہے ؟
 سوسائٹی میں وہشت گردی کے اثرات ۔
 ذرائع ابلاغ اور اسکولی کتابوں سے نفرت لا مواد ختم کرنا ۔

یہ ہے امر مکن مسلمانوں کی کوشش کی ایک جھلک ۔ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والی تین قوموں نے یکسانیت کی ایک بنیاد تلاش کر لی تاکہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے وہ سازگار ماحول پیدا ہو سکے جس میں ایک دوسرے کو اپنا مذہب سمجھایا جاسکے ۔ اس دوستانہ کشمکش میں جیت اسی دین کی ہوگی جو فتح ہوگا ۔ انشاء اللہ ۔

سازش یا حکمت عملی | یکایم ہندوستان میں حضرت نوح کو اپنا نبی تسلیم کرنے کی بنیاد پر یہاں کی ان دو بڑی قوموں کو اکٹھا نہیں کر سکتے تاکہ آپسی منافرت ختم ہو کر وہی سازگار ماحول پیدا ہو سکے جس کی امر مکن مخلصین کوشش کر رہے ہیں ۔ اگر یہ کوشش ہماری طرف سے ہو تو یہ عالم گیر چیلانے پر تاج کی حامل ہوگی کیونکہ حضرت نوح کو یہودی اور عیسائی کبھی اپنا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں ۔ انھوں نے صرف سامی نسلوں میں مشترک قدریں تلاش کی ہیں ہم دنیا کی دونوں بڑی نسلوں سامی اور غیر سامی مذہبی قوموں کے اتحاد کی راہ فراہم کر سکتے ہیں جن میں ہندو عیسائی ، یہودی اور مسلمان سب شامل ہیں ۔

یہ غور طلب پہلو ہے ۔ عوام مسلمان سیاست داں اور اہل علم حضرات غور فرمائیں کہ کیا یہ مسلمانوں کو ہندوانے کی سازش کا حصہ ہے یا تمام عالم کو اسلامیانے کی حکمت عملی ۔

خلاصہ : طریق کار کے سلسلے میں قرآن و سنت اور تاریخی مثالوں کی روشنی

میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے ۔
 ۱۔ نسبت نرسٹ کی بنیاد پر عالمی اتحاد کی بنیاد رکھی جائے تاکہ غلط فہمیوں کی جگہ افہام و تفہیم کا راستہ کھلے۔

۲۔ ہندوستانی قوم کی مذہبی کتابوں میں اہل علم حضرات قرآن کی روشنی میں تحقیق کریں تاکہ ان کو ان کے اصل دین کی طرف انہیں کی کتابوں کے رُخ سے بلا یا جاسکے۔

ادریہ خیال رہے کہ مہلت بہت زیادہ نہیں ہے۔ پندرہویں صدی شروع ہو چکی ہے پندرہ سو سال بعد کسی عظیم تبدیلی کی قرآن و حدیث کی پیشین گوئی آپ کی نظر سے گزر چکی۔ کعبہ میں فساد کے بعد اور قوطانی اور عربوں کے گروہ بڑھانے کے بعد حدیث کی یہ تفسیر آپ کے نظر سے گزر چکی کہ ۔ ”اب یہ نہ پوچھنا کہ عرب کب ہلاک ہوں گے ؟“

یہ انتظار کا نہیں بلکہ عمل کا وقت ہے۔ جان لیجئے ہم تاریخ کے فیصلہ کن سرے کے قریب ہیں اور صدیوں سے چڑھا ہوا اس قوم کا قرض ہمیں چکانا ہے۔

تبدیلی کا وقت قریب ہے۔ یہ ہندو علماء بھی جانتے ہیں۔
ہندو عالم جانتے ہیں ثبوت، ملاحظہ ہو :

ایسے ثبوت موجود ہیں کہ یگ بدلنے کا وقت آگیا ہے۔ کل یگ اب وداع ہو رہا ہے اور اس کی جگہ پر ایسا دور آرہا ہے جسے ست یگ کہا جاسکے۔ مَنو اس مرقی لنگ پران اور بھاگوت میں دیئے گئے اعداد و شمار کے مطابق حساب پھیلانے سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ ”بحران کا دور ہے..... ان سب اعداد و شمار کو دیکھتے ہوئے وہ وقت ٹھیک انھیں دونوں ہے جس میں یگ بدلنا چاہیے..... جو ۱۹۰۰ء سے ۲۰۰۰ء تک ۲۰ سال کا ہے“ ان کے اعداد و شمار کہان لنگ ٹھیک ہیں ؟ اس کا آخری فیصلہ تو ہم نہیں کر سکتے لیکن پندرہویں صدی ہجری کے فیصلہ کن مرنے کے بارے میں تو ہمیں یقین ہونا ہی چاہیے۔

یگ بدلنے والا ہے | قرآن دھڑیل نے جس ایمان افزہ ایبانی بارش کی پیشین گوئی کی تھی اس کے آثار نمایاں ہو چلے ہیں۔ ہمیں اٹھا کر دیکھیے۔ گھٹائیں اٹھتی ہوئی نظر آنے لگی ہیں۔ ٹھنڈی ہوا کا پہلا جھونکا کسی بھی وقت آنے ہی والا ہے۔ ان گھٹائوں میں بجلیاں بھی چھپی ہوئی ہیں جن سے حفاظت کا طریقہ خداوند قدوس ہمیں بتا چکا ہے۔ گہری خنڈ سے فوراً بیدار ہونے کا وقت ہے۔

دلیل خداوندی | دنیا کی وہ تمام زبانیں جن میں آسان صحافت کا نازل ہونا انسان کے علم میں ہے، مردہ ہو چکی تھیں سوائے عربی کے جو اللہ کی آفری کتاب قرآن کی زبان ہے اور تاقیامت زندہ رہے گی۔ سنسکرت، کھدانی، آرامی، سریانی اور عبرانی زبانیں مردہ ہونا بھی قدرت کی ایک نشانی تھی جو اس بات کا منظر بھی کہ قرآن کے سوا دیگر صحافت عوام کے لیے ناقابل فہم بنا دیے گئے۔ لیکن یہ کیا! اس دور کے نزدیک جس میں اس قدیم ترین مذہب والی قوم کا ابہنی کا اپنی مذہبی کتابوں کے رخ سے ایمان لانا مفقود و رخصا، دنیا کی تمام مردہ زبانوں میں قدیم ترین زبان سنسکرت میں دوبارہ زندگی کے آثار نمایاں ہو چلے ہیں۔ بے شک اللہ جل شانہ کی حسن تدبیر انسانی عقل سے باہر ہے۔ ہندوستانی حکومت کی سرپرستی میں سنسکرت کو اس طور پر دوبارہ زندہ کیا جا رہا ہے کہ ہماری اگلی پڑھی کے بیشتر افراد جس میں ہندو مسلمان سب شامل ہیں سنسکرت جاننے اور سمجھنے والے ہوں گے۔ یہ وہ نسل ہوگی جو سنسکرت جاننے کے بعد پنڈتوں کے شجر ممنوعہ بنا دینے کے باوجود دیدوں پر تحقیق کیے بغیر نہ مانے گی۔ اور یہی ابتداء ہوگی اُس انتہائی جسے ہندو مذہب نے کل یگ (دورِ تاویکی) جاننے کے بعد ست یگ (نورانی دور) کا آنا بتایا ہے۔

اے کاش | رحمت خداوندی کا یہ ہمارے اوپر بے پایاں خصوصی کرم ہے کہ ہمیں اُس ملک میں پیدا کیا جہاں ہمارے لیے دنیا کے درجہ مسلمانوں کے مقابلے میں اس قومِ نوح کے سامنے علم اور عمل کے ذریعہ دعوت پیش کرنے

کے لیے شمار مواقع ہیں۔ اب یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اس انعام کو پلکوں سے اٹھاتے ہیں یا ناشکر گزار ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہم جو پیغمبرِ آخر الزماں کی امت ہیں۔ حکمتِ ربانی کے تحت تاریخِ انسانی کے ایک اہم ترین موڑ پر اس قوم کے درمیان بھیجے گئے ہیں جو دنیا کے پہلے سرے پر مبعوث ہونے والے آدمِ ثانی کی امت ہے۔ تمام گواہیاں اس بات کی موجود ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی۔ جہاں سے شروعات ہوئی تھی وہیں اختتام ہوگا۔ تاریخِ عبرت کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ کیا ہمارے حاکمے کا اس کے بعد پھر کوئی اور موقع آئے گا۔؟

کتنے دکھ کی بات ہے کہ اپنے ساتھ رہنے بسنے والی قوم کو دعوت دینے کے بارے میں غور کرنا ہم میں سے کچھ لوگوں نے اب شروع کیا ہے۔ اس لیے کہ اب اس کی نیت اور ارادوں سے ہم کو خونِ مسکون ہونے لگا ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اللہ کی رضا کے لیے ایسا کرتے ورد اگر ہم خون سے ادرھ متوجہ نہ ہوتے ہیں تو اس قوم کے خون سے زیادہ خوفناک خبر یعنی اللہ کی پکڑ کی خبر سے ڈر کر ہم اس کام کا ارادہ کرتے جس سے ہم آج تک غافل ہیں۔

سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی مختلف تنظیموں میں آپس ہی میں اتفاق نہیں ہے۔ البتہ ایک بنیاد ایسی ہے جس پر مسلمانوں کے تمام گروپ متحد ہو سکیں گے۔ قرآن پر شیوہ سنی بریلوی دیوبندی مسلمانوں کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتیں ایمان رکھتی ہیں۔ قرآن کی فریاد سننے کے لیے مسلمانوں کی تمام جماعتوں اور تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔

”کیا ان لوگوں نے قرآن میں تدبر نہیں کیا یا ان کے دلوں پر فضل چڑھے ہوئے ہیں؟“ (سورہ محمدؑ ۳۴)
 قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میرے پاس تمام مسائل کا حل ہے۔ مجھ سے فیصلہ کرو۔ ہم ہر جگہ ناپسا ہو رہے ہیں لیکن پھر بھی اپنی عقلوں کے فیصلے کرنے پر اصرار کر رہے ہیں۔

اللہ ہم سب کی مدد سے راستے کی طرف رہنماں فرمائے۔ ہر مسئلہ کا حل ہمیں قرآنِ حکیم میں تلاش کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ نے اپنے دین کی امر بندگی کے لیے جن کا انتخاب کیا ہے انہیں دعوت دینے میں ہمیں بھی شامل فرمائے۔ آمین

انہیں خود بھی تلاش ہو

ہندو قوم کا ایک وصف بہت قیمتی ہے۔ وہ ہے اپنے پرانوں اپنشدوں اور دیگر کتابوں میں موجود تضادات پر بہت متفکر ہیں۔ انہیں تلاش ہے۔ جسے خواہش نہیں ہوتی اس پر اللہ اپنا انعام نہیں کرتا یہ اپنے مذہبی سرانے کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ لیکن یہ انہیں خود محسوس ہو چکا ہے کہ تعلیمات قصوں اور واقعات کی صحیح اصل اور ان کے صحیح مطلب کچھ اور ہونے چاہیں۔ اس طرز فکر کے دو نمونے پیش خدمت ہیں۔

۱ ہندوستانی طرز فکر کا ایک اصول یہ ہے کہ جو شخص اپنشد، برہم سوتر اور گیتا میں طبیعت پرہیز کر کے دکھا دے اور ان تین میں سے ایک ہی بنیادی علم کو بخیر و کرم پیش کر دے۔ اُسے اپجاریہ مانا جائے گا اور اس کی بات سنی اور مانی جائے گی۔

۲ سوال اٹھتا ہے کہ ان اسمرتیوں کا کیا کیا جائے جن میں ایسے اشلوک ہیں جو ایسی دئے ہوئے دوسرے اشلوکوں کے خلاف اور فطری طبع کے خلاف ہیں۔ میں کئی بار لکھ چکا ہوں کہ دھرم گرنتھوں کے نام پر جو کچھ چھپتا ہے اس میں کبھی کو کلام ربانی کی شکل میں نہیں لینا چاہیے۔ لیکن بروہی یہ تو نہیں کر سکتا کیا چیز اچھی اور مستند ہے اور کون سی بُری اور تحریف شدہ۔ اس لیے ایک ایسی بااختیار تنظیم کی ضرورت ہے جو دھرم گرنتھوں کے نام پر جو کچھ چھپتا ہے اس کی اصلاح کرے۔ ایسے اشلوکوں کو کارہ، چھانٹ دے جو دھرم اور فطرت کے اصول کے خلاف ہیں۔ یہ خیال اس نیک کلام میں مانع نہ ہونا چاہیے کہ نام ہندو اور مذہبی بنیاد مانے جانے والے نیک

ایسی تخیل کی بات مستند نہیں مانیں گے جو کام سچائی اور عزت کے جذبے سے کیا جائے گا۔ وہ وقت گزرنے پر اپنا اثر مرتب کرے گا اور یقیناً ان کے لیے مددگار ہوگا جو اس طرح کی مدد بری طرح چاہتے ہیں ؟ لے

بدھ نے آتما اور پرمانا کے موضوع پر خاموشی اختیار کی جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔ شکر نے کہا صوفیوں نے خدا ہے اور کچھ نہیں دینا دھوکہ ہے۔ مکمل چھوڑ دینے کی چیز ہے۔ یہ خیال اور خیالات ہماری قوی فکر میں لگ بھگ ڈھائی ہزار سال سے ملے جلے آ رہے ہیں جہاں ہم نے روحانی تجربوں میں کچھ نئی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہاں دنیا کی زندگی میں بہت سی مصیبتیں کبھی جمیلی ہیں۔ راج پاٹ گویا اور طاقت سے دور رہے۔ ہم نے ایک مخصوص روحانی تجربہ کی قوت اور مدد کو کبھی جان لیا۔ اس سے ہم دیکھ اور آپشنڈک نمونوں کی خصوصیات کا تجربہ کرنے کے لیے خاص طور سے تیار ہو گئے ہیں اور یقیناً اب جو نئی فکر طلوع ہوگی غالب گمان یہ ہے کہ وہ مکمل ہوگی۔ لے

کیا ان پیراگرافوں میں جھپسی اپیلوں پر آپ آگے آنے کے لیے تیار ہیں ؟
آپ ہی کے پاس تو مکمل حل ہے۔

آپ ہی کے پاس تو ان تمام تضادات کی تسلیق ہے۔

کیا آپ بے چین و تڑپتی ہوئی انسانیت کے مسیحا نہیں گئے ؟

یاد رکھیے آج دوا آپ کے پاس ہے۔ اگر آپ علاج میں سبھل کریں گے تو حکمت

الہی کو دوسرے علاج مہیا کرنے میں دیر نہ لگے گی۔

— ✕ — ✕ — ✕ —

نہ مہاتا گاندھی، استریوں کی سیاسی اخبار ہری جن، ۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء

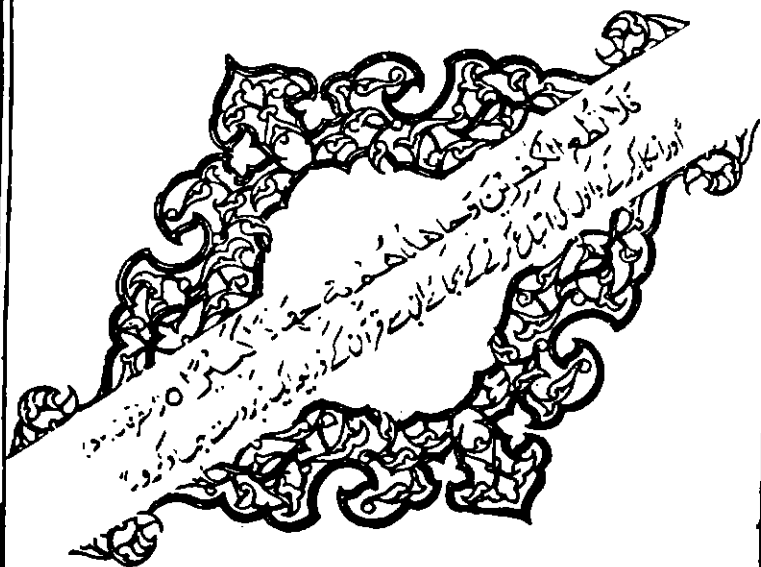
لے ڈاکٹر ایڈر سین، بلیان جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۲۰۸ - ۲۰۹

معیار صرف قرآن

ہماری تحریروں سے کچھ مقامات پر اگر قارئین نے یہ تاثر لیا ہو کہ ویدوں کے موجودہ مترجمین کو ہم بدویات سمجھتے ہیں تو اسے ذہن سے نکال دیں۔ علم کو چھپانے والا طبقہ ہر مذہب میں ہوتا ہے اور مسلمانوں میں بھی ہے۔ جن ہندو عامانے ویدوں کے ترجمے کیے ہیں ان کی خدمات قابل ستائش ہیں کیوں کہ انھوں نے اس علم کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی ہے جسے نام نہاد چڈتوں نے عوام کے لیے ہزاروں سال سے شجر منموہ قرار دیا ہوا تھا اور جو اصل ہندو دھرم کی بنیاد ہے خصوصاً پنڈت شری رام شرما آچاریہ کے بارے میں ہیں ذاتی طور پر علم ہے کہ وہ انتہائی قابل شخصیت ہیں اور تمام مذاہب کے مطالعہ کے لیے ان کے یہاں باقاعدہ ایک لیسرچ سنٹر ہے۔ ہماری نظر میں ان کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ ویدوں کو معیار بنا کر تمام مذاہب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ جو علم ہزاروں سال سے تقریباً غائب تھا اس پر خود تحقیق کی ضرورت ہے اور وہ خود سمجھے جاسکتے کا محتاج ہے۔ اپنے پرانے عقائد کو ذہن میں رکھتے ہوئے انسانی عقل کی روشنی میں خود ویدوں ہی کو نہیں سمجھا جاسکتا اور جسے براہ راست سمجھا جاسکے اس کو معیار بنا کر دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیسے ہوگا؟ کلام الہی کو لب کی روشنی میں نہیں، عقل کی روشنی میں نہیں، صحت اللہ کے کلام کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے اور اللہ کا آخری کلام قرآن ہے جس کے لفظ بہ لفظ محفوظ ہونے پر تمام دنیا متفق ہے۔ اگر ویدوں کے مترجمین قرآن کی روشنی میں ویدوں کا مطالعہ کریں تو وہ تمام اسرار اور گتھیاں سلجھ جائیں گی جو ویدوں میں آج تک ان کے لیے سوت بنی ہوئی ہیں اور جن کی بنیاد پر ٹیکس ملنے کہا تھا کہ :

”ایک اسکالر کے لیے یہ ناممکن ہے اور شاید اسکالر س کی ایک پوری نسل کے لیے یہ ناممکن ہوگا کہ وہ ریگ وید کے فنون کو تشفی بخش طور پر حل کر سکیں۔“
 ہم سمجھتے ہیں کہ ویدوں کے ترجموں میں قابل ترین ہندو عالموں کے ذریعہ غلطیاں
 دانستہ بنیں کی جا رہی ہیں بلکہ غلطی کی بنیاد وہ تصورات اور عقائد ہیں جنہیں ویدوں کے
 مطالعے سے پہلے ذہن سے نکالنا ضروری ہے۔

اگر یہ نکتہ مترجمین کی سمجھ میں آجائے اور قرآن کی روشنی میں ان کا مطالعہ کیا جائے
 تو ویدوں کے وہ ترجمے سامنے آئیں گے جن سے ویدانت، گیتا اور اپنشدوں کے
 تمام تضادات دور ہو جائیں گے اور ہندو قوم اس عالم گیر انقلاب کی داعی بن کر اٹھے
 گی جس کا قرآن اور وید دونوں میں وعدہ کیا گیا ہے۔



انجام سخن

ایک

شیخ رسالت کے پر والوں میں کیا چیز مشترک تھی؟
پند بنیادی عقائد اور ذات رسولؐ سے محبت کے سوا کچھ بھی تو نہیں؛ طریق کار اور
طبیعتیں و مزاج سب کے جدا تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ صاحب دولت و ثروت اور قیمتی لباس زیب تن کرنے والے ہیں
اور دوسری طوط حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت براء بن مالکؓ ہیں۔ درویش مسنت۔ پرکندہ حال
ناکافی لباس اور فقر و استغناء کا شاہکار۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ہیں جو خالی ہاتھ مدینہ آئے ہیں اور مدینہ کے مالدار ترین شخص
بن جاتے ہیں اور اسی صفت میں حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں جن کی پہلی زندگی کی خوش حالی
ضرب المثل تھی لیکن بعد میں اپنے لیے ایسے پیرند زدہ موٹے کپڑوں کا انتخاب کرتے ہیں کہ رسولِ خدا
انہیں دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔

اسی مدرسہ میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ
اور حضرت ابی بن کعبؓ جیسے عظیم القدر فصیح و بلیغ اہل علم ہیں اور اسی مدرسہ کے فارغ سینا بلالؓ
ہیں جن کی کل تقریر صرف ایک لفظ ادا کرتی تھی۔

حضرت عمر بن خطابؓ کی شدت آمیز سختی دیکھیے اور حضرت عثمان بن عفانؓ کی

مصلحت آمیز نرمی۔

حضرت کعب بن مالکؓ میں جن سے برسوں کی عبادت کے بعد بھی غزوہ میں شامل نہ ہو سکنے کی کوتاہی ہوئی۔ اور حضرت امیرؓ میں جو بغیر ایک وقت کی نماز اور ایک اسلام قبول کرتے ہی غزوہ میں شامل ہو کر شہید ہوئے۔

حضرت خالدؓ سیف اللہ جیسا ذہین سپہ سالار بھی اسی لشکر میں ہے جس میں حضرت فہ ازہ جیسا ننگے بدن میدان کارزار میں گھس جانے والا۔

حضرت مقدادؓ کی سادہ لوحی اور حضرت اسامہؓ کی جرأتِ اطہار دیکھے اور حضرت عثمانؓ کی حیا و شرم۔

حضرت فاطمہؓ زہراؓ کی قناعت و گوشہ نشینی پر نظر ڈالیے اور حضرت عائشہؓ صدیقہؓ کی علمی محفلوں پر غور کیجئے۔

یہ سب لائق احترام ہیں۔ اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ رسول خدا کی آنکھ کے تارے ہیں۔ اللہ کے حبیب کے ہاتھوں کے تربیت یافتہ ہیں۔ پھر بھی ان کے مزاج، اقتاد، طبیعتیں۔ پسند ناپسند ایک دوسرے سے کتنی مختلف ہیں۔ ان کو کس قائد نے باہم شیر و شکر کر دیا تھا؟ آج اسی قائد کو اگر ہم ہر وقت اپنے درمیان تصور کریں تو کیا مختلف مزاج اور اقتاد رکھنے والے مخلصین کا بکھرا ہوا شیرازہ مجتمع نہیں ہو سکتا۔؟

دو

رسالت مآب کی بارگاہ کیا تھی؟

علمی سرگرمیوں کا مرکز؟ عملی سرگرمیوں کا مرکز؟ تنظیم کا مرکز؟ تبلیغ کا مرکز؟ عبادتوں کا مرکز؟ تربیت کا مرکز؟ سپہ سالار کا مرکز؟ صلح جونی کا مرکز؟ سلطنت کا مرکز؟ فقیری کا مرکز؟ عدالت؟ خانقاہ؟ مدرسہ؟

بے حضرت کعب بن مالکؓ نے بعد میں تو یہ کہ وہ شمالِ فافام کی جس پھر ایشیا رشک کرتے تھے۔ آپ ان چند خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کی برأت کا اعلان اللہ نے قرآن پاک میں کیا ہے۔

مرد کو زین کو ان میں سے کسی میں محدود کر دیں، ان میں سے یا نہیں تھا وہاں، یہ سب کچھ
تھا ان میں۔ ان کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا۔

ان حکومت و سلطنت بھی تھی۔ فقیری، درویشی، گوشہ نشینی و اعتکات بھی تھا۔ جساد و
جان و دوش کی مرغیب بھی تھی۔ فتنہ سے بچنے کی تعلیم بھی تھی۔ تیر و تلوار جیسے اسپورٹس کے میدان
بھی تھے۔ روحانی تربیت کی مجلس بھی تھیں۔ فوجداری و دیوانی کی عدالتیں بھی تھیں۔ بے تحلف
اصوب کی پروردگار خلیفیں بھی تھیں۔ چل کر تبلیغ بھی ہوتی تھی، بیٹھ کر تبلیغ بھی ہوتی تھی اور تبلیغ
کے بے بدل درسا کی کے ذرائع بھی استعمال کیے جاتے تھے۔ علم حافظوں میں بھی محفوظ کیا جاتا
تھا اور تحریروں میں بھی مسلمان کی تربیت بھی مقصود تھی۔ غیر مسلم کو دعوت بھی مطلوب تھی۔

آئینہ مسکراہٹ، غمگساریاں.....

سبھی کچھ تو تھا وہاں۔۔۔ ایک وقت مسافرتی زندگی سیاسی تازنی، مذہبی، فکری
اہم ہوتی ہی ذول پرکھ مہجاری تھا۔

آج دنیا میں جتنی جماعتیں کم کر رہی ہیں وہ سب ان میں سے کسی ایک یا چند
شعبوں میں کام کر رہی ہیں۔ لیکن ہمارا عظیم ترین المیہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر جماعت صرف
اپنے آپ کو پہنچا کر موت یا سست رسول پر کار بند سمجھتے ہوئے دوسری تمام جماعتوں کے
طرفین کار کو غلط سمجھتی ہے۔

ایک جانب سرور کائنات کی بے مثال اور لامحدود صلاحیتیں ہیں اور دائرہ کار دنیا
کا ایک چھوٹا سا حصہ۔ دوسری طرف آپ کے علاوہ کے پائلوں کی وصول سے زیادہ حقیقت اور
کمزور افراد کی جماعتیں اور دائرہ کار، سارا عالم، کیا کوئی تقابل ہے، کیا دنیا میں کوئی
جماعت یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ اس نے رسول اکرم کی عملی و دعوتی زندگی کے تمام شعبوں کا
احاطہ کر لیا ہے؟

قرآن کریم دنیا میں صرف دو جماعتوں کے وجود کا ذکر کرتا ہے۔ حزب اللہ
(اللہ کی پارٹی) اور حزب الشیطان (شیطان کی پارٹی)۔ دنیا کے جس جس حصے میں اسلامی

جماعتیں کارفرما ہیں: وہ حزب اللہ کے الگ الگ شعبے ہیں جو رسول کریم کی سنت کے کسی ایک مخصوص یا چند پہلوؤں پر کام کر رہی ہیں اور دنیا میں جہاں جہاں جس جس انداز کی طاعتی طاقتیں سرگرم ہیں وہ حزب الشیطان کے مختلف شعبے ہیں۔

ہائے افسوس! حزب الشیطان کے تمام شعبوں میں 'باطل کی تمام قوتوں میں اتحاد ہے اور حزب اللہ کے تمام شعبوں میں دعوتِ دین کی علم بردار تمام جماعتوں میں باہم اشتراک و تعاون تو درکنار مخالفت اور معاندت ہے۔ ان میں سے ہر ایک شعبہ تنہا خود حزب اللہ ہونے کا دعویٰ دار ہے اور دوسرے تمام شعبوں کی افادیت کا انکار کرتا ہے۔

مختلف خیالی افراد کی طرح مختلف خیالی گروہوں کو متحد کر سکنے والی ہستی اس دنیا میں صرف ایک ہے۔ اسے جب تک اپنے درمیان محسوس نہیں کریں گے، انتشار باقی رہے گا۔

تین

دنیا میں بہت سی دینی جماعتیں سنت کے کسی نہ کسی جز پر عمل پیرا ہو کر سرگرم کار ہیں اور الحمد للہ ان کی کوششوں کے نتائج بھی برآمد ہو رہے ہیں لیکن ایک شعبہ اہم تک بالکل خالی تھا۔ احادیث نبوی نے تبدیل ہونے والی جس قوم کی نشاندہی کی ہے اور اس کو دعوت دینے کے جس طریق کار کی طرف رہنمائی کی ہے اس پہلو سے اس قوم میں کام اہم تک شروع نہیں ہو سکا تھا۔

اللہ نے اپنے ایک بندے کے دل میں ترویج پدائی۔ اسے فکر و بصیرت سے نوازا اور وہ لگن اسے عطا کی کہ اس نے پندرہ سال کی رگڑا محنت کے بعد اس خلا کو پُر کرنے کا مواد فراہم کر دیا۔

مولانا شمس نوید عثمانی کے درد کو لے کر کچھ نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور دعوت

کے اس رخ پر کام شروع ہو چکا ہے۔ تنظیم کا نام 'ورک' [WORK]

World Organisation of Religions & Knowledge رکھا گیا ہے

امداد بازار نصر اللہ خاں۔ رام پور ریو۔ پی میں اس تنظیم کا دفتر ہے۔

اس کام کا عملی رخ چونکہ علمی تیاری کے بغیر شروع نہیں ہو سکتا اس لیے ورکر س (کارکنان) کے لیے ایک کم سے کم درجے کے نصاب پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے جس میں کچھ حصے قرآن پاک اور احادیث کے ہیں اور کچھ ویدوں اور بائبل کے ہیں۔ اس نصاب پر عبور حاصل کرنے کے بعد ہی یہ ورکر س عملی تبلیغی میدان میں نکلنے کے قابل ہو سکیں گے۔ اس مقصد کے لیے مذکورہ کورس کی کلاسوں کا انعقاد جاری ہے۔ جلد ہی دیگر شہروں میں بھی انشاء اللہ اس طرح کی کلاسیں شروع کر کے وہاں ورکر س تیار کیے جائیں گے اللہ مدد فرمائے۔ آمین!

اس تنظیم کے ورکر س ایک مخصوص رخ پر کام کرنے کے ارادہ کے باوجود دوسری تمام دینی جماعتوں کے لیے نیک خواہشات رکھتے ہیں۔ انھیں بھی حزب اللہ کا حصہ سمجھتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر ان کے ساتھ تعاون کرنے کو بھی اپنے کام کا ہی ایک جز سمجھتے ہیں۔ ان تمام اہل دہد سے جنھوں نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مذکورہ خیلا کو محسوس کیا ہو دعا کی درخواست ہے۔

ایس۔ عبداللہ خان

بازار نصر اللہ خاں

✽ x ۷/۲ ✽

رام پور۔ یو۔ پی

عقابی رو صبح جب بیدار ہوتی ہے جو انور صبح
نظر آتی ہے آفت کو اپنی منزل آما انور صبح
(اقبال)

کسی بھی سنجیدہ علمی تنقید کو ہم خوش آمدید
کہتے ہیں۔ اتحادِ بین المسلمین کے پیش نظر

ہماری یہ درخواست ہے کہ علمی اختلافات کو پریس

میں لانے سے پہلے ہمیں متوجہ فرمائیں۔ اگر ہم

سے مخلص ہوتے ہوئے بھی نادانستگی میں

کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے تو ہم علی الاعلان

اس سے رجوع کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی

صراطِ مستقیم کی طرف

رہنمائی فرمائے اور ہمیں

اس پر قائم رکھے۔